"میں بھی سچوں کے ساتھ ہو جاؤں"

علامہ محمد التیجانی السماوی

مترجم

حجۃ الاسلام مولانا روشن علی صاحب قبلہ نجفی

BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰادِقِیْنَ

(سورہ توبہ ۱۱۹)

اے ایمان دارو تقوائے الٰہی اختیار کرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ

کتاب

"میں بھی سچوں کے ساتھ ہو جاؤں"

الف

Acc No. 18025 Date 20/3/11
Section مناظرہ Status
D. Class
NAJAFI BOOK LIBRARY

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سماوی ، محمد تیجانی ، ۱۹۳۶ -
میں بھی سچوں کے ساتہ ہوجاؤں/ مولف محمد تیجانی سماوی ؛ مترجم روشن علی صاحب قبلہ نجفی.- قم: انصاریان، ۱٤۲٤ = ۱۳۸۲.
۳۹۱ ص.
عنوان اصلی: لأکون مع الصادقین.
اردو.
ISBN: 964-438-464-4
کتابنامه بصورت زیرنویس.
۱. شیعه - احتجاجات. ۲. شیعه - دفاعیه ها وردیه ها.
الف. نجفی، روشن علی، مترجم. ب. عنوان. ج. عنوان: میں بھی سچوں کے ساتہ ہوجاؤں.
BP۲۱۲/۵/س۸ل۲۰٤٦ ۲۹۷/٤۷۹
۱۳۸۲

میں بھی سچوں کے ساتہ ہوجاؤں

تألیف: محمد تیجانی سماوی
ترجمہ: روشن علی صاحب قبلہ نجفی
پبلشر: انصاریان پبلیکیشنز - قم
دوم طبع ۱٤۲۰- ۲۰۰۰ - ۱۳۷۸ تیسری طبع ۱٤۲٤ - ۲۰۰۳ - ۱۳۸۲
چھاپخانہ: صدر - قم تعداد صفحات: ۳۹۲ ص.
تعداد: ۲۰۰۰ نسخہ سایز: ۱٤۳X۲۰۵ سم
ISBN: ۹٦٤-٤۳۸-٤٦٤-٤

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

انصاریان پبلیکیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷
قم - جمہوری اسلامی ایران
ٹیلی فون نمبر ۰۰۹۸-۲۵۱-۷۷٤۱۷٤٤ فاکس ۷۷٤۲٦٤۷
Email:ansarian@noornet.net
www.ansariyan.org & www.ansariyan.net

عرض مترجم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی محمد خاتم النبین والسلام

علی الائمۃ المعصومین واللعنۃ الدائمۃ الباقیۃ علی اعدائھم اجمعین

اَمابعد علامہ ڈاکٹر محمد التیجانی السماوی کی پہلی کتاب "پھر میں ہدایت پاگیا" توقع سے زیادہ مقبول ہوئی، ایک سال کے اندر اس کے تین ایڈیشن بازار میں آگئے، یہی اس کی مقبولیت کی دلیل ہے مثل مشہور ہے "تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا"۔ اگر اس کتاب کے مطالب معقول دلیلوں پر مشتمل نہ ہوتے تو اتنی مقبولیت ہرگز نہ ہوتی ۔۔۔

ابھی اس کتاب کا اردو میں پہلا ایڈیشن چھپا بھی نہ تھا کہ موصوف کی دوسری کتاب "لاکون مع الصادقین" بازار میں آگئی اور آقائی انصاریان نے اسی وقت مجھے اس کتاب کو ترجمہ کے لئے دے دیا لیکن کثرت مشاغل نے مہلت نہ دی کہ فوراً ترجمہ کرتا، آخر آقائی انصاریان کی طرف سے جب شدید اصرار ہونے لگا تو کچھ امور کو موخر کرکے اس کو شروع کیا۔ اور بحمد اللہ اس کا بھی ترجمہ مکمل ہوگیا اب صرف کتابت وطباعت کی منزل باقی ہے جو خدا نے چاہا تو جلد ان مراحل سے بھی گزر جائے گی

کتاب کا صحیح اندازہ تو آپ کو پڑھنے ہی کے بعد ہوگا۔ لیکن اجمالی طور سے

آپ کی خدمت میں اتنا عرض کردوں کہ شیعہ سنی میں جن مباحث کے اندر ہمیشہ سے اختلاف رہا ہے اور طرفین کی جانب سے ضخیم ضخیم جلدوں میں اعتراضات و جوابات کی صورت میں کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں لیکن وہ کتابیں اتنی مفید شاید ثابت نہ ہو سکیں۔ جتنی یہ مختصر کتاب ہو سکتی ہے

کیونکہ لوگوں کے پاس اب اتنا وقت نہیں ہے کہ ان موٹی موٹی کتابوں کو۔ پڑھیں یہ کام تو صرف علماء و محققین کا ہے نیز ہمارا اردو معاشرہ کتابوں کو خرید کر پڑھنے کا قائل بھی نہیں ہے لھذا ان موٹی کتابوں کو کوئی نہیں خریدے گا اور خرید بھی لے تو زبان کی دقت اور وقت کی قلت استفادہ سے مانع ہوگی اور اسی لئے مؤلفین و مترجمین کی ہمت نہیں ہوتی کہ کتاب شائع کر سکیں۔ اور اگر شائع بھی کردیں تو پڑھنے والے نہیں ہیں۔ لیکن یہ کتاب مختصر و مفید ہے اور اسباب مہیا ہو گئے تو مفت تقسیم کی جائے گی۔

اس لئے یہ کتاب اس وجہ سے بھی مقبول ہو سکتی ہے کہ مختصر ہے اور اس میں تمام اختلافی مسائل کو بیان کر دیا گیا ہے اور بغیر تعصب کے بے لاگ تبصرہ ہر اختلافی مسئلہ پر کیا گیا ہے۔ اور اگر قاری تعصب کی عینک اتار کر کتاب کا مطالعہ کرے تو توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ان اختلافی مسائل میں اپنی ذاتی رائے قائم کر سکے۔

میں بارگاہ احدیت میں اپنی اس بضاعت مزجات کو لے کر حاضر ہوا ہوں کہ رب کریم تو دلوں کی حالت سے خوب واقف ہے تیری بارگاہ میں کثرت عمل معیار نہیں ہے خلوص و حسن عمل تقرب کا ذریعہ ہے میرے معبود میری اس سعی کو قبول فرما اور اسکو میری اور میرے والدین اور مرحوم بھائی کی بخشش کا ذریعہ قرار

دے ———— انک سمیع مجیب

مترجم

روشن علی

۲۸ ر شعبان المعظم سنہ ۱۴۱۱ ہجری

مطابق

۱۵ ر مارچ سنہ ۱۹۹۱ عیسوی

بروز جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، المتفضل علینا بالھدایۃ والعنایۃ والدین، والمنعم علی عبادہ بکل خیر و سعادۃ لیکونوا صالحین، من توکل علیہ کفاہ وحفظہ من کید الشیاطین، ومن تنکب عن صراطہ فھو من المخذولین والصلوٰۃ والسلام علی المبعوث رحمۃ للعالمین، ناصر المستضعفین والمظلومین وحبیب المساکین الذین اٰمنوا باللہ رغبۃ فیما اعدہ سبحانہ لعبادہ المتقین وعلی آلہ الطاھرین الطیبین، الذین اعلی اللہ مقامھم علی سائر المخلوقین لیکونوا قدوۃ العارفین ومنار الھدیٰ لکل المھتدین وسفینۃ النجاۃ من تخلف عنھا کان من الھالکین

ثم الرضا والرضوان علی اصحابہ المیامین الذین بایعوہ ونا صروہ ولم یکونوا من الناکثین وثبتوا بعدہ علی العھد وما بدلوا وما انقلبوا وعالوا من الشاکرین وعلی من تبعھم باحسان وسار علی ھدیھم من الاولین والاٰخرین من یوم وفاتہ ص وآلہ الی یوم الدین۔

رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی۔ رب وافتح بصیرۃ کل من یقرأ کتابی، علی الحقیقۃ التی تھدی بھا عبادک المخلصین۔

اما بعد:- میری پہلی کتاب (ثم اھتدیت) "پھر میں ہدایت پا گیا"۔ محترم پڑھنے والوں کی نظر میں مورد قبول واقع ہوئی اور ان لوگوں نے مجھ سے خواہش کی کہ میں شیعوں اور سنیوں کے درمیان اختلافی مسائل کی مزید وضاحت کر دوں

تاکہ نظروں سے پردہ اٹھ جائے اور تحقیق کرنے والوں اور حقیقت حال تک پہنچنے والوں کے لئے کوئی مشکل نہ رہ جائے لھذا میں نے اس کتاب کو بھی اسی سابق اسلوب سے تحریر کیا تاکہ منصف مزاج محقق حقیقت تک بہت قریب راستہ سے پہنچ جائے۔ جس طرح میں بحث و مقارنت کرتا ہوا پہنچا ہوں۔ میں نے اس کتاب کا نام "لاکون مع الصادقین" میں بھی سچوں کے ساتھ ہو جاؤں،، رکھا ہے کیوں کہ قرآن نے کہا ہے یاایھاالذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (اے ایمان دار و تقوائے الہی اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ) اور محمد و آل محمد سے زیادہ سچا کون ہو سکتا ہے؟ اور بھلا مسلمانوں میں کون ایسا ہے جو ان کی معیت کو چھوڑ سکے؟ کیوں کہ ان کی معیت نہ اختیار کرنے والا صراط مستقیم سے دور ہے اس کا شمار مغضوب علیھم اور ضالین میں ہے۔

ذاتی طور سے میں اس پر قانع ہوں اور حسب امکان دوسروں کے لئے اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ کسی پر زبردستی نہیں اور میں دوسروں کی رای کا بھی احترام کرتا ہوں صرف خدا ہی ہدایت کرنے والا ہے اور وہی صالحین کو دوست رکھتا ہے۔ بعض حضرات نے میری پہلی کتاب "ثم اھتدیت،، کے نام پر اعتراض کیا کہ اس سے سنیوں پر چوٹ کرنا مقصود ہے کیونکہ وہ جب ہدایت یافتہ نہیں ہیں تو پھر گمراہ ہیں میں اس اعتراض کا درج ذیل جواب دیتا ہوں۔

(۱) قرآن میں "ضلالۃ،، کے معنی نسیان کے بھی آئے ہیں مثلاً قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى (پ ۱۶، س ۲۰ (طہ) آیت ۵۲)

اسی طرح دوسری جگہ ہے:

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰاهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰی پ ۳ ، س ۲ ، (البقرہ)

آیت ۲۸۲) اسی طرح قرآن میں لفظ "ضلالۃ" بحث و تفتیش کے معنی میں آئی

ہے رسول اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا

فَهَدٰی ـــ یعنی آپ کو حقیقت کا متلاشی پایا تو آپ کی ہدایت کردی ۔

آپ کی سیرت پاک کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نزول وحی سے پہلے مکہ میں اپنی قوم سے الگ غار حرا میں جاکر اپنی راتوں کو تلاشِ حقیقت میں گزارا کرتے تھے یہی مفہوم اس حدیث شریف کا بھی ہے ـــــــــــــــ

اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ اَيْنَمَا وَجَدَهَا اَخَذَهَا

حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں بھی ملے لے لینا چاہیئے ـــ

پس میری کتاب کا بھی یہ ہی مطلب ہے کہ میں نے حقیقت کی تلاش کی تو خدا نے ہدایت کردی ـــــــــــــــ

(۲) جس وقت اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں :-

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی

ـــــــــ پ ۱۶ / س ۲۰ / (طٰہٰ) آیت ۸۲

جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرے پھر ثابت قدم رہے تو ہم اس کو ضرور بخشنے والے ہیں ـــ تو ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں آتی کہ جو ہدایت یافتہ نہیں ہے وہ گمراہ ہے کیوں کہ جو شخص تائب ہو ، مومن ہو ، عمل صالح کرتا ہو اس کو "گمراہ" نہیں کہا جا سکتا چاہے وہ محبت اہل بیت کی طرف ہدایت یافتہ نہ ہو ۔

(۳) اگر مان لیا جائے کہ جو شخص ولایت اہل بیت تک ہدایت نہیں پا سکا وہ گمراہ ہے

تو ایسا ہونا ہی چاہئے اور یہ ہی وہ حقیقت ہے جس سے اکثر لوگ فرار کرتے ہیں۔ اور اس حقیقت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور حق بات برداشت نہیں کرپاتے کیوں کہ حق تلخ ہوتا ہے۔ اچھا حدیث ثقلین میں مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا اَبَدًا ـــ جب تک تم لوگ قرآن و اہل بیت سے متمسک رہوگے گمراہ نہیں ہوگے کا کیا مطلب ہے ؟ کیا یہ حدیث اس بات کو واضح نہیں کررہی ہے کہ جو قرآن و اہل بیت سے متمسک نہ ہو وہ گمراہ ہے ؟

بہر حال میں بذات خود مطمئن ہوں کہ پہلے گمراہ تھا پھر خدا کے فضل و کرم سے جب قرآن و اہل بیت سے تمسک اختیار کیا تو ہدایت یافتہ ہوگیا ـــ اس خدا کے لئے تمام حمد و تعریف ہے جس نے ہماری اس بات کی طرف ہدایت کی اور اگر خدا ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہو پاتے۔ میری دونوں کتابیں قرآن کے عنوان کی حامل ہیں اور سب سے احسن و اصدق کلام خدا کا کلام ہے، میں نے اپنی دونوں کتابوں میں جو کچھ بھی لکھا ہے اگر وہ حق مطلق نہ بھی ہو تو حق سے سب سے زیادہ قریب تو بہر حال ہے کیوں کہ اس پر سنی و شیعہ متفق ہیں اور جو چیز دونوں کے یہاں ثابت ہو وہ صحیح ہے اور اسی کا نتیجہ یہ دونوں کتابیں ـ ثُمَّ اهْتَدَيْتُ وَ لِاَكُوْنَ مَعَ الصَّادِقِيْنَ ـــ ہیں۔

میں پروردگار عالم سے دعا کرتا ہوں کہ پوری امت محمدؐ کو متحد کردے تاکہ یہ خیر امت ہو اور امام مہدی عج کی قیادت میں دنیا کو نور و ہدایت کی طرف رہنمائی کرے جیسا کہ امام زمانہ عج کے جد بزرگوار نے فرمایا ہے :

مہدی عج زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح پر کر دیں گے جس طرح

وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی اور تاکہ وعدہ الٰہی پورا ہو
وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ـــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف المرسلین سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آلہ الطیبین الطاہرین

اما بعد۔ کسی بھی دین کا دار و مدار ان عقائد پر ہوا کرتا ہے جن افکار و مفاہیم کے مجموعہ پر اس دین والے ایمان رکھتے ہیں ان عقائد میں کچھ چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کو اس کے ماننے والے کسی علمی یا عقلی دلیل کے بغیر مانتے ہیں۔ کیوں کہ علم وعقل دونوں محدود ہیں۔ اور چوں کہ خدا زمانہ میں نہ مکان میں محدود ہی نہیں ہوسکتا اور نہ ہی عقل وعلم اس کا احاطہ کرسکتے ہیں اس لئے ہر دین کے ماننے والو کا فریضہ ہوتا ہے کہ وہ بعض ایسے امور پر بھی ایمان لائیں اور اس کی تصدیق کریں جو میزان علم وعقل پر پورے نہیں اترتے۔ مثلاً آگ کا سبب برودت و سلامتی بن جانا حالانکہ عقل وعلم دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آگ حرارت رکھتی ہے اور جلا دیتی ہے۔ یا طائر کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے پہاڑوں پر تقسیم کرکے آواز دی جائے اور وہ سارے اجزاء اپنے جسم سے مل جائیں اور طائر زندہ ہو جائے، حالاں کہ علم وعقل کے نزدیک یہ محال ہے

اسی طرح حضرت عیسےٰ کے محض چھو لینے کی وجہ سے اندھا، مبروص مجذوم کا اچھا ہو جانا بلکہ مردوں کو زندہ کردینا بھی ہے حالانکہ علم وعقل کے نزدیک اس کی معقول توجیہ نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ آج کی ترقی یافتہ دنیا کے نزدیک عقل وعلم کی دلالت اس بات پر ہے کہ مردہ آنکھ کو زندہ آنکھ سے بدل دیا جائے یا بیمار

کی جگہ صحیح وسالم دل لگا دیا جائے یا کسی بھی خراب عضو کی جگہ دوسرا عضو لگا دیا جائے اور ظاہر ہے دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے مردہ عضو کو بدل دینا اور ہے، مردہ کو زندہ کر دینا اور ہے، دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ یہ اصلاح ہے اور وہ تخلیق ہے اسی لئے قرآن نے چیلنج کیا ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ پ ۱۷، ر س ۲۲ (حج) آیت ۷۳

اے لوگو! ایک مثل بیان کی جاتی ہے اسے کان لگا کر سنو کہ خدا کو چھوڑ کر جن لوگوں کو تم پکارتے ہو وہ لوگ اگرچہ سب کے سب اس کام کے لئے اکٹھے بھی ہو جائیں تب بھی ایک مکھی تک پیدا نہیں کر سکتے ۔

میں نے ان مثالوں کو جان بوجھ کر صرف اس لئے پیش کیا ہے کہ یہود، نصاریٰ، مسلمان سب ہی ان پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ یہ چیزیں میزان علم و عقل پر پوری نہیں اترتیں ۔

پروردگار عالم نے انبیاء ورسولوں کے ہاتھوں معجزات وخوارق صرف اس لئے پیش کرائے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ انسانی عقلیں ان کے ادراک سے عاجز ہیں ۔ اور ہر چیز کے احاطہ پر قادر نہیں ہیں ۔ کیوں کہ خدا نے بہت تھوڑا سا علم عطا کیا ہے اور شاید اسی میں ان کی مصلحت ہو اور کمال نسبی کا اظہار ہو۔ ورنہ بہت سے لوگوں نے تو کفران نعمت کیا ہے اور بہتیروں نے وجود باری تعالیٰ ہی سے انکار کر دیا ہے بعضوں نے صرف علم وعقل ہی پر بھروسہ کیا ہے حالانکہ ان کے علوم قلیل اور ان کی عقلیں ناقص ہیں اگر خدا نے کہیں ہر شئی کا علم عطا کر دیا ہوتا تو

نہ معلوم کیا حشر ہوتا۔ بابرکت ہے وہ ذات جس نے تخلیق کائنات کی ہے۔

انھیں تمام باتوں کی وجہ سے میں نے اپنی اس کتاب میں کافی حد، تک ان اسلامی عقائد کو شامل کر دیا ہے جو قرآن مجید اور سنت نبوی میں وارد ہوئے ہیں اور جن کی بناء پر اسلامی فرقوں اور مذاہب میں اختلاف ہو گیا ہے اور جن کی بناء پر علم کلام و مدارس فلسفی وجود میں آئے جنھوں نے عربی ادب کو وہ میراث و ذخیرہ عطا کیا ہے جس کی مثل و نظیر دیگر ادیان و مذاہب میں نہیں ہے اور یہ فضل و شرف صرف عربوں کا نہیں ہے بلکہ ان تمام مسلمانوں کا ہے جنھوں نے اپنی پوری زندگی بحث و تفتیش میں اور عقائد مسلمین کے دفاع میں صرف کر دی۔

اگر میں کہوں کہ اسلامی عقائد تمام کے تمام اگر نہ بھی ہوں تو اکثر بہر حال ایسے ہیں جو علم و عقل کے میزان پر پورے اترتے ہیں تو میری یہ بات اوپر والی بات سے متناقض نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کی عقلیں اور ان کے علوم نصوص قرآنی و احادیث رسولؐ کے زیر سایہ ان امور میں پروان چڑھے ہیں جنکو علم و عقل اپنی میزان پر نہیں تول سکتے۔ اس لئے میری اس کتاب میں پہلے سنیوں اور شیعوں کے ان عقائد کا ذکر کیا گیا ہے جو قرآن و حدیث سے متعلق ہیں اس کے بعد ان مباحث کو ذکر کیا ہے جس میں مسلمانوں نے ایک دوسرے کے خلاف طعن و تشنیع سے کام لیا ہے۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ہم سب کو ان چیزوں کی توفیق دے جس کو وہ پسند کرتا ہے اور دوست رکھتا ہے اور اتحاد المسلمین کی توفیق دے یقیناً اگر خدا چاہے تو مسلمانوں کو متحد کر سکتا ہے۔

قرآن

سنیوں اور شیعوں کی نظر میں

قرآن :- خدا کی طرف سے رسول خداؐ پر نازل ہوا کلام ہے ، یہ ہی وہ کلام ہے جس تک باطل کی رسائی ممکن نہیں ہے ، مسلمانوں کے احکام ، عبادات ، عقائد کا یہ ہی مرجع ہے ، جو قرآن میں شک کرے یا اس کی توہین کرے وہ مسلمان نہیں ہے ، تمام مسلمان (سنی و شیعہ) قرآن کی تقدیس ، احترام ، بغیر طہارت نہ چھونے پر متفق ہیں ۔

لیکن قرآن کی تفسیر و تاویل میں اختلاف ہے ، شیعوں کے یہاں تفسیر و تاویل کا دار مدار آئمہ اہل بیت پر ہے اور سنیوں کے یہاں اصحاب کرام یا آئمہ اربعہ ۔ ابو حنیفہ احمد بن حنبل ، شافعی ، مالک ــــ پر ہے اس اختلاف کی وجہ سے دونوں کے احکام میں خاص کر فقہی مسائل میں اختلاف کا ہونا فطری بات ہے ، اور جب خود چاروں مذاہب ہی میں اختلاف ہے تو سنیوں اور شیعوں میں اختلاف کوئی قابل تعجب چیز نہیں ہے ۔

میں یہ بات شروع ہی میں عرض کر چکا ہوں کہ اختصار کی وجہ سے صرف بعض مثالوں کا ہی ذکر کروں گا ، اور جس کا مقصد بحث و تحقیق ہو وہ اس بحر ناپیدا کنار میں غوطہ لگا کر موتیوں کو نکال سکتا ہے ۔ فریقین (سنی و شیعہ) اس بات پر تو متفق ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے مسلمانوں کے لئے پورے قرآن

کے احکام بیان کر دیئے ہیں اور ہر آیت کی تفسیر کر دی ہے ، اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد قرآن کی تفسیر و تاویل کے بارے میں کن لوگوں کی طرف رجوع کیا جائے ؟ حضرات اہل سنت فرماتے ہیں جہاں تک تفسیر کا تعلق ہے تو پہلے نمبر پر تمام صحابہ کرام ہیں ان کے بعد امت مسلمہ کے علماء اعلام ہیں اور جہاں تک تاویل کا سوال ہے تو اکثریت کا نظریہ یہ ہے کہ قرآن کی تاویل خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ۔

اس وقت مجھے اپنی وہ گفتگو یاد آگئی جو ٹیونس کے مشہور ترین عالم شیخ زغوانی اور میرے درمیان ہوئی تھی ، قصہ دراصل اس طرح ہے کہ میں نے شیخ زغوانی سے بخاری[1] اور مسلم[2] کی اس روایت کے بارے میں پوچھا تھا جس میں ہے کہ جناب موسیٰ نے ملک الموت کو ایک طمانچہ مارا جس سے ان کی ایک آنکھ پھوٹ گئی چوں کہ مولانا زغوانی بخاری و شرح بخاری کی تدریس میں بہت ماہر تھے اس لئے میری نظر انتخاب انھیں پر پڑی ۔

شیخ = نے فوراً جواب دیا ہاں ہاں یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے اور صحیح ہے، امام بخاری نے جتنی حدیثوں کو جمع کیا ہے اس میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے ۔

میں = میری سمجھ میں تو یہ حدیث آئی نہیں ۔ کیا آپ اس کی تشریح کر سکتے ہیں؟

---

[1] صحیح بخاری ، ج ۲ ص ۱۶۳ اور ج ۱ ص ۱۵۸ ، باب وفات موسیٰ و باب من احب الدفن بالارض المقدسہ

[2] صحیح مسلم ، ج ۲ ص ۳۰۹ ، باب فضائل موسیٰ من کتاب الفضائل ۔

شیخ ۔ صحیح بخاری قرآن مجید کی طرح ہے جو تمہاری سمجھ میں آجائے اس کو سمجھ لو اور جو تمہاری سمجھ میں نہ آئے اس کو خدا کے حوالہ کردو!

میں = دونوں میں مساوات کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ قرآن کے سمجھنے کا تو ہم کو حکم دیا گیا ہے

شیخ = بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ مِنْہُ آیَاتٌ مُّحْکَمَاتٌ ہُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِہَاتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ مِنْہُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَۃِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِہٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ.... (پ ۳ س ۳ آل عمران) آیت ۷

"(اے رسول) وہی (وہ) خدا ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی اسمیں کی بعض آیتیں تو محکم (بہت صریح) ہیں وہی (عمل کرنے کے لئے) اصل (و بنیاد) کتاب ہیں اور کچھ (آئتیں) متشابہ (گول مول جس کے معنیٰ میں سے پہلو نکل سکتے ہیں) پس جن لوگوں کے دل میں کجی ہے (وہ) ان ہی آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو متشابہ ہیں تاکہ فساد برپا کریں اور اس خیال سے کہ انہیں اپنے مطلب پر ڈھال لیں حالاں کہ خدا اور ان لوگوں کے سوا جو علم میں ڈوبے ہوئے ہیں ان کا اصلی مطلب کوئی نہیں جانتا"

میں = اور چوں کہ میں شیخ کے ساتھ ساتھ آیت کریمہ کی تلاوت کرتا جارہا تھا اور میں نے الا اللہ پر وقف نہ کرکے وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ سے وصل کردیا۔

شیخ = (لہذا) شیخ چیخ پڑے اور بولے الا اللہ پر وقف کرو یہ وقف لازم ہے۔

میں = نے جواب دیا مولانا واو عطف راسخون فی العلم کو اللہ پر عطف کررہا ہے

شیخ = نہیں نہیں یہ الگ جملہ ہے۔ وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا الخ ۔ کیوں کہ اس کی تاویل کو وہ لوگ نہیں سمجھے اس لئے کہدیا کہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔

میں = حضور آپ بہت بڑے عالم ہیں آخر آپ اس تفسیر کو کیسے قبول کر لیتے ہیں؟

شیخ = اس لئے کہ یہ ہی صحیح تفسیر ہے

میں = آخر خدا ایسا کلام کیوں کر نازل کر سکتا ہے جس کو اس کے علاوہ کوئی جانتا ہی نہ ہو؟ آخر اس میں کون سی مصلحت ہے؟ ایک طرف تو ہم کو حکم دے رہا ہے قرآن میں غور و فکر کرو اس کو سمجھو! یہ ہی نہیں بلکہ لوگوں کو چیلنج کر رہا ہے کہ اس کے ایک سورہ کی بلکہ ایک آیت کی مثال لاؤ، جب کوئی اس کو سمجھ ہی نہیں سکتا تو چیلنج کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کے سمجھنے کا حکم دینے کا کیا مقصد ہے؟

شیخ = نے میرا جواب سنکر اس جماعت کی طرف رخ کیا جو مجھے شیخ کے پاس لائی تھی اور بولے تم لوگ میرے پاس ایسے شخص کو لے کر آئے ہو جو سوال نہیں کرنا چاہتا یہ تو مجھے عاجز کرنے آیا ہے اور یہ کہتے ہوئے ہم لوگوں کو نکال دیا کہ: میں مریض ہوں میرے مرض میں اضافہ مت کرو!۔

جب ہم لوگ وہاں سے نکل آئے تو ایک شخص میرے اوپر اعتراض کرنے لگا۔ اور باقی چاروں میرے طرفدار ہی نہیں بلکہ کھلم کھلا کہنے لگے کہ اس گفتگو سے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ شخص ڈھول میں پول ہے۔

بہرحال میں اصل موضوع کی طرف آرہا ہوں کہ سنی حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ خدا کے علاوہ کوئی تاویل جانتا ہی نہیں! لیکن شیعہ کہتے ہیں کہ آئمہ اہل بیت ہی قرآن کی تفسیر و تاویل کے اہل ہیں۔ اور یہ ہی حضرات راسخون فی العلم ہیں۔ یہ ہی وہ اہل ذکر ہیں جن کی طرف رجوع کرنے کا حکم خدا نے ہم کو اپنے اس قول میں دیا ہے فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

پ ۱۴/س ۱۶/ (النحل) آیت ۴۳) [۱]

اگر تم خود نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر (آئمہ معصومین) سے پوچھو!

اور یہی وہ حضرات ہیں جن کو خدا نے منتخب کیا ہے اور اپنے اس قول میں :

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا [۲]

ان کو علم کتاب کا وارث بنایا ہے اور انھیں تمام باتوں کی وجہ سے رسول خداؐ نے ان کو عدل القرآن اور ثقل ثانی قرار دیا ہے۔ اور مسلمانوں کو ان دونوں (قرآن واہل بیت) سے تمسک کا حکم دیا ہے چنانچہ حدیث ہے :

تَرَكْتُ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ اَبَدًا [۳]

اور صحیح مسلم میں کتاب اللہ واہل بیتی اذکرکم اللہ فی اہل بیتی آیا ہے اور آخری جملہ کو تین مرتبہ فرمایا ہے [۴]

حق و انصاف کی بناء پر میں شیعوں کی طرف مائل ہوں کیوں کہ ان کا قول عقل میں آتا ہے اور یہ بات ضروری ہے کہ قرآن کا ظاہر و باطن ہونا چاہیئے اور اس

---

[۱] تفسیر طبری ج ۱۴ ص ۱۰۹ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۷۰

[۲] پ ۲۲ س ۳۵ (الفاطر) آیت ۳۲ ترجمہ۔ پھر ہم نے اپنے بندوں میں خاص ان کو قرآن کا وارث بنایا جنھیں اہل سمجھ کر منتخب کیا

[۳] صحیح ترمذی ج ۵ ص ۳۲۹ نسائی، امام احمد۔ ترجمہ: تم میں دو ثقیل چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتاب خدا اور اپنی عترت (یعنی اہلبیت) میں جب تک تم لوگ ان دونوں سے تمسک کرو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

[۴] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۲ باب فضائل علی ابن ابی طالبؑ۔

کی تفسیر و تاویل ہونی چاہیے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اہل بیت ہی کو قرآن کے تمام علوم کا ماہر ہونا چاہیئے کیوں کہ یہ بات حکمت سے بعید ہے کہ پروردگار عالم فہم قرآن کا ملکہ سب ہی کو دیدے کیوں کہ اس نے خود ہی کہا ہے:

وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهُ إِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ

اور یہ ہی وجہ ہے کہ علماء اسلام اس کی تفسیر میں اختلاف کرتے رہے ہیں بخلاف راسخون فی العلم کے کیوں کہ یہ ہی حضرات خدائی شہادت کی بناء پر اس کی تاویل جانتے ہیں لہذا اس کی تفسیر میں کبھی اختلاف نہیں کرتے۔

اور یہ بات پوری دنیا جانتی ہے کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ متقی اعلم، افضل، اہل بیت ہی تھے اسی لئے فرزدق نے ان کے بارے میں کہا کہ:

إِنْ عُدَّ أَهْلُ التُّقَىٰ كَانُوْا أَئِمَّتَهُمْ ـــ وَإِنْ قِيْلَ مَنْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ قِيْلَ هُمْ

اگر اہل تقویٰ کا شمار کیا جائے تو یہ حضرات (اہل بیت) ان کے امام ہوں گے اور اگر پوچھا جائے کہ روئے زمین پر سب سے بہتر کون ہے تو جواب ہوگا یہ یہی اہل بیت ہیں

میں اس سلسلہ میں شیعوں کی سچائی کے لئے ایک مثال بیان کرتا ہوں تاکہ میرے عزیز پڑھنے والوں کو پتہ مل جائے کہ شیعہ تو وہی کہتے ہیں جو قرآن کہتا ہے اور جو سنت نبوی کہتی ہے آیئے مل کر ایک اور آیت کو پڑھیں ارشاد خداوند عالم ہے:

فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ، وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ، إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيْمٌ، فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ، لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ صدق الله العلی

اعظمٰ[1] ان آیتوں نے بغیر کسی شبہ کے یہ بات واضح کردی کہ اہل بیت ہی وہ لوگ ہیں جو قرآن کے گہرے مطالب کو سمجھ سکتے ہیں اگر ہم اس قسم میں غور وفکر کریں جو رب العزۃ نے کھائی ہے اور یہ عظیم قسم ہے اگر آپ سمجھیں ! اور جب خدا عصر، قلم، انجیر، زیتون کی قسم کھاتا ہے تو منازل نجوم کی قسم یقیناً عظیم ہوگی کیوں کہ ان کے اندر حکم خدا بہت سے اسرار اور کائنات میں ان کی تاثیر ہے لہذا جب خدا نے منازلِ نجوم کی قسم کھائی ہے تو یہ نہی کے لئے نہیں ہے بلکہ نفی واثبات کے لئے ہے۔

قسم کے بعد خدا اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ یہ قرآن کریم کتاب مکنون میں ہے مکنون کے معنی "جو چیز باطنی وچھپی ہوئی ہو" کے ہیں پھر فرماتا ہے کہ صرف مطہرین ہی اس کو مس (سمجھ) کرسکتے ہیں۔ کیوں کہ اس میں "لا" قسم کے بعد آیا ہے اس لئے نافیہ ہے اور "یمسّہٗ"، کے معنی ادراک وفہم کے ہیں۔ یہاں پر ہاتھ سے چھونے کے معنی میں نہیں ہے جیساکہ بعض لوگوں کو اشتباہ ہوا ہے۔ دیکھئے لمس اور مس میں فرق ہے مثلاً چند آیتوں کو ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ۔ پ۹ / س ۷ / (اعراف) آیت ۲۰۱ /

بیشک جو متقی ہیں جب کبھی انھیں شیطان کا خیال مس بھی کر گیا تو چونک پڑتے ہیں

---

[1] پ ۲۷ / س ۵۶ / (الواقعۃ) آیات ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹۔ ترجمہ: میں تاروں کے منازل کی قسم کھاتا ہوں اور اگر تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے بیشک یہ بڑے رتبہ کا قرآن ہے جو کتاب مکنون کے اندر ہے اس کو بس وہی لوگ سمجھتے ہیں جو پاک ہیں۔

پھر فوراً ان کی آنکھ کھل جاتی ہے۔

(۲) اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (پ ۳ / س ۲ / البقرۃ) آیت ۲۷۵

ترجمہ ۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں) کھڑے نہ ہو سکیں گے مگر اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے مس کر کے مخبوط الحواس بنا دیا ہو ۔ اس اعتبار سے مس کا تعلق عقل و ادراک سے ہوتا ہے نہ کہ ہاتھ کے چھونے سے ۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر کوئی ہم سے سوال کرے کہ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ خدا تو قسم کھا کے کہتا ہے کہ قرآن کو صرف طاہر حضرات ہی چھو سکتے ہیں حالاں کہ تاریخ بتاتی ہے کہ بنی امیہ نے تو اس کا مذاق اڑایا تھا مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ولید نے قرآن سے تفاؤل کیا تو آیت نکلی : وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ۔ اس پر ولید کو غصہ آگیا اور اس نے قرآن کو آویزاں کر کے اتنے تیر باراں کیے کہ قرآن ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس وقت ولید نے یہ اشعار پڑھے :

اَتُوْعِدُنِیْ بِکُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ۔۔۔ فَهَا اَنَا ذَاكَ جَبَّارٌ عَنِیْدٌ

اِذَا مَا جِئْتَ رَبَّكَ یَوْمَ حَشْرٍ ۔۔۔ فَقُلْ یَا رَبِّ مَزَّقَنِی الْوَلِیْدُ

ترجمہ

کیا تو مجھے سرکش اور جبار سے ڈراتا ہے لے میں وہی جبار عنید ہوں ۔ جب تو حشر کے دن اپنے خدا کے پاس آنا تو کہہ دینا کہ اے خدا مجھے ولید نے پارہ پارہ کر دیا ۔

اس کے علاوہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جب اسرائیلیوں نے بیروت

پر حملہ کیا تھا تو قرآنوں کو جلایا تھا اپنے پیروں سے روندا تھا ٹیلیویژنوں نے اس کی تصویریں بھی دیکھائی تھیں (ہندوستان میں ہندو مسلم فساد کے موقع پر ہندو لوگ بھی قرآن کی اسی طرح بے حرمتی کرتے ہیں، اگر مس کے معنی چھونے کے ہیں تو ہندو و عیسائی ہاتھ کیا! پیر سے روندتے ہیں۔ پھر خدا یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ اس کو پاکیزہ لوگ ہی چھو سکتے ہیں اس لئے ماننا پڑے گا کہ مس کے معنی ہاتھ سے چھونے کے نہیں ہیں ـــــــــــ مترجم

اس لئے ماننا پڑے گا کہ قرآن سے مراد قرآن کے معانی کا ادراک سوائے اس کے منتخب وطاہر بندوں کے کوئی نہیں کر سکتا۔

اس آیت میں "المطھرون" اسم مفعول کا صیغہ ہے یعنی جن کو خدا نے پاک کیا ہے اور ان کی پہچان خود قرآن نے بتائی ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ [1]

لہذا لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ کا مطلب ہے کہ اہل بیتؑ کے علاوہ کوئی قرآن کے معانی کا ادراک نہیں کر سکتا اسی لئے آنحضرت نے فرمایا ہے:

ستارے اہل زمین کو غرق سے بچانے والے ہیں۔ اور میرے اہل بیت میری امت کو اختلاف سے بچانے والے ہیں اگر کوئی عرب قبیلہ ان کی مخالفت

---

[1] پ ۲۲ ، س ۳۳ (احزاب) آیت ۳۳ = ترجمہ: اے پیغمبر کے اہل بیت خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو (ہر طرح کی) برائی سے پاک رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا ہی پاک و پاکیزہ رکھے۔

کرے گا تو اس میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور وہ لوگ حزب ابلیس سے ہو جائیں گے [1] لھذا شیعوں کے بارے میں اہل سنت جو کہتے ہیں کہ یہ لوگ غالی ہیں۔ جھوٹے ہیں تو ان کے قول کو اس وقت تک جھوٹا نہیں کہا جا سکتا جب تک ان کی دلیلیں سنیوں کے صحاح میں موجود ہیں۔

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۴۹ میں یہ حدیث ابن عباس سے مروی ہے۔ حاکم نے کہا ہے یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے ۱۲ ۔

سنّت نبوی

شیعوں اور سنیوں کی نظر میں

سنت نبوی ۔ رسول خداؐ کے قول و فعل و تقریر[1] کو کہتے ہیں ۔ تمام مسلمانوں کے نزدیک قرآن کریم کے بعد دوسرا مرجع احکام، عبادات و عقائد میں یہی سنت نبوی ہے ۔ اہل سنت ایک حدیث کی بنا پر جس کو امام احمدؒ[2] نے روایت کی ہے سنت نبوی کے ساتھ خلفائے راشدین ۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ ۔ کی سنت کو بھی شامل کرتے ہیں ۔ وہ حدیث یہ ہے: تم لوگوں پر میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا ضروری ہے اس پر بہت سختی سے عمل کرو، اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ یہ لوگ حضرت عمر ابن الخطاب کی سیرت پر نماز تراویح پڑھتے ہیں حالاں کہ رسول خداؐ نے اس سے ممانعت فرمائی تھی[3] اور بعض اہلسنت ۔ سنت نبوی کے ساتھ صرف خلفائے راشدین ہی کی نہیں بلکہ ہر صحابی کی سنت

---

[1] اس سے مراد یہ ہے کہ رسول خداؐ کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو نہ روکیں تو نہ روکنا اس کے مسنون ہونے کی دلیل ہے مترجم

[2] ۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۲۶

[3] صحیح بخاری جلد ۷ ص ۹۹ باب مایجوز من الغضب والشدۃ لامر اللہ

کا اضافہ کرتے ہیں [1] اسکے علاوہ بھی محدثوں کی بنا پر ایسا کرتے ہیں ایک حدیث یہ ہے:

میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے [2] دوسری یہ ہے: میرے اصحاب میری امت کے لئے امان ہیں ۔ [3]

حالاں کہ واقعہ یہ ہے کہ "اصحابی کالنجوم" کی حدیث اس حدیث کے مقابلہ میں گڑھی گئی ہے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: میرے اہل بیت کے آئمہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے اور یہ بات معقول بھی ہے کیوں کہ آئمہ اہل بیت، علم، زہد، ورع، تقویٰ میں بے مثال تھے جس کا ان کے دشمنوں کو بھی اقرار تھا۔ والفضل ما شھدت بہ الاعداء ان کے پیرو کاروں اور ماننے والوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے ان تمام باتوں کی تاریخ شاہد ہے،

اور اصحابی کالنجوم والی حدیث کو عقل سلیم قبول ہی نہیں کرتی ۔ کیوں کہ آنحضرتؐ کے بعض صحابہ مرتد ہو گئے تھے ۔۔۔ پھر ان کی پیروی کیسے باعث ہدایت ہو سکتی ہے؟ مترجم ۔۔۔۔ دوسری بات یہ کہ صحابہ نے بہت سے امور میں ایک دوسرے سے اختلاف کیا جس کی وجہ سے بعض [4] نے بعض پر طعن کیا اسی طرح ایک دوسرے [5] پر لعنت کرتے تھے بلکہ بعض صحابہ [6] نے دوسرے صحابہ سے قتال کیا،

---

[1] صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ، مسند احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۲۹۸ [2] دعائم الاسلام القاضی [3] جیسے وہ اصحاب جن سے حضرت ابوبکر نے جنگ کی تھی اور ان کا نام "اہل ردہ" رکھا تھا [4] جیسا کہ اکثر صحابہ نے عثمان بن عفان کے بارے میں طعن کیا ہے یہاں تک کہ انکو قتل کر ڈالا [5] جیسا کہ معاویہ نے کیا کہ وہ حضرت علیؑ پر لعنت کا حکم دیتا تھا [6] جیسے جنگ جمل، جنگ صفین، جنگ نہروان وغیرہ

شراب پینے، چوری کرنے، زنا کرنے وغیرہ افعال پر بعضوں پر حد جاری کی گئی پس کوئی بھی صاحب شعور اس حدیث کو کیسے تسلیم کر سکتا ہے جس میں ان جیسے لوگوں کی پیروی کا حکم دیا گیا ہو؟ بھلا جو شخص معاویہ کی پیروی کر کے حضرت علیؑ سے جنگ کرے وہ ہدایت یافتہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ جب کہ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ آنحضرتؐ نے معاویہ کو باغی گروہ کا سردار کہا ہے [۱]۔ ذرا عقل کے ناخن لیجئے جو شخص عمرو ابن عاص، مغیرۃ بن شعبۃ، بسر ابن ارطاۃ جیسے لوگوں کی پیروی کرے جنھوں نے اموی حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے بہت سے بے گناہوں کے قتل سے اپنے ہاتھوں کو بھرا ہو وہ کیسے ہدایت پر ہو سکتا ہے؟

میرے محترم قاری! اگر آپ "اصحابی کالنجوم" والی حدیث کو پڑھیں گے تو آپ خود ہی فیصلہ کر لیں گے کہ یہ حدیث جعلی ہے کیوں کہ اس حدیث کے مخاطب بھی خود صحابہ ہیں تو اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ائے میرے اصحاب تم میرے اصحاب کی اقتدا کرو! لیکن اس کے برخلاف حدیث: اے میرے اصحاب تم میرے اہل بیت کی پیروی کرو اس لئے کہ یہ ہی لوگ میرے بعد تمھاری ہدایت کریں گے۔

---

[۱]

حدیث وہ ہے

عَمَّار تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ

بالکل صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کیوں کہ سنت نبوی سے اس کی صحت کے لئے متعدد قرائن ہیں۔ اور شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حدیث:

عَلَیکم بِسُنّتی وَسُنّۃِ الخلفاء الرّاشِدِین المھدیین من بعدی

میں خلفائے راشدین سے آئمہ اہل بیت مراد ہیں انھیں کی پیروی کو رسولؐ خدا نے واجب بتایا ہے اور انہی سے تمسک کا حکم دیا ہے جیسے کتاب خدا کی۔ پیروی اور اس سے تمسک کا حکم دیا ہے [۱]

چوں کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ شیعوں کی طرح اہل سنت و الجماعت کی صحاح سے استدلال کروں گا ورنہ شیعوں کی کتابوں میں تو اس سے کہیں زیادہ دلیلیں اور اکثر عبارتیں بھری پڑی ہیں۔ [۲]

اس کے علاوہ شیعہ یہ نہیں کہتے کہ آئمہ اہل بیت کو حق تشریع ہے (یعنی ان کی سنت ان کے اجتہاد کا نتیجہ نہیں ہے) بلکہ ان کا نظریہ ہے کہ تمام احکام کتاب الٰہی اور سنت رسولؐ میں موجود ہیں۔ اور ان تمام احکام کی تعلیم رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو دی تھی اور حضرت علیؑ نے اپنی اولاد کو دی پس ان لوگوں کا علم میراث میں آیا ہے اور شیعہ

---

[۱] صحیح ترمذی جلد ۵ صـ ۳۲۸، صحیح مسلم جلد ۲ صـ ۳۶۲، نسائی نے خصائص میں، کنز العمال جلد ۱ صـ ۴۴، مسند احمد جلد ۵ صـ ۱۸۹، مستدرک حاکم جلد ۳ صـ ۱۴۸، صواعق محرقہ صـ ۱۴۸، طبقات کبریٰ جلد ۲ صـ ۱۹۴، طبرانی جلد ۱ صـ ۱۳۱

[۲] صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں علامہ صدوق رحمہ، نے اپنی کتاب اکمال کے اندر امام جعفر صادقؑ کے حوالے سے رسولؐ اسلام کی حدیث نقل کی ہے ارشاد ہے: میرے بعد ۱۲ امام ہونگے اول علیؑ اور آخر قائم یہی ۱۲ میرے خلفاء ہیں اور میرے وصیاء ہیں

حضرات اپنے اس نظریہ پر بہت سے دلائل پیش کرتے ہیں جن کو علمائے اہل سنت نے اپنی تاریخ و صحاح اور مسانید میں نقل کیا ہے ۔ لیکن پھر وہی سوال منہ کھولے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے کہ آخر اہل سنت والجماعت نے ان صحیح حدیثوں پر جو ان کے نزدیک بھی صحیح ہیں ۔ کیوں عمل نہیں کیا ؟

اس کے بعد جو حدیثیں رسول اسلامؐ سے ثابت ہیں ان کی تفسیر میں بھی شیعہ سنی اختلاف رکھتے ہیں ۔ جیسا کہ ہم نے "تفسیر قرآن میں اختلاف" کے ذیل میں توضیح بھی کی ہے ۔ اس کے علاوہ رسولؐ خدا کی وہ حدیث جو فریقین کے نزدیک مسلم ہے اور صحیح ہے اس میں "خلفائے راشدین" کی لفظ آئی ہے لیکن خلفائے راشدین کے مصداق میں دونوں کا نظریہ الگ ہے ، اہل سنت کے نزدیک اس سے وہ چاروں خلیفہ ۔ ابوبکر ، عمر ، عثمان ، علیؑ ــــــ مراد ہیں جو رسولؐ خدا کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوئے ۔ اور شیعوں کے نزدیک اس سے بارہ امام مراد ہیں جو آئمہ اہل بیت کہلاتے ہیں ۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جن اشخاص کی قرآن و رسولؐ نے مدح سرائی کی ہے یا مسلمانوں کو ان کی پیروی کا حکم دیا ہے ان تمام اشخاص کے بارے میں دونوں اختلاف نظر رکھتے ہیں مثلاً عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ اَفْضَلُ مِنْ اَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل یا اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الانبیاء[1] اب ان دونوں حدیثوں

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ کتاب العلم ، صحیح ترمذی کتاب العلم ۔ پہلی حدیث کا مطلب ہے ہماری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء سے افضل ہیں ، اور دوسری حدیث کا ترجمہ "علماء انبیاء کے وارث ہیں" ہے

میں لفظ علماء سے مراد اہل سنت کے یہاں تمام علماء اسلام ہیں اور شیعوں کے یہاں اس سے مراد بارہ امام ہیں اسی لئے یہ لوگ اماموں کو اولوالعزم پیغمبروں کو چھوڑ کر تمام انبیاء سے افضل مانتے ہیں۔ (یہ حقیقت ہے کہ آئمہ معصومین رسولؐ خدا کے علاوہ تمام انبیاء سے افضل ہیں اور اس پر قرآن شاہد ہے) "مترجم"

اور عقل بھی اس تخصیص کو قبول کرتی ہے (یعنی علماء سے مراد آئمہ معصومین ہیں) ملاحظہ فرمائیے۔

اولاً = قرآن مجید نے تاویل قرآن کا علم صرف راسخون فی العلم کے لئے محدود کیا ہے، اور کتاب کا علم صرف اپنے منتخب بندوں کے لئے مخصوص کیا ہے۔ اور یہ بھی تخصیص ہے اور رسول خداؐ نے بھی اپنے اہل بیت کے ایسے خصائص ذکر فرمائے ہیں جن میں کوئی دوسرا شریک ہی نہیں ہے — ان کو سفینۃ النجات (نجات کی کشتی) آئمۃ الھدیٰ (ہدایت کے امام) مصابیح الدجیٰ (تاریکی کے چراغ) ثقل ثانی کا لقب دیا ہے کہ یہ گمراہی سے محفوظ ہیں — لہذا یہی علماء امتی ہیں کوئی دوسرا نہیں۔

ثانیاً = قرآن اور سنت نبوی نے جس تخصیص کو ثابت کیا ہے اہل سنت کا قول اس کے مخالف ہے اور عقل بھی اہل سنت کے قول کو قبول نہیں کرتی کیوں کہ یہ قول غیر مفہوم ہے اور ان کے نظریہ کی بناء پر حقیقی اور غیر حقیقی علماء کی کوئی پہچان نہیں ہے جن علماء کے بارے میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے اور جن علماء کو عباسی و اموی خلفائنے لوگوں پر مسلط کیا ہے ان دونوں میں کوئی فرق ہی نہیں معلوم ہوتا — دوسری لفظوں میں عرض کروں جن کو خدا نے تعلیم دی اور حکمت عطا کی ان میں اور دوسروں میں بہت فرق ہے اور یہی وجہ ہے کہ آئمہ اہل بیت کے لئے تاریخ نے نہیں

لکھا کہ ان حضرات نے کسی کی شاگردی کی ہوس ہر بیٹا اپنے باپ سے علم حاصل کرتا تھا۔ اور علمائے اہل سنت نے بھی ان بارہ اماموں کے لئے عجیب وغریب روایات نقل کی ہیں خصوصیت کے ساتھ امام محمد باقرؑ، امام جعفر صادقؑ، امام علے رضاؑ، کے لئے لکھا ہے کہ مامون نے چالیس قاضیوں کو جمع کر کے امام رضاؑ سے مناظرہ کرایا۔ امام رضاؑ حالاں کہ بچے تھے لیکن آپ نے سب کو مغلوب کر دیا [۱]

اور اسی سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہر فقہی مسئلہ میں علمائے اہلسنت کے یہاں اختلاف ملتا ہے لیکن آئمہ اہل بیت کے یہاں کسی مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے۔

ثالثاً = اگر ہم اہل سنت کی بات مان لیں کہ آیات واحادیث میں عمومیت ہے کہ تمام علماء مراد ہیں تو نسلوں کے گزرنے کے ساتھ آراء و مذاہب میں بھی کثرت پیدا ہو جائے گی اور پھر ہزاروں مذہب ہو جائیں گے اور علمائے اہل سنت اس نکتہ کی طرف متوجہ ہو گئے اسی لئے انھوں نے چار اماموں کے بعد اجتہاد کے دروازے ہی کو بند کر دیا۔

لیکن شیعوں کا قول اتحاد و وحدت کی دعوت دیتا ہے کہ تمام مسلمانوں کو انھیں آئمہ معصومین کے دامن سے تمسک کرنا چاہئیے جنکو خدا و رسولؐ نے تمام ان معارف وعقائد سے آراستہ کر دیا تھا جن کی مسلمانوں کو قیامت تک ضرورت ہو گی اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کوئی شخص خدا و رسولؐ کے خلاف جھوٹی بات نہیں کہہ سکے

---

[۱] عقد فرید / ابن عبد ربہ ۔ فصول مہمہ / ابن صباغ مالکی جلد ۳ ص ۴۲

گا اور نہ کوئی نیا مذہب ایجاد کر سکے گا۔

اسی طرح شیعوں اور سنیوں میں امام مہدی عج کے بارے میں اختلاف ہے حالاں کہ مہدی عج والی حدیث دونوں کے یہاں صحیح و مسلم ہے لیکن شیعوں کے یہاں امام مہدی عج مشہور و معروف ہیں ان کے باپ دادا تک کا نام معلوم ہے اس کے بر خلاف اہل سنت کے یہاں ابھی تک ان کی شخصیت مجہول ہے وہ آخری زمانہ میں پیدا ہوں گے اسی لئے بہت سے لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ___ اگر شیعوں کی طرح معین شخصیت ہوتی تو کوئی بھی دعویٰ نہیں کر سکتا تھا ___ مترجم،

خود مجھ سے شیخ اسماعیل موسس طریقہ مدنیۃ نے کہا کہ میں ہی مہدی منتظر ہوں، میرا ایک دوست جو شیخ اسماعیل کا پیرو تھا اور خود بھی امام تھا وہ بھی اسی کا قائل تھا لیکن یہ شخص بعد میں شیعہ ہو گیا تھا ___ اور اسی نظریہ کے پیش نظر آپ نے دیکھا ہو گا کہ بہت سے سنی اپنے بچوں کا نام مہدی رکھتے ہیں۔ کہ شاید یہ ہی امام مہدی منتظر ہو، لیکن شیعوں کے یہاں کسی بچہ کا نام اس اعتبار سے مہدی نہیں رکھا جاتا ___ بلکہ اگر وہ لوگ اپنے بچہ کا نام مہدی رکھتے ہیں تو تیمناً و تبرکاً رکھتے ہیں جیسے ہم لوگ اپنے بچوں کا نام حصول برکت کے لئے محمدؐ یا علیؑ رکھتے ہیں۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ظہور مہدی شیعوں کے یہاں بذات خود ایک معجزہ ہے کیوں کہ وہ بارہ سو سال پہلے پیدا ہو کر غائب ہو چکے ہیں اس لئے یہ لوگ راحت و آرام سے ہیں ہر مدعی کا راستہ ہی بند کر دیا ہے۔

ان چیزوں سے قطع نظر کرتے ہوئے دیکھئے تو ایسی حدیث جو صحیح ہے

اور فریقین کے یہاں ثابت بھی ہے خواہ وہ اشخاص کسی سے بھی متعلق ہو پھر بھی سنی و شیعہ اس کے معنی میں اختلاف رائے رکھتے ہیں ، بطور مثال دیکھئے ایک حدیث ہے اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ = اہل سنت کہتے ہیں ایک مسئلہ کے اندر فقہی اختلاف مسلمانوں کے لئے رحمت ہے کیوں کہ جب کئی اقوال ہوں گے تو جس کے لئے جو قول مناسب ہوگا اسی کو اختیار کرے گا ، کیوں کہ اگر امام مالک کسی مسئلہ میں سخت ہیں تو آدمی ابو حنیفہ کی تقلید کر سکتا ہے (اسی طرح اس کے برعکس) چاہے وہ شخص مالکی ہو ۔

لیکن شیعہ حضرات اس حدیث (اختلاف امتی رحمۃ) کا مطلب کچھ اور بیان کرتے ہیں ان کے یہاں روایت ہے جب امام جعفر صادقؑ سے اس حدیث کا مطلب پوچھا گیا تو امامؑ نے فرمایا : رسولؐ خدا نے سچ فرمایا ہے ، اس پر سائل نے کہا جب امت کا اختلاف رحمت ہے تو اتفاق کو عذاب و نقمت ہونا چاہیئے ۔ امامؑ نے فرمایا اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو تمہارا خیال ہے اور عام لوگوں کا خیال ہے بلکہ آنحضرتؐ کا مطلب یہ ہے کہ بعض کا بعض کے پاس (تحصیل علم کے لئے جانا اور سفر کرنا یہ رحمت ہے (اختلاف کے معنی علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا ہے مترجم)

اس کے بعد امامؑ نے اپنے مطلب پر اس آیت سے استدلال فرمایا:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (پ ۱۱ س توبہ آیت ۱۲۲)

ان میں سے ہر گروہ کی ایک جماعت (اپنے گھروں سے) کیوں نہیں نکلتی تاکہ

علم دین حاصل کرے اور جب اپنی قوم کی طرف پلٹ کر آئے تو ان کو (عذاب آخرت سے) ڈرائے تاکہ یہ لوگ ڈریں! (یعنی علم دین کے حاصل کرنے کے لئے سفر کریں اسی کو حدیث میں "اختلاف امتی رحمۃ" سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے بعد امام نے اضافہ فرمایا کہ اگر دین میں اختلاف کریں گے تو شیطان کے گروہ میں سے ہو جائیں گے (انتھی)۔

دیکھئے یہ تفسیر مطمئن کرنے والی ہے کیوں کہ اتحاد عقیدہ کی طرف دعوت دیتی ہے نہ کہ اختلاف کی طرف تاکہ متعدد مذاہب نہ ہو جائیں کہ ایک ہی چیز کو ایک مذہب اپنے اجتہاد سے حلال بتائے اور دوسرا حرام بتائے، ایک مذہب مکروہ کہے دوسرا مستحب اور تیسرا واجب کہے [1]

دیکھئے عربی زبان میں اِخْتَلَفْتُ اِلَیْکَ اور اِخْتَلَفْتُ مَعَکَ دونوں جملوں میں بہت فرق ہے ــــ پہلے جملہ کا مطلب ہے میں نے آپ کا قصد کیا، آپ کے پاس آیا اور دوسرے کا مطلب ہے: مجھے آپ کی رای سے اختلاف ہے

اس کے علاوہ بھی اہل سنت کی تفسیر نامعقول ہے کیوں کہ یہ تفسیر اختلاف و افتراق کی دعوت دیتی ہے تعدد آراء و مذاہب کی ترویج کرتی ہے اور یہ قرآن مجید کے مخالف ہے کیوں کہ قرآن اتحاد کی دعوت دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

---

[1] جیسے بسم اللہ نماز میں امام مالک کے نزدیک مکروہ اور امام شافعی کے نزدیک واجب اور امام ابو حنیفہ و امام احمد کے نزدیک مستحب ہے۔

(۱) وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ (پ ۸ س ۲۳ (مومنون) آیت ۵۲)

(لوگو) یہ (دین اسلام) تم سب کا مذہب ایک ہی مذہب ہے اور میں تم لوگوں کا پروردگار ہوں تو بس مجھ ہی سے ڈرتے رہو

(۲) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (پ ۴ س ۳ (آل عمران) آیت ۱۰۳)

سب (لوگ) خدا کی رسی مضبوطی سے تھامے رہو۔

(۳) وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ (پ ۱۰ س ۸ (انفال آیت ۴۶)

آپس میں جھگڑا نہ کرو (ورنہ) تم ہمت ہار جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائیگی — ان آیات میں اتحاد کی دعوت دی گئی ہے

آپ ہی ذرا سوچئے امت واحدۃ کو مختلف ایسے احزاب و فرقوں کی طرف تقسیم کر دینے سے کہ جو ایک ایک کی مخالفت کرتا ہو، ایک دوسرے کا مذاق اڑاتا ہو، ایک دوسرے کو کافر کہتا ہو، بلکہ ایک دوسرے کا خون بہانا جائز سمجھتا ہو زیادہ کونسی نزاع اور کونسا بڑا تفرقہ ہو سکتا ہے؟ گذشتہ زمانوں میں جو کچھ ہو چکا ہے کیا وہ کم ہے؟ تاریخ اس کی سب سے بڑی گواہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ خداوند عالم نے برے نتائج سے بھی آگاہ کر دیا ہے اور ڈرایا ہے کہ اگر تم میں اختلاف ہو گیا تو اس کے نتائج بہت ہی برے ہوں گے — چنانچہ آپ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ؕ (پ ۴ رس ۳ / (آلِ عمران) آیت ۱۰۵)

اور کہیں تم ان لوگوں جیسے نہ ہو جانا جو آپس میں پھوٹ ڈال کے بیٹھ رہے اور روشن دلیلوں کے آجانے کے بعد بھی ایک منھ ایک زبان نہ رہے

(۲) إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ؕ (پ ۸ رس ۷ / (انعام) آیت ۱۵۹)

بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فریق بن گئے تمھیں ان سے کوئی سروکار نہیں ہے

(۳) وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (پ ۲۱ / س ۳۰ (روم) آیت ۳۱ / ۳۲ /)

مشرکین میں سے نہ ہو جانا جنھوں نے اپنے (اصلی) دین میں تفرقہ پردازی کی اور مختلف فرقے کے بن گئے جو (دین) جس فرقے کے پاس ہے اسی میں نہال ہے —

یہاں یہ بتاتا چلوں کہ شیعًا کا تعلق مذہب شیعہ سے نہیں ہے جیسا کہ بعض نافہم لوگوں کا خیال ہے، ایک مرتبہ ایک شخص بزعم خود مجھے نصیحت کرنے آیا اور کہنے لگا: میرے بھائی تم کو خدا کا واسطہ شیعہ مذہب چھوڑ دو کیوں کہ خدا ان کو دشمن رکھتا ہے اور اسنے اپنے رسولؐ کو حکم دیا ہے کہ ان میں سے نہ ہو جانا میں نے کہا: کیسے مجھے بھی تو بتاؤ، وہ شخص بولا إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا

شیعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۔ میں نے اس کو بہت سمجھانے کی کوشش کی

کہ شیعًا کے معنیٰ احزاب کے ہیں اس کا مذہب شیعہ سے کوئی ربط نہیں ہے،

شیعہ کی تو قرآن نے تعریف کی ہے: وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرَاهِيْمَ ۝

اِذْ جَاۗءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (پ ۲۳ / س ۳۷ / (الصافات) آیت ۸۴)

یقینًا ان کے شیعوں میں ابراہیم (بھی) تھے جب وہ اپنے پروردگار کی طرف

ایسا دل لے کے چلے جو (ہر عیب) سے پاک تھا دوسری جگہ ہے:

فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ

(پ ۲۰ / س ۲۸ / (القصص) آیت ۱۵)

وہاں دیکھا کہ آپس میں دو آدمی لڑے پڑے ہیں یہ (ایک) تو ان کی قوم (بنی اسرائیل)

میں کا ہے اور وہ (دوسرا) ان کے دشمن کی قوم (قبطی) کا ہے ـــــ لیکن بڑے

افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑ رہا ہے کہ اس نے میری بات کو تسلیم نہیں کیا کیوں کہ

امام مسجد نے اس کو یہی سمجھایا تھا لہٰذا اس کے علاوہ کچھ ماننے کو تیار ہی نہیں تھا

بہرحال میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں ـ شیعہ ہونے سے پہلے جب

میں اِخْتِلَافُ اُمَّتِيْ رَحْمَةٌ والی حدیث پڑھتا تھا اور اس کو اس حدیث:

سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ اِلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ

اِلَّا وَاحِدَةً [1]

(میری امت کے (۷۳) فرقے ہوں گے ایک کے علاوہ سب جہنمی ہوں گے) سے ملاتا

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الفتن ج ۲، حدیث ۳۹۹۲، مسند احمد حنبل جلد ۳ ص ۱۲۰، ترمذی کتاب الایمان ـ

تھا تو خود سے سوال کرتا تھا آخر یہ کیسے ممکن ہے ایک طرف تو اختلاف باعث رحمت ہے اور دوسری طرف اختلاف جہنمی ہونے کا سبب ہے؟ اس کے بعد جب امام جعفر صادقؑ کی اس حدیث کے بارے میں تفسیر پڑھی تب کہیں جاکر میری حیرت دور ہوئی اور پہیلی حل ہوئی اور مجھے یقین ہوگیا کہ آئمہ اہل بیت ہی آئمہ ہدیٰ اور مصابیح الدجیٰ ہیں۔ اور یہ ہی حضرات قرآن و سنت کے صحیح ترجمان ہیں اور واقعی یہ حضرات اس بات کے مستحق ہیں کہ رسولؐ ان کے بارے میں فرمائیں:

مَثَلُ اَهلِ بَيتِي فِيكُم كَسَفِينَةِ نُوحٍ مَن رَكِبَهَا نَجىٰ وَمَن تَخَلَّفَ عَنهَا غَرِقَ لَا تَتَقَدَّمُوهُم فَتَهلِكُوا وَلَا تَتَخَلَّفُوا عَنهُم فَتَهلِكُوا وَلَا تُعَلِّمُوهُم فَاِنَّهُم اَعلَمُ مِنكُم ۔ [۱]

وہ تمہارے درمیان میرے اہل بیت کی مثال نوح کی کشتی کی طرح ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پاگیا اور جو اس سے الگ رہا ڈوب گیا (پس اے لوگو تم بھی) نہ اہل بیت سے آگے بڑھنا اور نہ ان سے تخلف اختیار کرنا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے ان کو تعلیم دینے کی کوشش نہ کرنا کیوں کہ یہ تم سے زیادہ صاحب علم ہیں،،

اور حضرت علیؑ مستحق تھے کہ آنحضرتؐ ان کے بارے میں فرمائیں:

اُنظُرُوا اَهلَ بَيتِ نَبِيِّكُم فَالزِمُوا سِمَتَهُم وَاتَّبِعُوا اِثرَهُم فَلَن يُخرِجُوكُم

---

[۱] صواعق محرقہ ص ۱۳۶ و ص ۲۲۱، جامع صغیر ج ۲ / ص ۱۳۲، مسند احمد جلد ۳ / ص ۱۷ و جلد ۴ / ص ۳۶۶۔ حلیۃ الاولیاء جلد ۴ / ص ۳ 306 ISTvmhgOhmIP ص 151 تلخیص الذہبی المعجم الصغیر / طبرانی جلد ۲ / ص ۲۲۔

مِن ھدیً وَلَنْ یُعِیدُوْکُمْ فِیْ رَدیً فَاِنْ لَبَدُوْا فَالْبُدُوْا وَاِنْ نَھَضُوْا فَانْھَضُوْا وَلَا تَسْبِقُوْھُمْ فَتَضِلُّوْا وَلَا تَتَاَخَّرُوْا عَنْھُمْ فَتَھْلِکُوْا ؎۱

"اپنے نبی کے اہل بیت کی طرف نظر کرو، ان کے طریقہ سے جدا نہ ہو۔ ان کے رفتار کی پیروی کرو، وہ تم کو ہرگز راہ راست سے باہر نہیں لے جائیں گے، اور ہلاکت و گمراہی کی طرف ہرگز نہیں پلٹائیں گے، پس اگر یہ لوگ اپنے گھروں میں بیٹھیں تو تم بھی اپنے گھروں میں بیٹھو، اور اگر یہ قیام کریں تو تم بھی قیام کرو، ان سے آگے نہ بڑھو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور ان سے پیچھے نہ رہو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے"

ایک اور خطبہ؎۲ میں حضرت علیؑ اہل بیت کی قدر و منزلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آلِ محمدؐ علم و دانائی کو زندہ کرنے والے اور جہالت کیلئے موت ہیں، تم کو ان کا حلم ان کے علم کی خبر دے گا۔ ان کا ظاہر تم کو ان کے باطن سے مطلع کرے گا، ان کی خاموشی ان کے حکمت و گفتار کو بیان کرے گی۔ آلِ محمدؐ کبھی حق کی مخالفت نہیں کریں گے اور نہ اس میں اختلاف کریں گے۔ یہ حضرات اسلام کے ستون ہیں اور اس کی پناہ گاہ ہیں۔ انھیں کی وجہ سے حق اپنی جگہ پر واپس آتا ہے اور باطل اپنی جگہ چھوڑ دیتا ہے ظہور حق کے ساتھ باطل کی زبان کٹ جاتی ہے۔

آلِ محمدؐ نے دین کو حفاظت و رعایت کی عقل سے سمجھا ہے نہ کہ صرف

؎۱ نہج البلاغہ جلد ۲، ص ۱۹۰ ؎۲ نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۴۳۹

سن لیا ہے اور نقل کیا ہے کیوں کہ علم کی روایت کرنے والے تو بہت ہیں مگر اس کی رعایت کرنے والے بہت کم ہیں۔ انتھیٰ

واقعی حضرت علیؑ نے جو بیان کیا ہے وہ بہت ہی سچائی پر مبنی ہے اور کیوں نہ ہو آخر آپ ہی تو باب مدینۃ العلم تھے۔ دین کو حفظ کر لینا اور اس پر عمل کرنا اور اس کی رعایت کرنا اور ہے اور سن لینا اور نقل کرنا اور بات ہے، سننے والے اور روایت کرنے والے تو بہت ہیں آخر کتنے ہی صحابہ رسول خداؐ کے پاس بیٹھتے تھے اور ان سے حدیثیں سن کر نقل کرتے تھے لیکن یہ سب بغیر سمجھے بوجھے کرتے تھے اس لئے کبھی مفہوم بدل دیتے تھے اور کبھی رسول کے مقصد کے بالکل ہی خلاف کر جاتے تھے اور کبھی تو کفر کی باتیں کرتے تھے کیوں کہ یہ سیدھے سادھے لوگ حقیقی مطلب کو سمجھ ہی نہیں پاتے تھے سلہ

سلہ اس کی ایک مثال سنیئے ابو ہریرہ کی حدیث ہے خدا نے آدمؑ کو اپنی صورت پیدا کیا ہے "ان اللہ خلق آدم علی صورتہ"۔ لیکن امام جعفر صادقؑ نے وضاحت فرمائی کہ دو آدمی آپس میں ایک دوسرے کو گالی دے رہے تھے تو اس میں سے ایک نے کہا خدا تیرے چہرے کو اور جو تجھ سے مشابہ ہے اس کے بھی چہرے کو قبیح و بدصورت بنا دے تو رسول خداؐ نے فرمایا:

"ان اللہ خلق آدم علی صورتہ" یعنی اے شخص تو نے مشابہت رکھنے والے کو گالی دے کر جناب آدم کو بھی گالی دی کیوں کہ وہ بھی مشابہ ہیں۔

حدیث میں (ہ) کا مرجع آدم ہیں خدا نہیں ہے ورنہ خدا کے لئے چہرہ ماننا ہوگا اور یہ کفر ہے۔

لیکن جو لوگ علم کو حفظ کرتے تھے مراعات کرتے تھے ان کی تعداد بہت ہی کم تھی اور ہے، کبھی انسان اپنی پوری زندگی علم حاصل کرنے میں صرف کردیتا ہے مگر بہت مختصر علم حاصل کر پاتا ہے اور صرف ایک باب یا ایک فن میں تخصّص حاصل کر پاتا ہے تمام ابواب کا علم حاصل کرنا ناممکن ہوجاتا ہے، یہ بات صرف آئمۂ اہل بیت کو حاصل تھی کہ وہ شتّی العلوم کے عالم و عارف تھے اور حضرت علیؑ نے اس کو ثابت کرکے دکھا دیا جیسا کہ ارباب تاریخ خود ہی شہادت دیتے ہیں، اسی طرح امام باقرؑ و امام صادقؑ نے بھی اس کو ثابت کر دکھایا جن کے مختلف علوم — مثلاً فلسفہ، طب، کیمیا، فقہ، علوم طبیعی وغیرہ — میں ہزاروں شاگرد تھے

عقائد

شیعہ وسنی کی نظر میں

جس چیز نے مجھے مزید اطمینان بخشا کہ مذہب شیعہ ہی فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) ہے وہ یہ ہے کہ ان کے عقائد بہت آسان اور سب ہی کے لئے قابل قبول ہیں ان کے یہاں ہر مسئلہ اور ہر عقیدہ کا شافی حل موجود ہے اور آئمہ اہل بیت کی اس کے بارے میں سکون بخش تفسیر ہے، لیکن اہل سنت ہوں یا کوئی دوسرا فرقہ ان کے یہاں یہ بات نہیں ہے۔

میں اس فصل میں فریقین کے بعض اہم عقائد کا تذکرہ کروں گا اور یہ بتاؤں گا کہ کس چیز سے مجھے اطمینان ہوا اور دوسروں کے لئے فیصلہ چھوڑ دوں گا شخص کو جرح، قدح، رد و قبول کا حق ہے اور آزادی رائی حاصل ہے۔

یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ تمام مسلمانوں کے نزدیک ایمان باللہ ملائکہ وکتب و رسل کا عقیدہ وہ بنیادی عقیدہ ہے جس میں نہ توکسی کو اختلاف ہے اور نہ رسولوں میں کسی قسم کی تفریق ہے جیسے کہ تمام مسلمان جنت و نار، بعثت و حشر کے عقیدہ پر بھی اتفاق رائے رکھتے ہیں ___ اسی طرح سارے مسلمان ایک قرآن ایک قبلہ، ایک دین اور محمد مصطفےٰؐ کے آخری رسول ہونے پر متفق ہیں، لیکن ان عقائد کے مفہوم میں اچھا خاصہ اختلاف ہے جس کا مظاہرہ مدارس کلامیہ و

فقہیہ وسیاسیہ میں ہوتا ہے۔

وحدانیت

دونوں کے نظر میں

پروردگار عالم کے سلسلہ میں سب سے اہم موضوع (روئت باری) کا مسئلہ ہے، اہل سنت حضرات آخرت میں ہر مومن کے لئے دیدار الٰہی کے قائل ہیں اور جب ہم ان کی صحاح (بخاری، مسلم وغیرہ) کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حقیقتاً رویت کے قائل ہیں نہ کہ مجازاً[1]۔ اور ایسی روایات موجود ہیں جو اس کی تاکید کرتی ہیں۔ بلکہ ان میں خدا کی تشبیہ بھی پائی جاتی ہے اور اور یہ کہ خدا ہنستا ہے[2] آتا جاتا ہے چلتا پھرتا ہے آسمان دنیا پر نزول اجلال کرتا ہے[3] بلکہ خدا اپنی اس پنڈلی کو کھول دے گا جس میں ایسی علامت ہے کہ جس کے ذریعے پہچان لیا جائے گا[4] خدا جہنم میں اپنا پاؤں ڈال دے گا تو اس کا پیٹ بھر جائے گا اور وہ کہے گا بس بس۔ اسی طرح کے دیگر وہ صفات جن سے

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۴۷، جلد ۵ ص ۱۷۸، جلد ۶ ص ۳۳

[2] صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۲۶ جلد ۵ ص ۴۷ و صحیح مسلم جلد (۱)، ص ۱۱۴ و ص ۱۲۲

[3] صحیح بخاری جلد ۸ ص ۱۹۷ [4] صحیح بخاری جلد ۸ ص ۱۸۲

خدا منزہ و مبرا ہے یہ لوگ خدا کے لئے ثابت کرتے ہیں [۱]

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ افریقہ کے مشرقی ملک کینیا کے ایک شہر "لاموٗ" سے میرا گزر ہوا، وہاں میں نے ایک وہابی پیشنماز کو مسجد کے اندر خطبہ دیتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا: خدا کے (بھی) دو ہاتھ، دو پیر، دو آنکھیں، ایک چہرہ ہے، میں نے یہ سن کر اس کی تردید کی تو وہ قرآنی آیات سے استدلال کرنے لگا کہ دیکھئے خود قرآن میں ہے: وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ (پ ۶ دس مائدہ) آیت ۶۴)

اور یہودی کہنے لگے کہ خدا کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ یعنی وہ بخیل ہے ـــ انھیں کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں گے اور ان کے (اس) کہنے پر خدا کی پھٹکار (برسے خدا کا ہاتھ بھلا کیوں بندھنے لگا) بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں دوسری جگہ ہے: واصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا.....

(پ/۱۲/س/۱۱/(ہود) آیت ۳۷)

اور ہمارے حکم سے ہمارے روبرو کشتی بناؤ۔ ـــ تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ..... (پ ۲۷ س ۵۵ (رحمان) آیت ۲۷)

جو مخلوق زمین پر ہے سب فنا ہونے والی ہے اور صرف تمھارے پروردگار

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۸ ص ۱۸۷ و ص ۲۰۲ پر ہے۔

کی ذات باقی رہے گی ۔

میں = میرے بھائی یہ آیتیں اور ان کے علاوہ دوسری آیات بھی مجاز ہیں حقیقت نہیں ہیں

وہابی = پورے کا پورا قرآن حقیقت ہے اس میں مجاز ہے ہی نہیں ۔

میں = اچھا پھر اس آیت کی کیا تفسیر کریں گے ؟ وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ أَعْمٰى

فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمٰى .... پ ۱۵ س ۱۷ (اسراء) آیت ۷۲

جو شخص اس دنیا میں اندھا بنا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا ! کیا آپ اسکو حقیقی

معنی پر حمل کریں گے ؟ یعنی دنیا کا ہر اندھا آخرت میں بھی اندھا ہوگا ؟

وہابی = ہم خدا کے ہاتھ، پاؤں، چہرہ کے بارے میں بحث کر رہے ہیں کسی کے اندھے

ہونے سے کیا واسطہ !

میں = خیر اندھے پن کو چھوڑیئے آپ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کے بارے میں کیا کہینگے؟

وہابی = حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر بولا کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو اس آیت

کو نہ سمجھتا ہو ؟ یہ تو بہت ہی واضح ہے جیسے کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے :

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ (پ ۲۰ ، س ۲۸ (قصص) آیت ۸۸)

اس کی ذات کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے ۔

میں = اماں تم نے گیلی مٹی میں اور پانی ملا دیا ۔ برادر ہمارا اور آپ کا اختلاف

قرآن کے بارے میں ہے آپ کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں مجاز نہیں ہے پورے

کا پورا قرآن حقیقت ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ قرآن میں مجاز کا بھی استعمال

ہے خصوصاً وہ آیات مشتمل بر مجاز ہیں جن میں خدا کی تجسیم یا تشبیہ کا ذکر ہے،

اب اگر آپ کو اپنی رائے پر اصرار ہے تو آپ کو "كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ" کا

مطلب یہ ماننا پڑے گا کہ خدا کے دونوں ہاتھ دونوں پیر بلکہ پورا جسم فنا ہو جائے گا صرف اس کا چہرہ باقی رہے گا تعالیٰ اللہ مِن ذالک علواً کبیراً ۔ پھر میں حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر بولا کہ آپ حضرات اس تفسیر پر راضی ہیں؟ یہ سن کر تمام حاضرین خاموش ہو گئے اور وہ وہابی عالم بھی ایک لفظ نہ بولا، پھر میں اس سے رخصت ہو کر چلا آیا اور اس کے لئے ہدایت و توفیق کی دعا کی ،

اب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان کی صحاح میں اور ان کی تقریروں میں بھی یہ ہی عقیدہ ہے ، میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ بعض علمائے اہل سنت اس کو نہیں مانتے لیکن اکثریت رویت باری کا عقیدہ رکھتی ہے کہ آخرت میں خدا کا دیدار ہوگا ، اور خدا چودھویں رات کے چاند کی مانند دکھائی دے گا کوئی حجاب بھی درمیان میں نہ ہوگا اور اپنے اس عقیدے پر اس آیت :

وُجُوہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ (پ ۲۹ س ۵، (قیامت) آیت ۲۲ ، ۲۳)

(اس روز بہت سے چہرے تو تروتازہ بشاش ہونگے (اور) اپنے پروردگار کی نعمت کو دیکھ رہے ہونگے) سے استدلال کرتے ہیں [1] لیکن اس سلسلہ میں جب آپ شیعہ عقیدہ دیکھیں گے تو آپ کی روح جھوم اٹھے گی اور قرآن کی جن آیتوں میں تجسیم یا تشبیہ کا ذکر ہے ان کی تاویل سے آپ کا دل باغ باغ

---

[1] آئمہ اہل بیت نے "اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ" کا مطلب اپنے رحمت رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے بیان کیا ہے (یعنی اِلٰی، اٰلاء، کا واحد ہے نہ کہ حرف جر ہے جیسا کہ لوگوں کو شبہ ہوا اور الاء کے معنی نعمت کے ہیں مترجم)

ہو جائے گا اور سمجھ لیں گے کہ یہ آیات بطور مجاز و استعارہ استعمال کی گئی ہیں نہ کہ ان کے حقیقی معنیٰ مراد ہیں اور نہ ان کو ظواہر الفاظ پر حمل کیا جا سکتا ہے ۔۔۔ (اسی تاویل کے پیش نظر آیت کا ترجمہ کیا گیا ہے مترجم)

حضرت علیؑ کا وحدانیت کے سلسلہ میں ایک بیان ملاحظہ فرمایئے :
وَلَا یُدْرِکُہٗ بُعْدُ الْھِمَمِ وَلَا یَنَالُہٗ غَوْصُ الْفِطَنِ اَلَّذِیْ لَیْسَ لِصِفَتِہٖ حَدٌّ مَحْدُوْدٌ وَلَا نَعْتٌ مَوْجُوْدٌ وَلَا وَقْتٌ مَعْدُوْدٌ وَلَا اَجَلٌ مَمْدُوْدٌ ۔۔۔ [۱]

ذات خدا کا ادراک بلند ہمتیں (بھی) نہیں کر سکتیں اور نہ عقولِ زیرک غواصی کر کے حقیقت ذات کے گہر آبدار کو تلاش کر سکتی ہے اس خدا کی نہ تو حدی تعریف ممکن ہے نہ رسمی نہ اس کے لئے وقت کو شمار کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کے مدت کی انتہا معین کی جا سکتی ہے ،

امام محمد باقرؑ مشبّہہ فرقہ کی رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں : ہم اپنے عقول کے ذریعہ چاہے جتنے دقیق معنیٰ سے اس کو متمیز کریں پھر بھی وہ ہماری طرح مخلوق و مصنوع ہو گا جو ہماری طرف پلٹا دیا جائے گا [۲]

اس عقیدہ کی رد کے لئے خود قرآن کی آیت کافی ہے ارشاد ہوتا ہے
(۱) لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (پ ۲۵ س ۴۲ (شوریٰ) آیت ۱۱)

---

[۱] شرح نہج البلاغۃ محمد عبدہ ج (۱) خطبۂ (۱) ۔۔
[۲] عقائد الامامیۃ ۔۔۔۔۔۔

(کوئی) چیز اس کی مثل نہیں ہے

(۲) لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ (پ ۷ س ۶ (انعام) آیت ۱۰۳)

آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں (نہ آخرت میں نہ دنیا میں)

جب جناب موسیٰ نے رویت کا سوال کیا تو خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

۳ لَنْ تَرَانِیْ ۔ پ ۹ س ۷ (اعراف) آیت ۱۴۳)

(اے موسیٰ) تم ہم کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے اور علامہ زمخشری کے نزدیک لَنْ نفیٔ تابید پر دلالت کرتا ہے ۔۔۔ یہ تمام باتیں قول شیعہ کی صحت پر دلالت کرتی ہیں اور وہ لوگ اس سلسلہ میں اہل بیت "جو معدن علم و موضع رسالت ہیں" کے اقوال پیش کرتے ہیں ۔

جو شخص اس بحث میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا ہو اس کو اس موضوع پر لکھی ہوئی بڑی بڑی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے جیسے علامہ سید شرف الدین صاحبِ "المراجعات" کی کتاب (کلمۃ حول الرّویۃ) وغیرہ ۔۔۔۔

نبوت

دونوں کی نظر میں

اس سلسلہ میں شیعوں اور سنیوں کے درمیان (سب سے پہلے تو) عصمت کا مسئلہ ہے، شیعوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد معصوم ہوتے ہیں۔ اور اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ صرف کلام الٰہی کی تبلیغ تک انبیاء معصوم ہوتے ہیں اس کے علاوہ تمام چیزوں میں عام انسانوں کی طرح ہیں کبھی غلطی کرتے ہیں کبھی راہ صواب تک پہنچتے ہیں ان لوگوں کی صحاح کے اندر متعدد ایسی روایات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے بہت سے مقامات پر غلطی کی اور بعض اصحاب نے اس کی اصلاح کی جیسے بدر کے قیدیوں کے بارے میں رسول خداؐ سے غلطی ہوئی اور حضرت عمر کی رائے صحیح نکلی اور اگر حضرت عمر نہ ہوتے تو رسولؐ اللہ ہلاک ہو جاتے [1] ملاحظہ فرمایئے

(۱) جب آپؐ مدینہ تشریف لائے تو دیکھا مدینہ والے تابیر (کھجوروں کو جوڑا کھلا رہے ہیں) کا کام کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا:

---

[1] البدایۃ والنہایۃ منقول از امام احمد، مسلم و ابی داؤد، ترمذی۔

ان کی تابیر نہ کرو یہ خود ہی مستقبل میں کھجوریں ہو جائیں گی، لیکن سب کی سب خراب ہو گئیں تب مدینہ کے لوگ آپ کی خدمت میں آئے اور شکایت کرنے لگے تب آپ نے فرمایا: بھائی تم لوگ دنیاوی معاملات میں مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہو، دوسری روایت میں ہے: میں بھی تمھاری طرح کا ایک انسان ہوں اگر، تمھاری دنیا کے بارے میں تم کو حکم دوں تو اس کو کرو اور اگر اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بھی انسان ہی ہوں۔ [۱]

(۲) روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ پر سحر کر دیا گیا اور آپؐ کا عالم یہ ہو گیا کہ آپؐ کیا کرتے ہیں اس کا آپ کو پتہ ہی نہیں چلتا تھا آپؐ کو خیال ہوتا تھا کہ عورتوں کے پاس گئے ہیں [۲] حالانکہ ایسا نہیں تھا آپ کو کبھی خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی چیز بنائی ہے حالانکہ کچھ بھی نہیں بناتے تھے [۳]

(۳) یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نماز میں بھول گئے یہ بھی پتہ نہیں چلا کہ آپ نے کتنی رکعتیں پڑھیں [۴]

(۴) ایک مرتبہ آپ سو گئے اور گہری نیند میں چلے گئے یہاں تک کہ آپ کے خراٹے بلند ہونے لگے پھر آپ بیدار ہوئے اور بغیر وضو کے آپ نے نماز پڑھائی [۵]

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۷ ص ۹۵، مسند احمد حنبل جلد ۱ ص ۱۶۲ و جلد ۳ ص ۱۵۲

[۲] بخاری جلد ۷ ص ۲۹۔

[۳] بخاری جلد ۸ ص ۶۸۔

[۴] بخاری جلد ۱ ص ۱۲۳ اور جلد ۲ ص ۶۵

[۵] بخاری جلد ۱ ص ۳۷ اور ص ۴۴ و ص ۱۷۱،

(۵) یہ بھی روایت ہے کہ جب آپؐ کو غصہ آجاتا تھا تو ناحق لوگوں کو گالیاں دینے لگتے تھے اور ان پر لعنت کرنے لگتے تھے اور پھر فرماتے تھے: خداوندا میں بھی ایک انسان ہوں جس کسی مسلمان کو میں نے گالی دی ہے یا اس پر لعنت کی ہے اس کو میرے لئے زکوٰۃ اور رحمت قرار دے۔[1]

(۶) یہ روایت بھی ملاحظہ فرمائیے آپؐ جناب عائشہ کے گھر میں رانوں کو کھولے چت لیٹے تھے اتنے میں ابوبکر داخل ہوئے تو آپ ان سے اسی حالت میں گفتگو کرنے لگے پھر حضرت عمر آئے ان سے بھی اسی حالت میں گفتگو فرمائی اور جب حضرت عثمان نے بازیابی کی اجازت چاہی تو فوراً بیٹھ گئے رانوں کو ڈھک لیا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا: آخر جس شخص سے ملائکہ شرماتے ہوں بھلا میں اس سے کیونکر نہ شرماؤں؟[2]

(۷) لگے ہاتھ یہ روایت بھی سماعت فرمائیے: آپ ماہ رمضان میں جب صبح کو اٹھتے تھے تو (کبھی) مجنب ہوتے تھے اس لئے نماز صبح چھوٹ جاتی تھی۔[3]

اسی قسم کی جھوٹ و باطل روایات موجود ہیں جن کو نہ عقل قبول کرتی ہے نہ دین! اور مروت کے بھی خلاف ہے، ان روایات کے پیچھے صرف یہ نظریہ کارفرما تھا کہ رسولؐ کی شخصیت کو داغدار بنایا جائے اور آنحضرتؐ

---

[1] سنن الدارمی کتاب الرقاق [2] مسلم باب فضائل عثمان جلد ۷ ص ۱۱۷

[3] بخاری جلد ۲ ص ۲۳۲ اور ص ۲۳۴

کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جائیں جس کو یہ لوگ خود اپنے لئے بھی پسند نہیں کرتے [1]

اقول :- اور یہ بھی نظریہ تھا کہ دوسروں کو خوب گلچھرے اڑانے کا جواز مل جائے۔ اور خلافت ثلاثہ صحیح ثابت ہو جائے کیونکہ جیسا رسول ہوگا ویسے ہی اس کے نائب ہوں گے۔ خلفاء کو معصوم تو ثابت نہیں کیا جا سکتا اس لئے رسول کو غیر معصوم ثابت کر دیا، اب غیر معصوم کا نائب غیر معصوم ہی ہوگا۔ مترجم

لیکن اس کے برخلاف شیعہ امامیہ اپنے اماموں کے حکم کے مطابق تمام انبیاء کو ان خرافات سے منزہ مانتے ہیں خصوصاً مرسل اعظم کے متعلق ان کا یہ نظریہ ہے کہ آں حضرتؐ تمام غلطیوں، گناہوں سے چاہے وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ قبل بعثت و بعد بعثت اسی طرح معصوم ہیں جس طرح سہو، نسیان، جادو، سحر، اور ہر وہ چیز جو عقل کو بیکار کر دے اس سے پاک و پاکیزہ ہیں بلکہ آپ خلاف مروت کاموں سے اور ہر اس کام سے بری ہیں جو اخلاق حمیدہ کے خلاف ہو مثلاً راستہ چلتے کھانا بلند آواز سے قہقہہ لگانا، ناجائز مذاق کرنا، کوئی بھی ایسا کام کرنا جو عرف عام میں ناپسندیدہ ہو چہ جائیکہ مجمع عام میں بیوی کے گالوں پر گال رکھنا، بیوی کے ساتھ مل کر حبشیوں کا ناچ دیکھنا [2] یا کسی غزوہ میں اپنی بیوی کے ساتھ دوڑ لگانا اور ایک مرتبہ بیوی کا جیتنا دوبارہ نبی کا جیتنا اور فرمانا یہ اس کے بدلے میں ہے [3]

---

[1] بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۱۴ اور جلد ۷ صفحہ ۹۶ [2] بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۲۸ و جلد ۲ صفحہ ۳ کتاب العیدین [3] مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۳۹ و ۲۶۴

شیعہ حضرات ان تمام روایتوں کو جو عصمت انبیاء کے مخالف ہیں امویوں اور ان کے ہوا خواہوں کی من گڑھت سمجھتے ہیں، اور اس بارے میں کہتے ہیں: ان روایات کو پیغمبرؐ اسلام اور ان کے اہل بیت کی عظمت کو گرانے کے لئے وضع کیا گیا ہے اور یہ دشمنوں کی جعل کردہ روایات ہیں ان روایات کو اس لئے گڑھا گیا ہے تاکہ ان کے قبیح اعمال ان کی ان غلطیوں کے لئے عذر بن سکیں جن کو تاریخ نے اپنے دامن میں محفوظ کیا ہے جب رسولؐ اسلام غلطی کر سکتے ہیں اور خواہشات نفس کی پیروی کر سکتے ہیں جیسا کہ ان لوگوں نے روایت کی ہے کہ جناب زینب اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی تھیں "اور اس وقت آپ زید بن حارثہ کے حبالۂ عقد میں تھیں" اتنے میں پیغمبرؐ اسلام کی نظر پڑ گئی اور آپ زینب پر عاشق ہو گئے اور فرمایا: سبحان اللہ مقلب القلوب [1]

یا عائشہ کی طرف زیادہ میلان کا قصہ اور دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ ناانصافی کرنا یہاں تک کہ ازواج نے ایک مرتبہ فاطمہؑ کو واسطہ بنا کر پیغمبر اسلام کو عدل کرنے پر قسم دلایا [2]

تو جب خود رسولؐ کی یہ حالت تھی تو پھر معاویہ، مروان بن الحکم، عمرو عاص، یزید بن معاویہ بلکہ تمام وہ خلفا جنھوں نے اس قسم کے اقدامات کئے اور محرمات کے ساتھ زنا کئے، بے گناہوں کے قتل کئے ان کی کیونکر ملامت کی جا سکتی ہے؟

---

[1] تفسیر جلالین درضمن تفسیر آیہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ

[2] مسلم جلد ۷ ص ۱۳۸ باب فضائل عائشہ۔

بقول شاعر علیہ " چون کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی "

یا بقول عرب شاعر :- شعر

اذا کان رب البیت للدف ضاربًا فلا تلومن الصبیان فی حالۃ الرقص

جب گھر کا بزرگ دف بجا رہا ہو تو بچوں کے ناچنے پر ملامت نہ کرو ۔

لیکن اہل بیت جنکو شیعہ معصوم مانتے ہیں " اور اَہْلُ الْبَیْتِ اَدْرٰی بِمَا فِیْہِ " (گھر والے گھر کی چیزوں کو زیادہ جانتے ہیں) وہ ان تمام آیات کی تاویل کرتے ہیں جن کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خدا نے عَبَسَ وَتَوَلّٰی کہہ کر اپنے نبی پر عتاب کیا ہے یا جن سے نبی کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے مثلاً

(۱) " لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ (پ ۲۶ س ۴۸ / (فتح) آیت ۲)

تا کہ خدا تمہارے گذشتہ و آیندہ گناہ معاف کر دے ،

(۲) لَقَدْ تَابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ (پ ۱۱ / س ۹ / (توبہ) آیت ۱۱۷)

البتہ خدا نے نبی کی توبہ قبول کر لی ۔

(۳) عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ (پ ۱۰ س ۹ (توبہ) آیت ۴۳

(اے رسولؐ) خدا آپ سے درگزر فرمائے تم نے انھیں (پیچھے رہ جانے کی) اجازت ہی کیوں دی ۔

ان آیات سے رسولؐ خدا کی عصمت پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ بعض آیتوں کے مصداق ہی آپ نہیں ہیں (مثلاً عَبَسَ وَتَوَلّٰی سے حضرت عثمان مراد ہیں ، مترجم)

اور بعض دیگر آیات محمول بر مجاز ہیں، ان کے ظواہر مراد نہیں ہیں جیسے کہ محاورہ میں بولا جاتا ہے" اِيَّاكِ اَعْنِيْ وَاسْمَعِيْ يَاجَارَة "یعنی مراد تو کوئی ہے لیکن خطاب کسی اور سے ہے اور قرآن نے بھی اسی طرح کا استعمال کیا ہے، اگر کوئی صاحب تفصیلی معلومات چاہتے ہوں تو شیعوں کی تفاسیر کا مطالعہ فرمائیں

مثلاً (۱) المیزان فی تفسیر القرآن ـــــــــ علامہ طباطبائی رح ـــــ

(۲) البیان ـــــــــ علامہ خوئی ادام اللہ ظلہ

(۳) تفسیر الکاشف ـــــــــ علامہ جواد مغنیۃ ـــــ

(۴) کتاب الاحتجاج ـــــــــ طبرسیؒ وغیرہ ـــــ

کیونکہ میرا مقصد تو اختصار ہے اور فریقین کے عقائد کا اظہار ہے۔ اور اس کتاب کے تالیف کا مقصد صرف یہ ہے کہ میں شخصی طور پر کیونکر مطمئن ہوا اور میں نے کیوں شیعہ مذہب اختیار کیا جو عصمت انبیاء اور ان کے بعد عصمتِ اوصیاء کا قائل ہے۔ اور میری فکر کو راحت نصیب ہوئی، اور جس کی وجہ سے شک و تحیر اور شیطانی وسوسوں سے مجھے نجات مل گئی، شیطان کبھی میری غلطیوں کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا تھا اور میرے فاسد اعمال کو صالح ثابت کرتا تھا اور کبھی مجھے افعال و اقوالِ آنحضرتؐ کے بارے میں مبتلائے شک کر دیتا تھا جس کے بعد دیگر احکام میں شک ہو جاتا تھا انتہا یہ ہے کہ کبھی مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (پ ۲۸ س ۵۹ (حشر) آیت ۷)

"رسولؐ جو تم کو دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو"

میں شک ہو جاتا تھا کہ کہیں یہ خود رسولِ خداؐ کا کلام تو نہیں ہے؟ یہ کلام خدا نہیں ہے۔ لیکن شیعہ مذہب اختیار کرنے کے بعد مجھے پورا سکون ہو گیا اور سارے وسوسے ختم ہو گئے ــــ

اب رہا یہ نظریہ کہ آنحضرتؐ صرف تبلیغ کلام الٰہی میں معصوم ہیں تو یہ بالکل لغو اور واہیات نظریہ ہے اس پر کوئی معقول دلیل نہیں ہے کیونکہ اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ کلام کی یہ قسم خدا کی طرف سے ہے اور وہ قسم خود رسولؐ کی طرف سے ہے جس کے نتیجہ میں آنحضرتؐ پہلی صورت میں معصوم ہوں اور دوسری صورت میں غیر معصوم ہوں اور خطا و غلطی کا احتمال ہو، اس متضاد قول سے میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں جس سے ادیان کا تقدس مجروح ہو رہا ہو

یہاں مجھے اپنا ایک واقعہ یاد آگیا، میرے شیعہ ہو جانے کے بعد مجھ سے اور میرے دوستوں سے ایک بحث عصمت رسولؐ کے بارے میں چھڑ گئی میری ساری کوشش یہ تھی کہ رسولِ خداؐ ہر چیز میں معصوم ہیں اس کو ثابت کروں اور وہ لوگ یہ کوشش کر رہے تھے کہ وہ رسولؐ صرف تبلیغِ قرآن میں معصوم تھے ،، ثابت کریں ، ان کے درمیان ” توزر“ کے ایک مشہور استاد بھی تھے ” توزر منطقۂ الجرید میں واقع ہے [۱]

---

[۱] منطقۂ الجرید ٹیونس کے جنوب میں ہے اور میرے شہر ” قفصۃ “ سے ۹۲ کلو میٹر دور ہے ۔ مشہور شاعر ابو القاسم الشابی کی جائے پیدائش ہے جناب خضر حسین جو جامعہ ازہر کے رئیس تھے انکی اور ٹیونس کے بہت سے علما کی جائے پیدائش یہی خطہ ہے ۔

یہاں کے لوگ ذکاوت، ذہانت، علم، نکتہ سنجی میں بہت ہی مشہور ہیں "، انھوں نے تھوڑی دیر فکر کی اور اس کے بعد فرمایا: دوستو اس مسئلہ میں میری بھی ایک رای ہے ہم سب نے کہا بسم اللہ فرمائیے انھوں نے فرمایا میرے دوستو میرے بھائی تیجانی شیعوں کی طرف سے جو بات کہہ رہے ہیں وہی حق ہے اور صحیح ہے اور ہمارا فریضہ ہے کہ رسولؐ خدا کے لئے عصمت مطلقہ کے قائل ہو جائیں ورنہ پھر قرآن میں بھی شک پیدا ہو جائے گا سبھوں نے کہا یہ کیونکر؟ انھوں نے فوراً جواب دیا: کیا آپ لوگوں نے قرآن کے کسی سورہ کے نیچے خدا کی، دستخط دیکھی ہے کہ یہ اسی کا کلام ہے؟ اس لطیف نکتہ پر سب ہی ہنس پڑے لیکن یہ بات مبنی بر حقیقت ہے، جو بھی غیر متعصب انسان اپنی عقل سے کام لے گا وہ اس عقیدے کو مان کر رہے گا کہ: قرآن کے کلام اللہ ہونے پر جو بھی عقیدہ رکھے گا اس کو مبلغ قرآن کی عصمتِ مطلقہ کو ماننا ہی ہوگا کیونکہ کسی کے لئے بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ دعویٰ کرے میں نے خدا کو کلام کرتے ہوئے سنا ہے اور نہ کسی کے لئے ممکن ہے کہ وہ دعویٰ کرے کہ میں نے جبرئیل کو وحی لاتے ہوئے دیکھا ہے

خلاصۂ یہ ہے: عصمت کے بارے میں شیعوں ہی کا قول صحیح ہے اس سے دل مطمئن ہوتا ہے۔ شیطانی ونفسانی وسوسوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے، دشمنان دین ـ جیسے یہود ـ نصاریٰ ـ ملحدین وغیرہ ــــ جو ہماری کوتاہیوں کی تلاش میں ہمیشہ اس لئے رہتے ہیں کہ ہمارے عقائد و دین کا مذاق اڑائیں، ہمارے رسولؐ پر زبان طعن دراز کریں ان سب کا منہ

بند کرنے والا عقیدہ تو صرف شیعوں کا ہے۔ ہماری کوتاہیوں پر وہ لوگ اہل سنت کی کتابوں کو پڑھ کر مطلع ہوئے ہیں۔ آپ نے خود بھی دیکھا ہوگا ہمارے خلاف جو دلیلیں قائم کی جاتی ہیں وہ بخاری و مسلم کی وہ روایات ہیں جن میں ایسے افعال واقوال کو رسولؐ کی طرف منسوب کیا گیا ہے جس سے آنحضرتؐ کی ذات بری ہے[1]

آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ ان دشمنوں کو ہم کیسے مطمئن کریں کہ بخاری و مسلم میں جھوٹی روایات بھی ہیں کیونکہ اہل سنت اس بات کو مانتے ہی نہیں ان کے یہاں تو کتاب خدا کے بعد سب سے صحیح کتاب بخاری و مسلم ہے۔

---

[1] بخاری جلد ۳ ص ۱۵۲ "کتاب الشہادات" کے باب "شہادۃ الاعمیٰ" میں روایت ہے ...... حضرت عائشہ فرماتی ہیں: رسولخدا نے مسجد میں ایک شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: خدا اس پر رحمت نازل کرے فلاں فلاں سوروں کی فلاں فلاں آیات کو میں بھول گیا تھا اس نے یاد دلا دیا اب آپ "پڑھیئے اور سر دھنیئے"

اگر اس اعمیٰ نے یاد نہ دلا دیا ہوتا تو .... لیکن ایک روایت میں ہے کہ آپ اس "ھذیان" سے استغفار کیا کرتے تھے۔

اِمامت

فریقین کی نظر میں

اس بحث میں امامت سے مراد مسلمانوں کی امامت کبریٰ یعنی خلافت و حکومت و قیادت و ولایت ہے، نماز جماعت کی امامت مراد نہیں ہے جیسا کہ آج کل عوام کے ذہنوں پر یہی تصور قائم ہے۔ اور چوں کہ میں اپنی اس کتاب میں مذہب اہل سنت و مذہب شیعہ میں آپسی قربت کے بارے میں بحث کروں گا، اس لئے پہلے یہ ذکر کروں گا کہ فریقین کے یہاں مبدأ امامت کیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کو معلوم ہو سکے کہ کن بنیادوں پر فریقین کے یہاں امامت استوار ہوئی ہے اور اس کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ ضمنی طور سے یہ بات بھی معلوم ہو جائے گی کہ میں نے اپنا پہلا عقیدہ چھوڑ کر کیوں دوسرے عقیدہ کو اختیار کیا۔

امامت شیعوں کے یہاں اصول دین میں داخل ہے کیوں کہ اس کی بہت بڑی اہمیت ہے اور خیر امت کی قیادت ہے اور اسی قیادت کبریٰ پر بہت سے فضائل اور بہت سی خصوصیات مرتب ہیں مثلاً علم، شجاعت، حلم، نزاہت، عفت، زہد، تقویٰ، صلاح وغیرہ، شیعوں کا نظریہ ہے کہ امامت الٰہی عہدہ ہے۔ جس کو خدا اپنے نیک بندوں میں سے کسی ایک کے سپرد کرتا ہے تاکہ نبی کریم کے بعد دنیا کی قیادت کرے۔ اسی بنیاد پر

حضرت علیؑ امام المسلمین تھے جن کو خدا نے منتخب کیا تھا اور اپنے رسولؐ کے پاس وحی بھیجی تھی کہ آپ مجمع عام میں علیؑ کی خلافت کا اعلان کریں۔ اور رسولِ اسلام نے حجۃ الوداع کے بعد غدیر خم میں اس کا اعلان کیا اور لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کی۔

اہل سنت حضرات بھی امت کی قیادت کیلئے امامت کو واجب جانتے ہیں۔ لیکن امام کے معین کرنے کا حق امت مسلمہ کو دیتے ہیں۔ اسی بنا پر حضرتِ ابوبکر امام المسلمین تھے جن کو خود مسلمانوں نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اپنا امام چن لیا تھا۔ کیوں کہ رسولؐ اسلام نے اس سلسلہ میں کوئی بات نہیں کہی تھی معاملہ کو لوگوں کی رائے و مشورہ پر چھوڑ دیا تھا کہ جس کو چاہیں منتخب کریں

حقیقت کہاں؟

جویائے حقیقت اگر فریقین کے اقوال میں غور کرے اور دونوں کی دلیلوں میں تعصب کے بغیر غور و فکر کرے تو یقینی طور سے حقیقت کے قریب پہنچ جائے گا ،

اور اگر میں اپنے بارے میں کچھ کہنا چاہوں اور یہ کہ میری کتاب میری تبدیلیٔ مذہب کی اور ہدایت کی کیوں کر حکایت کرتی ہے تو پھر مجھے پڑھنے والوں کے لئے اپنا نظریہ بیان کرنا پڑے گا اور اب یہ بات پڑھنے والے پر ہے کہ اس نظریہ کو قبول کرے یا ترک کر دے کیوں کہ آزادیٔ فکر بہر حال ہونا چاہیئے ۔کیوں کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۔(پ ۸ س ۶ (انعام) آیت ۱۶۴) کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا — ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے — اور کُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ (پ ۲۵ س ۷۴ (مدثر) آیت ۴۸)

میں نے ابتدائے کتاب سے اپنے کو مقید کر رکھا ہے کہ کتاب خدا اور رسولؐ خدا کی وہ سنت جو دونوں (شیعوں اور سنیوں) کے نزدیک مسلم ہو اسی سے بحث کروں گا ۔اور ہر بحث میں عقل سلیم کے فیصلہ کو قبول کروں گا ۔ اختلافات و تناقضات کو ہر گز قبول نہیں کروں گا ۔کیوں کہ خدا کا اعلان ہے : ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً (پ ۵ س ۴ (نساء) آیت ۸۲) ۔ اگر یہ قرآن خدا کے علاوہ کسی اور کے پاس سے آتا تو اس میں کثیر اختلاف پاتے ۔

امامت

قرآن کی نظر میں

قالَ اللہُ تعالیٰ: وَاِذِ ابْتَلیٰ اِبْرٰھِیمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ
اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ
عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ (پ ۱، س ۲، (بقرہ) آیت ۱۲۴)

(اے رسول وہ وقت یاد کرو) جبکہ ابراہیمؑ کو ان کے رب نے چند باتوں میں، آزمایا اور انھوں نے پورا کر دیا تو خدا نے کہا میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں ــــ

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ امامت منصب الٰہی ہے خدا اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے کیوں کہ "جاعلک للناس اماما" آیا ہے اسی کے ساتھ آیت نے اس کی بھی وضاحت کر دی کہ یہ الٰہی عہدہ صرف اس کے ان نیک بندوں کو ہی ملے گا جن کو خدا نے اسی غرض کے لئے منتخب کیا ہے کیوں کہ ظالمین تک تو یہ عہدہ جا سکتا نہیں ــــ چند آیات مزید ملاحظہ فرمائیے:

(۱) وَجَعَلْنٰھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَا اِلَیْھِمْ فِعْلَ
الْخَیْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءَ الزَّکٰوۃِ وَکَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ

(پ ۱۷/ س ۲۱/ (انبیاء) آیت ۷۳)

اور ان سب کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کریں اور ہم نے ان کے پاس نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکات دینے کی وحی بھیجی تھی اور یہ سب کے سب ہماری ہی عبادت کیا کرتے تھے۔

(۲) وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۔ (پ ۲۱/ س ۳۲/ (سجدہ) آیت ۲۴)

اور ان ہی (بنی اسرائیل) میں سے ہم نے کچھ لوگوں کو جوں کہ انھوں نے صبر کیا تھا پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے (ان) لوگوں کی ہدایت کرتے تھے اور ہماری آیتوں کا دل سے یقین رکھتے تھے

(۳) وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۔ پ ۲۰/ س ۲۸ (قصص) آیت ۵)

اور ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ روئے زمین پر کمزور کر دیئے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ان ہی کو (لوگوں کا) پیشوا بنائیں اور ان ہی کو اس (سرزمین) کا مالک بنائیں۔

بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ ان آیات میں امامت سے مراد نبوت و رسالت ہے لیکن یہ امامت کے عام مفہوم کو سمجھنے میں غلطی ہے کیوں کہ ہر رسول نبی اور امام ہوتا ہے لیکن ہر امام نبی و رسول نہیں ہوتا تو امامت سے نبوت و رسالت کیوں کر مراد ہو سکتی ہے؟ اسی لئے قرآن نے وضاحت کر دی ہے کہ صرف میرے صالح بندوں کو حق ہے کہ اس شریف منصب کا سوال کریں تاکہ وہ لوگوں کی ہدایت

کاشف حاصل کریں اور ان کیلئے اجر عظیم ہے، چنانچہ ارشاد پروردگار عالم ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ (پ ۱۹ س ۲۵ / (فرقان) آیت ۷۲/۷۳/۷۴)

اور وہ لوگ جو فریب کے پاس بھی نہیں پھٹکتے اور وہ لوگ جب کسی بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو بزرگانہ انداز سے گزر جاتے ہیں اور وہ لوگ جب انھیں ان کے پروردگار کی آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو بہرے اندھے ہو کر گر نہیں پڑتے (بلکہ جی لگا کر سنتے ہیں) اور وہ لوگ جو (ہم سے) عرض کیا کرتے ہیں کہ پروردگا ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا ـــ پس ثابت ہوا کہ الہٰی منصب صرف نیک و صالح بندوں کو ملے گا مطلق امام کو نہیں کیوں کہ امامت کا لفظ ظالم حکام پر بھی قرآن میں استعمال کیا گیا،

یعنی جو لوگ اپنے ماننے والوں کو، اپنے گروہ کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور دنیا و آخرت میں ان کو فساد و عذاب کی طرف لے جاتے ہیں قرآن نے ان کے لئے بھی لفظ آئمہ کا استعمال کیا ہے چنانچہ قرآن کے ارشاد کو ملاحظہ فرمائیے جہاں فرعون اور اس کے لشکر کا ذکر ہو رہا ہے:

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

لَا یُنۡصَرُوۡنَ ۔ وَ اَتۡبَعۡنٰھُمۡ فِیۡ ھٰذِہِ الدُّنۡیَا لَعۡنَۃً ۚ وَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ھُمۡ مِّنَ الۡمَقۡبُوۡحِیۡنَ ۔ (پ ۲۰ / س ۲۸ / (قصص) آیت ۴۰ / ۴۱ / ۴۲)

پس ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو لے ڈالا پھر ان سب کو دریا میں ڈال دیا تو (اے رسول) ذرا دیکھو تو ظالموں کا کیسا برا انجام ہوا اور ہم نے ان کو گمراہوں کا پیشوا بنایا کہ (لوگوں کو) جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی (کوئی) مدد نہیں کی جائے گی اور ہم نے دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن ان کے چہرے بگاڑ دیئے جائیں گے۔

لھٰذا اس بنیاد پر شیعوں ہی کا قول صحیح ہے کیوں کہ خداوند عالم نے بڑی وضاحت کے ساتھ کہدیا ہے کہ امامت الٰہی منصب ہے خدا جس کو چاہتا ہے اسی کو دیتا ہے اور یہ عہدۂ امامت ظالم کو کسی بھی صورت میں نہیں ملیگا اور چونکہ ابوبکر، عمر، عثمان ظالم تھے انھوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ شرک کی حالت میں گزارا، زندگی بھر بت پرستی کرتے رہے لہذا منصب الٰہی ان کو تو مل نہیں سکتا، لہذا صرف شیعوں کا قول حق ہے کہ اس عہدے کا استحقاق حضرت علیؑ کے علاوہ کسی بھی صحابی کو نہیں تھا کیوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کی آپ نے پوری زندگی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اسلام لانے کے بعد پہلے کی ساری چیزیں ختم ہو جاتی ہیں تو ہمارا جواب یہ ہے کہ آپ کا فرمانا درست ہے لیکن پھر بھی دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے ایک وہ شخص جو مشرک رہا ہو اور پھر تائب ہوا ہو وہ اس کی برابری کیونکر کرسکتا ہے جس نے کبھی بت کے سامنے سر نہیں جھکایا اور ہمیشہ نقی و خالص رہا۔

امامت

سنت نبوی کی نظر میں

امامت کے سلسلہ میں آنحضرتؐ نے متعدد اقوال ارشاد فرمائے ہیں جن کو شیعوں اور سنیوں نے اپنی اپنی مسانید اور تواریخ میں درج کئے ہیں۔ حضورؐ نے کبھی تو اس کی تعبیر لفظ امامت اور کبھی لفظ خلافت، کبھی لفظ ولایت کبھی لفظ امارت سے کی ہے، مثلاً امامت کی لفظ استعمال کرتے ہوئے امامت کے بارے میں ارشاد ہے: تمھارے بہترین امام وہ ہیں جن سے تم کو محبت ہو اور ان کو تم سے محبت ہو تم ان کے ساتھ ملو اور وہ تمھارے ساتھ، اور تمھارے بدترین آئمہ وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں، وہ تم پر لعنت کریں تم ان پر لعنت کرو۔ اس پر لوگوں نے پوچھا اے خدا کے رسولؐ کیا ہم ان سے تلوار کے ذریعہ جہاد نہ کریں فرمایا نہیں! جب تک وہ تمھارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں اس وقت تک نہیں [1]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: میرے بعد ایسے آئمہ ہوں گے جو میری ہدایت پر نہیں چلیں گے میری سنت پر (بھی) عمل نہیں کریں گے ان کے درمیان

---

[1] مسلم جلد ۶ ص ۲۴ باب "خیار الائمۃ وشرارہم"

ایسے لوگ قیام کریں گے جن کے دل تو شیطانوں کے ہونگے مگر جسم انسانوں جیسا ہوگا۔ ؎۱

خلافت کی لفظ استعمال کرتے ہوئے فرمایا:

دین اس وقت تک قائم رہے گا جب تک قیامت نہ آجائے یا تمھارے اوپر ایسے بارہ خلیفہ نہ گزر جائیں جو سب کے سب قریش سے ہونگے ؎۲ دوسری روایت میں جابر بن سمرۃ کا بیان ہے: میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا: اسلام بارہ خلیفہ تک عزت والا رہے گا اس کے بعد ایک لفظ فرمایا جس کو میں سمجھ نہ پایا تو اپنے والد سے پوچھا کہ حضورؐ نے کیا فرمایا؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ فرمایا سب کے سب قریش سے ہونگے ؎۳

امارت کی لفظ استعمال کرتے ہوئے فرمایا:-

بہت جلد ایسے امیر ہونگے جن کو تم پہچانتے ہوگے اور ناپسند کرتے ہوگے جس نے پہچان لیا وہ بری ہوگیا اور جس نے انکار کیا وہ سالم رہا لیکن جو راضی رہا اور ان کا پیرو ہوگیا (وہ ہلاک ہوگیا) لوگوں نے کہا کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں فرمایا: جب تک نماز پڑھیں جنگ نہ کرو ؎۴

ایک اور جگہ آیا ہے بارہ امیر ہوں گے اور سب کے سب قریش سے ہوں گے ؎۵

ایک جگہ اصحاب کو ڈراتے ہوئے فرمایا: عنقریب تم لوگ امارت کے لئے للچاؤ گے اور یہ قیامت میں پشیمانی کا باعث ہوگی کیا کہنا دودھ پلانے والی کا اور کتنی

؎۱ مسلم جلد ۶ ص۲۰ باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظہور الفتن ؎۲ مسلم جلد ۶ ص۴ باب الناس تبع لقریش والخلافۃ فی قریش ؎۳ مسلم جلد ۶ و، بخاری جلد ۸ ص۱۰۵ و ص۱۲۸ ؎۴ مسلم جلد ۶ ص۲۳ باب وجوب الانکار علی الامراء ؎۵ بخاری جلد ۸ ص۱۲۷ باب الاستخلاف

بری ہے دودھ بڑھانے والی سلہ

لفظ ولایت استعمال کرتے ہوئے فرمایا :

اگر کسی والی مسلمین کی موت اس حالت میں ہو کہ اس نے مسلمانوں کے ساتھ کھوٹ و دھوکہ بازی سے کام لیا ہو تو خدا اس پر جنت حرام کر دیتا ہے سلہ

اسی طرح دوسری جگہ بھی لفظ ولایت کا آنحضرتؐ نے استعمال فرمایا ہے :

لوگوں کے امور اس وقت تک درست رہیں گے جب تک ان پر بارہ ایسے شخص والی ہوں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے سلہ

امامت و خلافت کے اس مفہوم کو جس کو میں نے بغیر کسی تاویل اور تفسیر کے قرآن مجید اور سنت نبوی سے پیش کیا ہے، بلکہ صرف اہل سنت کی صحاح پر بھروسہ کیا ہے کیوں کہ خلافت کا ۱۲ شخصوں میں منحصر ہونا اور سب کا قریش سے ہونا شیعوں کے یہاں مسلمات میں سے ہے جس میں نہ کسی شک کی گنجائش ہے اور نہ اس میں کوئی اختلاف ہے بلکہ خود بعض علماء اہل سنت نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی ہے :

میرے بعد بارہ خلیفہ ہونگے جو سب کے سب بنی ہاشم سے ہوں گے سلہ

لہ بخاری جلد ۸ ص ۱۰۶ باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ

لہ مسلم جلد ۶ ص ۳ باب الخلافۃ من قریش .

لہ ینابیع المودۃ جلد ۳ ص ۱۰۴

اور شعبی نے مسروق کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ہم لوگ ابن مسعود کے پاس اپنے اپنے قرآن (اصلاح کیلئے) پیش کررہے تھے کہ اتنے میں ایک نوجوان نے ابنِ مسعود سے پوچھا: کیا آپ لوگوں کے نبیؐ نے یہ بھی بتایا ہے کہ ان کے بعد کتنے خلیفہ ہوں گے؟ ابن مسعود نے کہا: آپ ابھی نوجوان ہیں آپ سے پہلے مجھ سے کسی نے بھی یہ سوال نہیں کیا، ہاں ہمارے نبیؐ نے بیان فرمایا ہے کہ نقبائے بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر ان کے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے۔ [1]

اس مختصر سی تمہید کے بعد میں فریقین کے دعویٰ کے مطابق نصوص صریحہ پیش کروں گا اور اس عظیم مسئلہ میں جس نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد سے اب تک مسلمانوں کو مختلف فرقوں میں بانٹ رکھا ہے سرتا دیل پر مناقشہ کروں گا (اور حق کو واضح کروں گا) مسلمان امتِ واحدۃ تھے لیکن اسی مسئلہ خلافت نے ان کو مختلف مذاہب و فرقوں، مدارس کلامیۃ، مدارس فکریہ میں تقسیم کردیا۔ اور مسلمانوں میں جتنا بھی اختلاف ہے خواہ فقہ میں ہو یا تفسیرِ قرآن میں ہو یا سنت نبوی کے سمجھنے میں ہو سب اسی خلافت کی دین ہے میرے پڑھنے والو! یہ خلافت سقیفہ کے بعد ایک ایسی چیز بن گئی جس کی وجہ سے صحیح حدیثوں اور صریح آیتوں کا انکار کیا جانے لگا اور اس کی خاطر دوسری ایسی حدیثیں گڑھی جانے لگیں جن کا سنت نبوی میں کوئی وجود ہی نہیں ہے مجھے اس سے اسرائیل و عرب کا قصہ یاد آجاتا ہے واقعہ یہ ہے کہ

---

[1] ینابیع المودۃ جلد ۳ ص ۱۰۵

رؤسا و ملوک عرب سب نے آپس میں یہ بات طے کرلی اور اس پر متفق ہوگئے کہ : ہم نہ اسرائیل کے وجود کو تسلیم کریں گے نہ اس کے ساتھ کسی معاملہ میں شریک ہوں گے نہ اس سے صلح کریں گے کیوں کہ جو چیز زبردستی لی گئی ہے ، اس کو بزور طاقت ہی واپس لیا جاسکتا ہے ! لیکن چند سالوں کے بعد پھر اس بات پر متحد ہو گئے کہ مصر سے بھی قطع روابط کر لیئے جائیں کیوں کہ اس نے اسرائیل کے وجود کو تسلیم کر لیا ہے ـــــ لیکن پھر چند سالوں کے بعد متفق ہو گئے کہ مصر سے روابط برقرار کر لیئے جائیں اور اس طرح گویا سب نے اسرائیل کے وجود کا اقرار کر لیا ۔ حالانکہ اسرائیل نے فلسطینیوں کے حق کو اب تک قبول نہیں کیا اس کا جو موقف پہلے تھا وہی اب بھی ہے ذرہ برابر تبدیلی نہیں ہوئی ، بلکہ اس میں کچھ اضافہ ہی ہو گیا ہے ۔

تاریخ اپنے کو دہراتی ہے ۔ عرب اس بات کے عادی ہو چکے ہیں کہ جو بات ہو جائے اس کو تسلیم کر لیں ـــــ خواہ حق ہو یا ناحق اسی طرح خلافت ابوبکر و عمر و عثمان کو تسلیم کر لیا کیوں کہ اقتدار ان کے ہاتھ میں آگیا تھا اس سے بحث نہیں ہے کہ ان کی خلافتیں حق تھیں یا باطل ـــ

مترجم

خلافت

اہل سنت کی نظر میں
اور
اس پر تبصرہ

اس سلسلہ میں اہل سنت کا نظریہ بہت ہی مشہور ہے کہ پیغمبرؐ اسلام نے اپنے مرنے سے پہلے کسی کو خلافت کے لئے نامزد نہیں فرمایا۔ اصحاب میں اہل حل وعقد نے سقیفہ بنی ساعدہ میں میٹنگ کرکے حضرت ابوبکر کو خلیفہ منتخب کرلیا کیوں کہ وہ رسولؐ خدا کی نظر میں محترم تھے اور مرض الموت میں آنحضرتؐ نے انھیں کو امام جماعت بنایا تھا، اصحاب کا کہنا یہ تھا کہ جب آنحضرتؐ نے ان کو ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا ہے تو ہماری دنیا کے لئے کیوں نہ پسند فرمائیں گے؟ ان کی دلیلوں کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) رسول خداؐ نے کسی کو نامزد نہیں کیا

(۲) خلافت کو صرف شوریٰ سے طے کیا جاسکتا ہے

(۳) ابوبکر کا انتخاب بزرگ صحابہ کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا

جی ہاں۔ جب میں مالکی تھا تو اپنی بھرپور قوت استدلال سے آیات شوریٰ کے ذریعے اس کو ثابت کرتا تھا اور کوشش کرتا تھا کہ اس بات کو ثابت کرکے فخر کروں کہ اسلام ایک جمہوری نظام ہے،

اور دنیا کی ترقی یافتہ حکومتیں جس چیز پر فخر کرتی ہیں اس انسانی مبدٔ میں سب سے پیشرو اسلام ہے، اور میں کہا کرتا تھا کہ مغربی ممالک نے انیسویں صدی میں جمہوری نظام کو پہچانا ہے حالاں کہ اسلام نے چھٹی صدی میں اس نظام کو متعارف کرایا تھا۔

لیکن شیعہ علماء سے ملاقات اور ان کی کتابوں کو پڑھنے اور ان کی مطمئن کرنے والی ایسی دلیلوں کو پڑھنے کے بعد جو ہماری کتابوں میں موجود ہیں۔ میں نے اپنی پہلی رائی بدل دی۔ کیوں کہ دلیلوں کے مطالعہ کے بعد مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ خداوند جل جلالہ کے شایان شان یہ نہیں ہے کہ وہ کسی قوم کو امام کے بغیر چھوڑ دے کیوں کہ خود اس نے کہا ہے:

إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (پ ۱۳ س ۳ (رعد) آیت ۷)

(اے رسول) تم تو صرف (خوفِ خدا سے) ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ہدایت کرنے والا ہے ۔ اور یہ بات رسولؐ رحمت کے شایان شان بھی نہیں ہے کہ اپنی امت کو بغیر کسی سرپرست کے چھوڑ دیں، خصوصاً جب کہ آپ کو معلوم تھا کہ امت تفرقہ کا شکار ہو جائے گی [1] لوگ الٹے پاؤں پلٹ جائیں گے [2] اصحاب دنیا کی طرف دوڑیں گے [3] یہاں تک کہ ایک

---

[1] ترمذی، داؤد، ابن ماجہ، مسند احمد حنبل جلد ۲ ص ۳۳۲

[2] بخاری جلد ۷ ص ۲۰۹ باب الحوض، اور جلد ۵ ص ۱۹۲

[3] بخاری جلد ۴ ص ۶۳

دوسرے کی گردن مارنے پر تیار ہو جائیں گے[۱] اور لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کی سنت کے پیرو ہو جائیں گے[۲]" پھر ان حالات میں رسول کیوں کرامت کا سرپرست نامزد کیئے بغیر دنیا سے رخصت ہو سکتے تھے؟

(اور یہ ہی نہیں بلکہ ام المومنین حضرت عائشہ کو بھی اس کا شدید احساس تھا) چنانچہ جب عمر ابن الخطاب کو خنجر مارا گیا تو حضرت عائشہ نے حضرت عمر کے پاس اطلاع بھیجی: امت محمدؐ پر کسی کو خلیفہ بنا دو اپنے بعد ان کو بغیر سرپرست کے نہ چھوڑو کیوں کہ مجھے امت میں فتنہ کا خوف ہے[۳]

اسی طرح عبداللہ ابن عمر اپنے باپ کے پاس جب ان کو خنجر مارا گیا آئے اور کہا: لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کسی کو خلیفہ نامزد نہیں فرمائیں گے، اگر آپ کا کوئی اونٹوں یا بکریوں کا چرواہا (گلے کو چھوڑ کر) آپ کے پاس آتا تو آپ یہی کہتے کہ تم نے گلے کو ضائع و برباد کر دیا تو لوگوں کی سرپرستی تو اس سے زیادہ اہم ہے[۴]

بلکہ خود حضرت ابوبکر نے جن کو مسلمانوں نے شوریٰ کے ذریعہ خلیفہ بنایا تھا اس عنوان کے پرخچے اڑا دیئے اور اپنے بعد عمر کو فوراً خلیفہ نامزد کر دیا

---

[۱] بخاری جلد ۷ صـ ۱۱۲

[۲] " جلد ۴ صـ ۱۴۴

[۳] امامت وسیاست / جلد (۱) صـ ۲۸

[۴] مسلم جلد (۶)، صـ ۵ باب الاستخلاف وترکہ ..

تاکہ امت افتراق وفتنہ سے بچ جائے (تو پھر کیا رسول خداؐ کو اتنا بھی خیال نہیں تھا؟) **مترجم**

یہ تو اس وقت ہے جب ہم کو حضرت ابوبکر کے بارے میں کوئی حسنِ ظن ہو ورنہ حضرت علیؑ (جو ہم سب سے زیادہ قصہ کے نشیب و فراز سے واقف تھے) نے تو پہلے ہی پیشین گوئی فرمادی تھی کہ ابوبکر کے بعد عمر ہی کو خلافت ملے گی کیوں کہ جب عمر نے حضرت علیؑ پر ضرورت سے زیادہ سختی کی کہ آپ ابوبکر کی بیعت کریں تو اس وقت حضرتؑ نے فرمایا تھا: تم ان کے لئے دودھ دوہو اس کا ایک حصہ تم کو بھی پہنچے گا تم آج ان کے لئے لوگوں پر سختی کرو تاکہ وہ کل اس کو تمھاری طرف پلٹا دیں [1]

قول مولف :- جب ابوبکر نے خود ہی شوریٰ پر عمل نہ کیا (کیوں کہ اگر خلیفہ نہ بناتے تو اختلاف کا خطرہ تھا) تو پھر یہ بات کیوں کر تسلیم کی جاسکتی ہے کہ رسول خداؐ نے کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا؟ بھلا کوئی شخص اس بات کو قبول کرسکتا ہے کہ جس بات کو ابوبکر، عائشہ، عبداللہ بن عمر، بلکہ عموماً تمام لوگ جانتے تھے کہ اگر معاملہ کو لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیا گیا تو اختلاف وافتراق کا ہونا لازمی ہے۔ خصوصاً جب معاملہ حکومت و تخت نشینی کا ہو جیسے کہ خود سقیفہ میں ابوبکر کے انتخاب کے وقت یہ سب کچھ ہو چکا تھا کیوں کہ سید الانصار سعد بن عبادۃ اور

---

[1] امامت وسیاست جلد (۱) ص ۱۸

ان کے صاحبزادے قیس ابن سعد، حضرت علیؑ زبیر ابن العوام[1]، عباس بن عبد المطلب، تمام بنی ہاشم، بعض وہ صحابہ جو خلافت کو حضرت[2] کا حق سمجھتے تھے اور تمام وہ لوگ جو اپنے گھروں میں بیٹھ رہے تھے اور بیعت ابوبکر سے راضی نہیں تھے یہاں تک کہ ان کو دھمکی دی گئی کہ اگر بیعت نہیں کریں گے تو ان کے گھروں کو پھونک دیا جائیگا وغیرہ نزاکت کو سمجھتے تھے تو کیا یہ سب تو اس نزاکت کو سمجھتے تھے اور رسولؐ خدا نہیں جانتے تھے؟ آخر اس کو کون مانے گا؟

اسی کے ساتھ آپ یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت رسولؐ خدا نے اپنی پوری عملی زندگی میں کبھی بھی لشکر کے علمدار کو منتخب کرنے میں ایک مرتبہ بھی صحابہ سے مشورہ نہیں کیا خواہ وہ کسی سریہ[3] کا مسئلہ ہو یا غزوہ کا، اور جب کبھی آپ مدینہ چھوڑ کر باہر جاتے تھے۔ اور کسی کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر جاتے تھے تو اس وقت بھی اصحاب سے کبھی مشورہ نہیں کرتے تھے کہ کس کو قائم مقام بنادیں؟ اور جب آپ کے پاس وفود آتے تھے اور اپنے اسلام کا اعلان کرتے تھے اور آپ اس وفد کا لیڈر منتخب کرتے تھے تو بھی انتخاب میں کسی سے رائے و مشورہ نہیں لیتے تھے

۱۔ بخاری جلد ۸، ص ۲۶ باب رجم الحبلیٰ من الزنا۔

۲۔ تاریخ الخلفاء / ابن قتیبہ جلد ۱، ص ۲۳

۳۔ سریہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں آنحضرت خود نہ شریک ہوں اور جس میں شریک ہوں وہ غزوہ کہلاتا ہے۔

اور زندگی کے آخری حصہ میں تو اس کو بہت وضاحت سے بیان فرما دیا۔ ہوا یوں
کہ آپؐ نے اسامہ بن زید کو جو کمسن تھے تمام اصحاب پر رئیس بنا کر اور لشکر کا علمدار
بنا کر لشکر کو روانہ ہو جانے کا حکم دیا لیکن اصحاب نے اس کو قبول نہیں کیا اور آن
حضرتؐ پر اعتراض کیا کہ اتنے کم سن کو ہمارے اوپر کیوں امیر بنایا؟ لیکن آپ نے اپنا
فیصلہ نہیں بدلا بلکہ لشکر میں شریک نہ ہونے والوں پر لعنت فرمائی [۱] تاکہ لوگوں
کو معلوم ہو جائے کہ امارت و ولایت و خلافت لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے کہ جس کو
چاہیں شوریٰ سے خلیفہ بنالیں بلکہ یہ کام خود رسول خداؐ کا ہے اور رسولؐ خدا کا اقدام
خدا کا اقدام ہے۔

جب صورت حال یہ ہے تو ہمارا فریضہ ہے کہ ہم شیعوں کی کتابوں اور
ان کی دلیلوں کا مطالعہ کریں جو اہل سنت کے نظریہ کے برخلاف نظریہ رکھتے
ہیں اور کہتے ہیں حضرت رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو بطور خلیفہ نامزد فرمایا ہے،
ایک دو موقعوں پر نہیں بلکہ متعدد مواقع پر جس میں سب سے زیادہ مشہور "غدیر خم" ہے
دیکھئے انصاف کا تقاضہ تو یہی ہے کہ آپ دشمن کی بات کو بھی سنیں کہ
وہ کیا کہتا ہے اور اختلافی مسئلہ میں کیا دلیل پیش کرتا ہے۔ خصوصاً جب دشمن ایسی
دلیلوں کو پیش کرتا ہو جس کے وقوع کے آپ خود بھی قائل ہوں [۲] اور شیعوں کی دلیلیں
بکواس نہیں ہیں اور نہ کمزور ہیں کہ ان سے چشم پوشی کی جاسکے یا آسانی کے ساتھ

---

[۱] الملل والنحل، شہرستانی جلد (۱) ص ۲۳

[۲] واقعہ یہ ہے کہ شیعوں کے پاس جتنی دلیلیں ہیں ان کا مصداق اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے

ان کو فراموش کیا جا سکے بلکہ ان کی دلیلیں وہ قرآنی آیات ہیں جو اس سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں اور رسولؐ خدا نے ان کی طرف بہت توجہ عنایت فرمائی ہے، مسافروں نے شہر بہ شہر دیہات بہ دیہات پھیلایا ہے عوام و خواص میں اس کا کافی چرچہ ہے، تاریخ اور حدیث کی کتابیں ان سے پُر ہیں، نسلاً بعد نسلٍ راویوں نے اس کو نقل کیا ہے (پھر ان سے کیوں کر چشم پوشی کی جا سکتی ہے) مترجم۔

حضرت علیؑ کی ولایت

قرآن میں

(۱) قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ
یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ وَمَنْ یَّتَوَلَّ
اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ ۝
(پ ۶، س ۵ (مائدہ) ۵۵/۵۶)

(ایماندارو!) تمھارے مالک و سرپرست تو بس یہی ہیں خدا اور اس کا رسولؐ اور وہ مومنین جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں، اور جس شخص نے خدا اور رسولؐ اور (انھیں) ایمانداروں کو اپنا سرپرست بنایا تو (وہ خدا کے لشکر میں آگیا) اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ خدا ہی کا لشکر غالب رہتا ہے۔

ثعلبی نے اپنی تفسیر کبیر میں [1] ابوذر الغفاری کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ: ابوذر کہتے ہیں: میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے رسول خداؐ

---

[1] ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم نیشاپوری ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ، ابن خلکان نے ان کے بارے میں کہا ہے: علم تفسیر میں اوحد زمانہ تھے صحیح النقل تھے قابل بھروسہ تھے۔

کو فرماتے ہوئے سنا ہے اور اگر یہ جھوٹ ہو تو میرے کان بہرے ہو جائیں اور ان دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے اگر یہ جھوٹ ہو تو میں اندھا ہو جاؤں آنحضرتؐ نے فرمایا: علیؑ نیک لوگوں کے قائد، کافروں کے قاتل ہیں جو علیؑ کی مدد کریگا وہ منصور ہوگا جو مدد نہ کریگا وہ ذلیل ہوگا۔ میں نے ایک مرتبہ رسول خداؐ کے ساتھ نماز پڑھی پس ایک سائل نے سوال کیا لیکن کسی نے اس کو کچھ نہ دیا حضرت علیؑ حالت رکوع میں تھے آپ نے اپنی اس چھنگلی سے اشارہ کیا جس میں انگوٹھی پہنے تھے سائل نے بڑھ کر انگوٹھی اتار لی اس وقت رسولؐ خدا نے بارگاہ احدیت میں یہ دعا فرمائی: میرے معبود میرے بھائی موسیٰؑ نے تجھ سے سوال کرتے ہوئے کہا تھا: پروردگارا میرے سینہ کو کشادہ کردے میرے امر کو آسان کردے، میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں میرے لئے میرے اہل بیت سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر قرار دے، اس کے ذریعہ میری کمر مضبوط کر اس کو میرے امر میں شریک کر تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ تیری تسبیح کرسکیں اور تیرا ذکر کرسکیں تو ہمارے حالات کو جانتا ہے (جب موسیٰ نے یہ دعا کی تو) تو نے ان پر وحی کی! موسیٰ تمہاری ساری دعا قبول کرلی گئی! پالنے والے میں بھی تیرا بندہ اور تیرا رسول ہوں لھذا میرے بھی سینہ کو کشادہ کردے میرے امر کو آسان کردے میرے اہل بیت سے علیؑ کو میرا وزیر قرار دے جس سے میری کمر مضبوط ہو ــــ ابوذر کہتے ہیں: خدا کی قسم رسولؐ خدا کی دعا ابھی تمام بھی نہیں ہوئی تھی کہ جبرائیل امین آئے اور

یہ آیت ساتھ لے کر آئے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ الخ ۔ [1]

رہا شیعوں کا مسئلہ تو ان کے یہاں اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے آئمۂ اہلِ بیت کی یہی روایت ہے شیعوں کے یہاں یہ مسلمات میں سے ہے، بہت سی شیعہ کتابوں میں یہ تحریر ہے بطور نمونہ چند کا ذکر کر رہا ہوں

① بحار الانوار ——— علامہ مجلسیؒ

② اثبات الھدایۃ ——— علامہ حر عاملیؒ

③ المیزان ——— علامہ طباطبائی مرحوم

④ تفسیر الکاشف ——— علامہ محمد جواد مغنیۃ

⑤ الغدیر ——— علامہ امینی مرحوم

اور ان کے علاوہ بہت سے علماء نے لکھا ہے،

اور علمائے اہل سنت کی ایک جم غفیر تعداد نے بھی اس آیت کے بارے لکھا ہے کہ یہ حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے، بطور نمونہ صرف چند علمائے تفسیر کے اقوال کا حوالہ درج کر رہا ہوں ———

① تفسیر کشاف ——— علامہ زمخشری جلد ص ۶۴۹

② تفسیر طبری ——— جلد ۶ ص ۲۸۸

---

[1] الجمع بین الصحاح الستہ ۔ نسائی ۔ مسند احمد، ابن حجر نے صواعق میں اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں روایت کی ہے ۔

(۳) ———— زاد المسیر فی علم التفسیر ابن جوزی جلد ۲ ص ۳۸۳

(۴) ———— تفسیر القرطبی ———— جلد ۶ ص ۲۱۹

(۵) ———— تفسیر کبیر ———— فخر رازی جلد ۱۲ ص ۲۶

(۶) ———— تفسیر ابن کثیر ———— جلد ۲ ص ۷۱

(۷) ———— تفسیر نسفی ———— جلد ۱ ص ۲۸۹

(۸) ———— شواہد التنزیل ———— علامہ حسکانی حنفی جلد ۱ ص ۱۶۱

(۹) ———— در منثور ———— سیوطی جلد ۲ ص ۲۹۳

(۱۰) ———— اسباب النزول ———— علامہ واحدی ص ۱۴۸

(۱۱) ———— احکام القرآن ———— علامہ جصاص جلد ۴ ص ۱۰۲

(۱۲) ———— التسہیل لعلوم التنزیل ———— علامہ کلبی جلد ۱ ص ۱۸۱

جن کا ذکر میں نے نہیں کیا ہے ان علمائے اہل سنت کی تعداد بہت زیادہ ہے جو شیعوں کے ہمنوا ہیں کہ یہ آیت (آیت ولایت) حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

آیۃ البلاغ

(۲) قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (پ ۶ رس ۵ (مائدہ) آیت ۶۷)

اے رسول جو حکم تمھارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے انکو پہنچادو اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو (سمجھ لو کہ) تم نے اس کا کوئی پیغام نہیں پہونچایا اور (تم ڈرو نہیں) خدا تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اہل سنت کے بعض مفسرین نے کہا ہے کہ جب ابتدائے دعوت میں رسول خدا باڈی گارڈ رکھتے تھے کہ کوئی دھوکہ سے آپ کو قتل نہ کر دے اور اس کے بعد یہ آیت (یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ الخ) نازل ہوئی تو آپ نے اعلان فرمادیا اب تم جا سکتے ہو میرے خدا نے مجھے بچالیا ــــ ابن جریر اور ابن مردویہ نے بھی عبد اللہ بن شقیق کے حوالے سے نقل کیا ہے: رسول خدا کے پیچھے (ان کی حفاظت کے لئے) کچھ لوگ رہا کرتے تھے لیکن جب واللہ یعصمک من الناس والی آیت نازل ہوئی تو آپ گھر سے نکلے اور فرمایا: لوگو اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ خدا نے مجھے لوگوں کے شر سے بچالیا ہے [1]

---

[1] درمنثور جلد ۳ ص ۱۱۹۔

ابن حبان وابن مردویہ نے ابو ہریرۃ کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ ابو ہریرۃ کہتے ہیں : ہم لوگ رسولؐ خدا کے ساتھ ایک سفر پر روانہ ہوئے اور ایک جگہ ہم لوگوں نے آپ کو ایک بہت بڑے سایہ دار درخت کے نیچے چھوڑ دیا آپ اس کے نیچے قیام پذیر ہو گئے . ایک دن آپ درخت کے نیچے آکر بیٹھے اور اپنی تلوار کو درخت پر لٹکا دیا اتنے میں ایک شخص نے آکر وہ تلوار لے لی اور بولا : اے محمدؐ اب تم کو میرے ہاتھوں سے کون بچا سکتا ہے ؟ آنحضرتؐ نے فرمایا میرا خدا بچا سکتا ہے ، تلوار رکھ دے اس نے تلوار رکھ دی اس پر آیت آئی وَاللّٰہُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ [1] اسی طرح ترمذی . حاکم . ابو نعیم نے عائشہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتی ہیں : رسول خدا کی برابر حفاظت کی جاتی تھی یہاں تک کہ آیت (واللہ یعصمک من الناس) نازل ہوئی تو آپ نے قبہ سے سر نکال کر فرمایا : اے لوگوں واپس جاؤ خدا نے میری حفاظت کی ذمہ داری لے لی ہے .

طبرانی نے اور ابو نعیم نے دلائل میں اور ابن مردویہ و ابن عساکر نے ابن عباس کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا : رسول خدا کی برابر حفاظت کی جاتی تھی جناب ابوطالبؑ بنی ہاشم کے کسی نہ کسی فرد کو روزانہ آپ کی حفاظت کے لئے معین کر دیا کرتے تھے . ایک مرتبہ رسولؐ خدا نے فرمایا : چچا خدا نے میری حفاظت کی ذمہ داری لے لی ہے

---

[1] حوالہ سابق .

اب کسی کو میری حفاظت کے لئے بھیجنے کی ضرورت نہیں رہی ــــــ

لیکن جب ہم ان روایات و تاویلات پر غور کرتے ہیں تو آیت کریمہ سے ان کا کوئی ربط نہیں معلوم ہوتا بلکہ سیاق آیت سے بھی یہ باتیں بعید ہیں کیونکہ ان تمام روایات کا مفہوم یہ ہے کہ آیت ابتدائے بعثت میں نازل ہوئی ہے بلکہ بعض نے تو تصریح کر دی ہے کہ ابوطالبؑ کی زندگی میں ہی نازل ہوئی تھی یعنی ہجرت سے کئی سال پہلے خصوصًا ابوہریرہ والی روایت تو قطعًا جعلی ہے جس میں گھنے درخت کا ذکر ہے کیوں کہ ابوہرہ ساتویں ہجری سے پہلے نہ اسلام کو جانتے تھے نہ رسول خداؐ کو پہچانتے تھے جیسا کہ خود انھوں نے ہی اس کا اعتراف کیا ہے [۱] اسی طرح عائشہ والی روایت بھی من گھڑت ہے کیوں کہ اس وقت انکا سن دو سال سے زیادہ نہیں تھا کیونکہ یہ مسلمات میں سے ہے کہ رسول خداؐ نے ہجرت کے بعد عائشہ سے شادی کی ہے اور شادی کے وقت عائشہ کی عمر سب سے زیادہ احتمال کی بنا پر ۱۱ رسال تھی تو ابتدائے بعثت میں ان کی عمر دو سال سے زیادہ نہیں تھی اس کے علاوہ تمام شیعہ و سنی مفسرین کا اتفاق ہے کہ سورۂ مائدہ مدینہ میں نازل ہوا تھا۔ اور یہ قرآن کا سب سے آخری سورہ ہے جو آنحضرتؐ پر نازل ہوا ہے لیجئے چند شواہد بھی پیش کئے دیتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔ احمد نے اور ابوعبید نے فضائل میں، نحاس نے

---

[۱] فتح الباری جلد ۶ رص ۳۱ ۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ رص ۱۰۲ ، سیر اعلام النبلاء ذہبی جلد ۲ ص ۴۳۶ ۔ اصابۃ جلد ۳ رص ۲۸۷ ۔

ناسخ میں، نسائی، ابن المنذر، حاکم، ابن مردویہ نے اور بیہقی نے سنن میں جبیر بن نفیر کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ ابن نفیر کہتے ہیں: میں نے حج کیا تو ام المومنین عائشہ کے پاس بھی حاضری دی عائشہ نے مجھ سے کہا: کیا تم سورہ مائدہ پڑھتے ہو؟ عرض کیا! جی ہاں تو انھوں نے کہا: یہی سب سے آخری سورہ ہے اس میں جو حلال ہے اسی کو حلال سمجھو اور اس میں جو حرام ہے اس کو حرام سمجھو [۱]

اسی طرح احمد و ترمذی نے لکھا ہے اور حاکم نے اس کو حسن کہہ کر صحیح قرار دیا ہے ابن مردویہ نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں عبداللہ بن عمر سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ نے کہا: سب سے آخری سورہ جو نازل ہوا ہے وہ مائدہ ہے [۲]

ابو عبید نے محمد بن کعب القرظی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: سورہ مائدہ حضرت رسولؐ خدا پر مکہ و مدینہ کے درمیان جب آپ اپنے ناقہ پر سوار تھے حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوا جس سے اس کا کندھا چھٹ گیا تو رسول خدا اس سے اتر آئے [۳]

ابن جریر نے ربیع بن انس سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: رسول خدا پر سورہ مائدہ اس وقت نازل ہوا ہے جب آپ حجۃ الوداع

---

[۱] درمنثور جلد ۳ ص ۳ —————— [۲] حوالہ سابق

[۳] الدر المنثور فی تفسیر بالماثور جلد ۳

کے راستہ میں اپنی سواری پر تھے اور اس کی گرانی کی وجہ سے اونٹنی بیٹھ گئی [۱]

ابو عبید نے ضمرۃ بن حبیب اور عطیۃ بن انس دونوں کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ دونوں نے کہا: رسولؐ خدا نے فرمایا: نزول کے اعتبار سے مائدہ سب سے آخری سورہ ہے لہٰذا جو اس میں حلال ہے اس کو حلال اور جو اس میں حرام ہے اس کو حرام سمجھو [۲]

ان تمام شواہد کے بعد کوئی عاقل و منصف اس بات کو کیسے مان لے گا کہ یہ آیت ابتدائے بعثت میں نازل ہوئی ہے؟ یہ تو صرف اس کو اس کے حقیقی معنی سے ہٹانے کے لئے کیا گیا ہے۔ اب اسی کے ساتھ شیعوں کو دیکھئے ان کے یہاں اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے کہ سورہ مائدہ ہی آخری سورہ ہے جو نازل ہوا ہے اور یہ آیت "یاایھا الرسول بلغ الخ" جس کو آیت البلاغ کہا جاتا ہے اٹھارہ ذی الحجۃ روز پنجشنبہ کو حجۃ الوداع کے بعد غدیر خم میں حضرت علیؑ کی جانشینی کا اعلان کرنے سے پہلے نازل ہوئی، دن کے پانچ گھنٹے گزر جانے کے بعد جبرئیل اس آیت کو لے کر آئے اور بولے: اے محمدؐ خدا آپ کو سلام کہنے کے بعد کہتا ہے: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

اس آیت میں "وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ" کی دلالت بہت ہی واضح ہے

---

[۱] حوالہ سابق۔ [۲] تفسیر در منثور جلد ۳ —

کہ اب رسالت ختم ہو چکی ہے یا ختم ہونے والی ہے صرف ایک بہت ہی اہم امر باقی رہ گیا ہے جس کے بغیر دین کامل نہیں ہوگا، اور اسی کے ساتھ آیت میں اس بات کا بھی اشارہ ہے کہ رسولؐ کو اس بات کا ڈر ہے کہ اگر اس اہم امر کے لئے لوگوں سے کہا جائے تو لوگ مجھے جھٹلانے پر آمادہ ہو جائیں گے، لیکن اس کے باوجود خدا نے مہلت نہیں دی، وقت آگیا اور یہ موقع سب سے بہترین موقع تھا کیوں کہ ایک ہفتہ سے تقریباً ایک لاکھ سے زیادہ اصحاب نے آنحضرتؐ کے ساتھ حج کیا تھا اور ان کے قلوب شعائر اللہ سے بھرے تھے اور آنحضرتؐ کی زبانی ان کی موت کی پیشنگوئی سن چکے تھے کہ "وہ شاید اس سال کے بعد میں تم لوگوں سے نہ مل سکوں ہو سکتا ہے میرے رب کا پیغام آجائے اور میں قبول کر لوں" اور اسی جگہ سے لوگ الگ الگ ہو کر اپنے اپنے وطن واپس ہو جاتے اور ہو سکتا ہے پھر اتنا بڑا مجمع اکٹھا نہ ہو سکتا جو غدیر خم میں تھا، لہذا آنحضرتؐ کو اس سے بہتر موقع نہ ملتا اور دھمکی آمیز وحی آچکی تھی کہ پوری رسالت کا دار مدار اسی امر پر ہے اور خدا نے حفاظت کی ذمہ داری بھی لے لی تھی اس لئے اب جھٹلانے کا خوف بھی جاتا رہا اور آپ سے پہلے کتنے ہی انبیاء کو جھٹلایا جا چکا ہے لیکن وہ لوگ اپنی ماموریت سے نہیں ہٹے جس کی تبلیغ کا حکم تھا اسکو پہنچا کے رہے لہذا رسولؐ نے بھی طے کر لیا جو بھی ہو اس حکم کو پہنچانا ہے اگرچہ خدا جانتا تھا اکثریت حق کو پسند نہیں کرتی[1] اور اسکو علم تھا ایں جھٹلانے والے بھی ہیں[2] لیکن ان سب چیزوں کے باوجود خدا ان پر حجت تمام

---

[1] سورہ زخرف آیت ۷۸ [2] س الحاقہ آیت ۴۹

کیے بغیر چھوڑنے والا نہیں تھا کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ رسولوں کے بعد بھی لوگوں کی حجت خدا پر قائم ہو جائے اور خدا تو عزیز و حکیم ہے [۱]

اس کے علاوہ بھی گذشتہ رسولوں کی طرح جیسے ان کی امتوں نے ان کو جھٹلایا تھا آنحضرتؐ کو ان کی امت جھٹلاتی تو اس میں رسولان ماسبق کی پیروی بھی تھی ارشاد رب العزت ہے: وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ (پ ۱۷ س ۲۲ (حج) آیت ۴۲/۴۴)

اور (اے رسول) اگر یہ (کفار) تم کو جھٹلاتے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے) ان سے پہلے نوحؑ کی قوم اور (قوم) عاد، ثمود اور ابراہیمؑ کی قوم اور لوطؑ کی قوم اور مدین کے رہنے والے (اپنے اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکے ہیں اور موسیٰ (بھی) جھٹلائے جا چکے ہیں تو میں نے کافروں کو چند ڈھیل دے دی پھر (آخر) انھیں لے ڈالا تو تم نے دیکھا کہ میرا عذاب کیسا تھا۔

اگر ہم اندھا تعصب چھوڑ کر اور اپنے مذہب کی اندھی محبت سے قطع نظر کر کے دیکھیں تو یہی بات ہماری عقل میں آتی ہے اور سیاق آیت سے

---

[۱] سورہ نساء آیت ۱۶۵

بھی مربوط ہے اور پہلے اور بعد میں ہونے والے واقعات کے بھی مطابق ہے بہت سے علمائے اہل سنت نے اس آیت کے غدیر خم میں حضرت علیؑ کے اعلان خلافت کے بارے میں نازل ہونے کی تصریح کی ہے اور ان روایات کو صحیح قرار دیا ہے اور اس سلسلہ میں ان حضرات نے اپنے شیعہ بھائیوں کا ساتھ دیا ہے میں بطور مثال چند ان علمائے اہل سنت کے اسماء تحریر کرتا ہوں جو اس کے موید ہیں

(۱) الامام ابو اسحاق ثعلبی نے	اپنی تفسیر کبیر میں
(۲) حاکم حسکانی نے	اپنی کتاب شواہد التنزیل لقواعد التفصیل کے جلد ۱ صـ۱۸۷ پر
(۳) جلال الدین سیوطی نے	اپنی تفسیر الدر المنثور فی التفسیر بالماثور کے جلد ۳ صـ۱۱۷ پر
(۴) فخر رازی نے	اپنی تفسیر کبیر کے جلد ۱۲ صـ۵۰ پر
(۵) محمد عبدہ نے	اپنی تفسیر المنار کے جلد ۱ صـ۸۶ و جلد ۶ صـ۴۶۳ پر
(۶) ابن عساکر شافعی نے	اپنی "تاریخ دمشق" کے جلد ۲ صـ۸۶ پر
(۷) شوکانی نے	فتح القدیر کے جلد ۲ صـ۶۰ پر
(۸) ابن طلحۃ شافعی نے	مطالب السئول کے جلد ۱ صـ۴۴ پر
(۹) ابن صباغ مالکی نے	فصول مہمہ کے صـ۲۵ پر
(۱۰) قندوزی حنفی نے	ینابیع المودۃ کے صـ۱۲۰ پر
(۱۱) شہرستانی نے	ملل و نحل کے جلد ۱ صـ۱۶۳ پر

(۱۲) ابن جریر طبری نے	کتاب الولایۃ میں ————
(۱۳) ابن سعید سجستانی نے	کتاب الولایۃ میں ————
(۱۴) بدر الدین حنفی نے	عمدۃ القاری فی شرح البخاری کے جلد ۸ ص ۵۸۴ پر ————
(۱۵) عبدالوہاب بخاری نے	تفسیر القرآن میں ————
(۱۶) حافظ ابو نعیم نے	اپنی کتاب نزول القرآن میں
(۱۷) امام واحدی نے	اپنی کتاب اسباب النزول کے ص ۱۵۰ پر
(۱۸) آلوسی نے	روح المعانی جلد ۲ ص ۳۸۴ پر ————
(۱۹) صدیق حسن خاں نے	فتح البیان فی مقاصد القرآن کے جلد ۳ ص ۶۳ پر
(۲۰) حموینی نے	فرائد السبطین کے جلد ۱ ص ۸۵ پر ————

یہ ان تھوڑے سے علماء کے اسماء ہیں اور اگر تفصیل چاہتے ہوں تو علامہ امینی کی کتاب "الغدیر" کا مطالعہ فرمائیں۔ ————

آپ کا کیا خیال ہے جب خداوند عالم نے رسولؐ خدا کو "مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ" کی تبلیغ کا حکم دیا تھا تو آن حضرت نے کیا کیا ہوگا؟

شیعہ حضرات کہتے ہیں: آپؐ نے لوگوں کو ایک جگہ پر یعنی غدیر خم میں جمع کیا اور بہت ہی بلیغ و لمبا چوڑا خطبہ ارشاد فرمایا اور تمام لوگوں کو ان کے نفسوں پر گواہ بنایا اور سب ہی نے کہا آپ ہمارے نفسوں پر ہم سے زیادہ اولیٰ ہیں اس کے بعد آپ نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا: میں جس کا مولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کے مولیٰ ہیں خداوندا جو علیؑ کو

دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو علیؑ کو دشمن رکھے تو بھی اس کو دشمن رکھ، جو علیؑ کی مدد کرے تو اس کی مدد کر، جو علیؑ کی مدد نہ کرے تو اس کو رسوا کر، اور حق کو ادھر پھرا جدھر علیؑ پھریں [۱] اس کے بعد علیؑ کو عمامہ پہنایا اور ایک خیمہ علیؑ کے لئے نصب کیا اور اصحاب کو حکم دیا کہ علیؑ کو امیرالمومنین کہہ کر مبارکباد پیش کریں چنانچہ لوگوں نے کیا اور سب سے آگے آگے ابوبکر و عمر تھے۔ اور کہہ رہے تھے: مبارک ہو مبارک ہو اے علیؑ تم کو کہ تم تمام مومنین و مومنات کے مولا ہو گئے [۲] اور جب رسم مبارکبادی ختم ہو گئی تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

یہ چیز شیعوں کے یہاں مسلمات میں سے ہے اس میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس واقعہ کا ذکر اہل سنت کے یہاں بھی ہے؟ اور ہمارے اوپر جنبہ داری کا الزام نہ آئے اس لئے ہمارے اوپر واجب ہے کہ احتیاط سے کام لیں اور اس موضوع پر بہت ہوشیاری سے بحث کریں اور فریقین کی دلیلوں کو دیکھیں اور صرف خدا کی خوشنودی کو پیش نظر رکھیں۔

---

[۱] اسی کو حدیث غدیر کہتے ہیں، اس کو علمائے شیعہ اور علمائے اہل سنت دونوں نے لکھا ہے

[۲] مسند احمد حنبل جلد ۴ ص ۲۸۱ تفسیر طبری، تفسیر رازی جلد ۳ ص ۶۳۶، صواعق ابن حجر، دار قطنی، بیہقی، خطیب بغدادی، شہرستانی وغیرہ نے اس حدیث کو لکھا ہے۔

تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ہم کو شیعوں کا قول پسند ہے جو صحیح بات ہے وہی کہنی چاہیئے کیونکہ قرآن نے منافقین سے ڈرایا ہے ارشاد ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ (پ ۲ رس ۲ (بقرہ) آیت ۲۰۴)

اے رسولؐ بعض لوگ (منافقین سے ایسے بھی ہیں) جن کی (چکنی چپڑی) باتیں (اس ذراسی) دنیوی زندگی میں تمھیں بہت بھاتی ہیں اور وہ لوگ اپنی دلی محبت پر خدا کو گواہ مقرر کرتے ہیں حالانکہ وہ (تمھارے) دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو ہیں ــــ اور اس سوال کا جواب اثبات میں ہے کیونکہ بہت سے سنی علماء نے اس واقعہ کو ادوار کے حساب سے بھی تحریر کیا ہے ـ یعنے سنیوں کی کتابوں سے بعض شواہد پیش کرتا ہوں ـ

(۱) احمد بن حنبل نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے: ہم لوگ رسولؐ اللہ کے ساتھ ایک وادی میں اترے جس کو غدیر خم کہا جاتا ہے آنحضرتؐ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا اور گرمی میں نماز ادا کی پھر اس کے بعد آن حضرتؐ نے ایک خطبہ دیا سمرۃ نامی درخت پر کپڑا ڈال کر آپ کو سورج کی حرارت سے بچایا پھر آپ نے کہا "کیا تم لوگ نہیں جانتے" یا کہا "کیا تم لوگ گواہی نہیں دیتے" کہ میں ہر مومن کے نفس سے اولیٰ ہوں؟ سب نے ایک زبان ہو کر کہا: ہاں تب آپ نے فرمایا: میں جس کا مولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کے مولیٰ ہیں خداوندا جو علیؑ سے محبت کرے تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی کرے اس کو ذلیل و رسوا کر۔[1]

---

[1] مسند احمد حنبل جلد ۴ ص ۳۷۲

(۲) امام نسائی نے کتاب الخصائص کے اندر زید ابن ارقم سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ: جب رسولؐ خدا حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے غدیر خم میں اترے تو حکم دیا لکڑیوں کا منبر بنایا جائے جب یہ کام ہو گیا تو آپ نے فرمایا: شاید اس مرتبہ مجھے دعوت الٰہی آجائے اور میں قبول کرلوں (اس لئے) میں تمہارے درمیان ثقلین چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سے ایک، دوسرے سے بڑا ہے، کتاب خدا اور اپنی عترت (جو) میرے اہل بیت (بھی) ہیں، دیکھوں تم لوگ میرے بعد ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہو (سن لو) جب تک یہ دونوں میرے پاس حوض (کوثر) پر نہ آجائیں دونوں میں کبھی کوئی اختلاف وافتراق نہ ہوگا — اس کے بعد فرمایا: خدا میرا مولیٰ ہے اور میں ہر مومن کا مولیٰ ہوں اس کے بعد علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: میں جس کا (بھی) ولی ہوں علیؑ اس کے ولی ہیں پروردگارا جو علیؑ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو علیؑ کو دشمن رکھے تو بھی اس کو دشمن رکھ! ابوالطفیل نے پوچھا: اے زید کیا تم نے خود سنا ہے؟ زید نے کہا: ہاں (میں ہی نہیں) جتنے بھی لوگ اس میدان میں تھے سب ہی نے اپنی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اپنے اپنے کانوں سے سنا ہے [۱]

(۳) حاکم نیشاپوری نے زید بن ارقم سے دو صحیح طریقوں سے بشرط شیخین (بخاری و مسلم) روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: جب رسولؐ خدا حجۃ الوداع

---

[۱] کتاب الخصائص، نسائی ص۲۱

کی واپسی میں غدیر خم پر اترے تو کڑیوں کا منبر بنانے کا حکم دیا جب یہ کام ہو چکا تو فرمایا: ہو سکتا ہے خدا مجھے اپنے پاس بلالے تو میں اس کی دعوت قبول کر لوں گا۔ اور میں تمھارے درمیان دو عظیم چیزوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں ایک دوسرے سے بزرگ ہے اور وہ خدا کی کتاب اور میرے اہل بیتؑ ہیں، دیکھوں تم لوگ میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟ ان دونوں میں کبھی جدائی نہیں ہوگی جب تک میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچ جائیں اس کے بعد فرمایا: خداوند عالم میرا مولیٰ ہے اور میں ہر مومن کا مولیٰ ہوں اس کے بعد علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس کا بھی میں مولیٰ ہوں اس کے یہ علیؑ بھی مولیٰ ہیں، معبود جو اس کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ اور جو اس کو دشمن رکھے تو اس کو دشمن رکھ [۱]

(۴) اس حدیث کو مسلم نے بھی اپنی صحیح میں زید بن ارقم کے حوالہ سے نقل تو کیا ہے مگر بہت ہی اختصار کے ساتھ چنانچہ زید کہتے ہیں: رسولؐ خدا نے مکہ و مدینہ کے درمیان ایک چشمہ پر جس کو خم کہا جاتا ہے خطبہ ارشاد فرمایا: آپ نے حمد و ثنا اور وعظ و ذکر کے بعد فرمایا: لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں قریب ہے کہ میرے رب کا پیغام جبرئیل لیکر آئیں اور میں قبول کر لوں (اس لئے میں) تم لوگوں کے درمیان دو بہت ہی وزنی چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ ان دونوں میں ایک خدا کی کتاب ہے جس میں ہدایت و نور ہے لہذا

---

[۱] مستدرک الحاکم جلد ۳ صفحہ ۱۰۹

کتاب خدا کو لو اور اس سے تمسک اختیار کرلو پھر آپ نے لوگوں کو کتاب خدا کے لئے ابھارا اور رغبت دلائی اس کے بعد فرمایا: (دوسری چیز) میرے اہلبیت ہیں۔ میں تم لوگوں کو اپنے اہل بیت کے معاملہ میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں اس جملہ کو تین مرتبہ فرمایا ...... [1]

حاشیہ:- باوجود اس کے کہ امام مسلم نے واقعہ غدیر کو بہت مختصر طریقہ سے لکھا ہے پھر بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اثبات حق کے لئے اتنا ہی کافی وشافی ہے، ویسے ہوسکتا ہے کہ یہ اختصار خود زید بن ارقم کی طرف سے ہو کیونکہ ممکن ہے کہ سیاسی حالات نے ان کو مجبور کردیا ہو کہ وہ حدیث کو چھپائیں اور سیاق حدیث سے یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے، کیونکہ راوی کہتا ہے: میں حصین بن سیرہ اور عمر بن مسلم کے ساتھ زید بن ارقم کے پاس گیا، جب ہم لوگ ان کے پاس بیٹھ گئے تو حصین نے کہا: اے زید آپ نے تو خیر کثیر حاصل کیا ہے آپ نے رسولخداؐ کو دیکھا ہے ان سے حدیث سنی ہے۔ ان کی ہمراہی میں جہاد کیا ہے ان کی اقتدا میں نماز پڑھی لہٰذا آپ نے جو رسولؐ خدا سے سنا ہو اس میں سے کچھ ہم کو بھی سنائیے! زید نے کہا: واللہ میرے بھتیجے میں بہت بوڑھا ہوگیا، زمانہ بھی زیادہ گزر گیا رسولؐ خدا سے جو کچھ حفظ کیا تھا ان میں سے بعض چیزوں کو بھول گیا۔ اس لئے میں جو بیان کروں اس کو قبول کرلو اور میں جو بیان نہ کروں

---

[1] صحیح مسلم جلد ۷، ص ۱۲۲ باب فضائل علیؑ ابن ابیطالبؑ، اس حدیث کو امام احمد ترمذی، ابن عساکر وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

اس کے بیان کرنے کی زحمت نہ دو، اس کے بعد زید نے کہا: رسولِ خدا نے ایک مرتبہ خُم کے مقام پر ہم کو خطبہ دیا...... اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حصین نے غدیر کے بارے میں پوچھا تھا اور سب کے سامنے اس سوال کی وجہ سے ان کے لئے مشکل پیدا ہو گئی تھی، اور وہ یقیناً اس بات کو جانتے تھے کہ اس سوال کا صریحی جواب ان کے لئے حکومت کی طرف سے مشکلات پیدا کر دے گا چونکہ جو حکومت لوگوں کو حضرت علیؑ پر لعنت کرنے کے لئے مجبور کرتی ہو وہ حضرت علیؑ کے نشرِ فضائل کو کیونکر برداشت کر سکتی ہے؟) اسی لئے حدیث میں زید کی طرف سے معذرتی جملے ہیں کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، اس واقعہ کو بھی مدت گزر چکی ہے، حافظہ میں جو باتیں تھیں کچھ بھول گیا ہوں اور پھر حاضرین سے کہتے ہیں میں جو بیان کروں اس کو سن لو اور جس کے بارے میں سکوت اختیار کروں اس کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرو۔

اس خوف کے باوجود اور واقعہ غدیر کو کاٹ چھانٹ کر بیان کرنے کے باوجود بھی زید بن ارقم نے بہت سی حقیقتوں کو واضح کر دیا (خدا ان کو جزائے خیر دے) اور واقعہ غدیر کی طرف اس کا ذکر کئے بغیر اشارہ میں بیان کر دیا۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں، مکہ و مدینہ کے درمیان ایک چشمہ پر جس کو خُم کہا جاتا ہے رسولؐ خدا نے خطبہ ارشاد فرمایا، اس کے بعد حضرت علیؑ کا نام لئے بغیر ان کے فضائل بیان کئے اور حدیث ثقلین کا ذکر کر کے اہل بیت کا ذکر کیا کہ یہ حضرات شریک قرآن ہیں اس کے بعد پورے واقعہ کو حاضرین کی ذہانت پر چھوڑ دیا کہ یہ لوگ خود ہی

نتیجہ نکال لیں گے کیونکہ تمام مسلمانوں کو معلوم تھا حضرت علیؑ ہی سید اہل بیت ہیں اور یہی وجہ ہے کہ امام مسلم نے بھی حدیث سے وہی مفہوم سمجھا ہے جو ہم سمجھے ہیں اسی لئے انھوں نے اس حدیث کو فضائل حضرت علیؑ کے ذیل میں ذکر کیا ہے حالانکہ حدیث کے اندر حضرت علیؑ کا نام نہیں ہے

(۵) طبرانی نے معجم کبیر میں صحیح سند کے ساتھ زید بن ارقم اور حذیفہ بن اسید الغفاری کے واسطہ سے ذکر کیا ہے: رسولؐ خدا نے غدیر خم میں چند درختوں کے نیچے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: لوگو! قریب ہے کہ مجھے بلا لیا جائے اور میں دعوت رب کو قبول کر لوں، (سنو) میں بھی مسؤل (ذمہ دار) ہوں اور تم لوگ بھی مسؤل ہو (بتاؤ) تم لوگ کیا کہتے ہو؟ سب نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ فرمائی، اور جہاد فرمایا، اور وعظ و نصیحت کی خدا آپ کو جزائے خیر دے آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا تم لوگ لا الہ الا اللہ، محمدؐ عبدہ و رسول اللہ، اور جنت کے برحق، جہنم کے برحق، موت کے برحق، بعثت کے برحق ہونے اور قیامت کے آنے کے بارے میں جس میں کوئی شک نہیں ہے، قائل نہیں ہو؟ سبھوں نے کہا: ہاں ہم ان چیزوں کی بھی گواہی دیتے ہیں اس وقت رسولؐ خدا نے فرمایا: پروردگارا تو گواہ رہ، اس کے بعد ارشاد فرمایا لوگو! خدا میرا مولی ہے اور میں مومنین کا مولی ہوں اور میں مومنین کے نفوس پر ان سے زیادہ اولویت رکھتا ہوں، پس جس کا میں مولی ہوں یہ — علیؑ — بھی اس کا مولی ہے، خداوندا جو علیؑ کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ

اور جو علیؑ کو دشمن رکھے تو بھی اس کو دشمن رکھ، پھر اس کے بعد فرمایا: میں تم سے پہلے جاؤں گا اور تم سب حوض کوثر پر میرے پاس آؤ گے، اس حوض کا (طول وعرض) بصری سے لیکر صنعاء تک ہو گا ستاروں کی تعداد کے برابر اس پر چاندی کے پیالے رکھے ہوں گے، اور جب تم لوگ میرے پاس آؤ گے تو میں ثقلین کے بارے میں تم سے سوال کروں گا کہ میرے بعد تم نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا، اس میں ثقل اکبر خدا کی کتاب ہے جس کا ایک سرا تمھارے ہاتھ میں اور ایک خدا کے ہاتھ میں ہے لہذا اس سے تمسک کرو، تاکہ گمراہ نہ ہو اس میں تبدیلی نہ کرنا اور (دوسرے) میرے اہل بیتؑ ہیں خدائے لطیف وخبیر نے مجھے بتایا ہے کہ یہ دونوں منقضی ہونے والے نہیں ہیں جب تک حوض کوثر پر میرے پاس وارد نہ ہو جائیں [۱]

(۷) امام احمد نے البراء ابن عازب سے دو طریقوں سے نقل کیا ہے کہ البراء بن عازب کہتے ہیں: ہم لوگ رسولؐ خدا کے ساتھ ساتھ غدیر خم میں اترے تو ندا دی گئی "الصلواۃ جامعۃ" دو درختوں کے نیچے رسولؐ خدا کے لئے جھاڑو دی گئی اور آپ نے وہاں نماز ظہر پڑھی اور علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ مومنین کے نفوس پر میں ان سے زیادہ اولیٰ ہوں؟ سبھوں نے کہا ہاں (ہم جانتے ہیں) پھر فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کے نفس پر اس سے زیادہ اولیٰ ہوں؟ سبھوں نے

---

[۱] صواعق، ابن حجر ص۲۵ منقول از طبرانی وحکیم ترمذی

کہا ہاں پھر آپ نے علیؑ کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علیؑ بھی مولیٰ ہیں خدا وندا جو علیؑ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو علیؑ کو دشمن رکھے تو بھی اس کو دشمن رکھ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد عمر علیؑ سے ملے اور بولے: فرزند ابو طالبؑ مبارک ہو تم سب مومن و مومنہ کے مولیٰ ہو گئے [1]

مختصر یہ ہے کہ حدیث غدیر کو اعلام اہل سنت نے ذکر کیا ہے ان کے علاوہ جنکا میں ذکر کر چکا ہوں مثلاً ترمذی، ابن ماجہ، ابن عساکر، ابی نعیم ابن اثیر، الخوارزمی، سیوطی، ابن حجر، الہیثمی، ابن صباغ مالکی، قندوزی حنفی، ابن المغازلی، ابن کثیر، حموینی، حسکانی، غزالی، بخاری نے اپنی اپنی تاریخ میں (ان سب ہی نے نقل کیا ہے) علامہ امینیؒ نے اپنی کتاب الغدیر میں فرمایا ہے: علمائے اہل سنت نے اختلاف طبقات و مذاہب کے باوجود پہلی صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک ہر ہر صدی میں اس حدیث کو لکھا ہے، اور ان علما کی تعداد ۳۶۰ سے زیادہ ہے، جو تحقیق کرنا چاہے کتاب الغدیر کا مطالعہ کرے [2]

---

[1] مسند امام احمد حنبل جزء رابع ص ۲۸۱، کنز العمال جلد ۱۵ ص ۱۱، فضائل الخمسہ من الصحاح الستہ جلد ۱، ص ۳۵۰ -

[2] علامہ امینی کی کتاب "الغدیر" گیارہ جلدوں میں ہے اس میں غدیر کے سلسلہ میں جو بھی ہے اس کو علمائے اہل سنت کے حوالہ تحریر کیا ہے -

کیا ان تمام باتوں کے باوجود یہ کہنا ممکن ہے کہ حدیث غدیر شیعوں کی من گڑہت ہے ؟ عجیب وغریب بات تو یہ ہے کہ اکثر مسلمانوں کے سامنے جب حدیث غدیر کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ اس کو جانتے ہی نہیں یا پھر انھوں نے سنا ہی نہیں ! اور اس سے بھی زیادہ عجیب یہ ہے کہ ایسی صحیح ومتفق علیہ حدیث کے بعد بھی علمائے اہل سنت کہتے ہیں : رسول ص خدا نے اپنے بعد کسی کو اپنا خلیفہ نامزد ہی نہیں کیا بلکہ خلافت کا مسئلہ مسلمانوں کے شورائی کے حوالہ کر کے چلے گئے خدا کے بندو کیا خلافت کے لئے اس سے زیادہ صریح اور بلیغ حدیث ممکن ہے ؟ کچھ تو انصاف سے کام لیجئے ؟

یہاں پر مجھے زیتونہ یونیورسٹی کے ایک بہت بڑے عالم سے اپنا مباحثہ یاد آرہا ہے ہوا یوں کہ میں نے حضرت علیؑ کی خلافت پر حدیث غدیر سے استدلال کیا تو انھوں نے نہ صرف یہ کہ اس حدیث کی صحت کا اقرار کیا بلکہ سونے پر سہاگہ کا کام کیا کہ مجھے بتایا کہ انھوں نے بذات خود ایک تفسیر لکھی ہے جس میں حدیث غدیر کا ذکر کر کے اس کی صحت کی تصدیق کی ہے اس کے بعد انھوں نے جو لکھا ہے اس کو درج ذیل کرتے ہیں ،

مولانا :- شیعوں کا خیال ہے کہ یہ حدیث سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر نص ہے ، اور یہ بات اہل سنت کی نظر میں باطل ہے کیونکہ یہ حدیث سیدنا ابی بکر الصدیق وسیدنا عمر الفاروق سیدنا عثمان ذوالنورین کی خلافت کے منافی ہے بہذا اس حدیث میں جو لفظ مولیٰ وارد ہوئی ہے اس کی تاویل کرنی پڑے گی کہ مولا کے معنی محب اور ناصر کے ہیں

جیسا کہ خود قرآن مجید میں لفظِ "مَولیٰ" محب و ناصر کے معنی میں آئی ہے اور مولیٰ کے یہی معنی خلفائے راشدین و اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی سمجھا تھا، اور تابعین و علمائے مسلمین نے ان ہی بزرگوں سے اس معنی کو لیا ہے، اس لئے رافضی لوگ اس حدیث کی جو تاویل کرتے ہیں وہ قابل اعتبار نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ خلفاء کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے اور صحابۂ رسولؐ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں اور صرف یہی بات (خلفاء پر طعن کرنا) ان کی اکاذیب کو رد کرنے اور ان کے گمان کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے —

میں :- اچھا یہ بتایئے یہ واقعہ غدیر خُم میں ہوا تھا کہ نہیں ؟

مولانا :- ہاں ہوا تھا - اگر یہ نہ ہوا ہوتا تو علماء اور محدثین اس کی روایت نہ کرتے !

میں :- کیا رسولؐ خدا کے شایان شان ہے اس تپتے ہوئے سورج میں اصحاب کو جمع کر کے لمبا چوڑا خطبہ دیں اور اس کے بعد صرف یہ بتائیں کہ علیؑ تمھارے محب و ناصر ہیں ؟ کیا آپ خود اس تاویل پر راضی ہیں؟

مولانا :- واقعہ یہ تھا کہ بعض لوگوں نے حضرت علیؑ کی شکایت کی تھی اور کچھ لوگ آپ سے بغض و کینہ رکھتے تھے اس لئے آنحضرتؐ نے چاہا کہ ان کے دلوں سے کینہ کو نکال دیا جائے اس لئے فرمایا - علیؑ تمھارے محب و ناصر ہیں تاکہ لوگ علیؑ سے محبت کریں بغض نہ رکھیں -

میں :- اس کام کے لئے لوگوں کو ٹھہرانے، ان کے ساتھ نماز پڑھنے

اور خطبہ کے ابتدا میں یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ کیا میں تمھارے نفسوں پر تم سے زیادہ اولیٰ نہیں ہوں ؟ جس سے مولیٰ کے معنی واضح ہو جائیں ۔ اور اگر آپ والی بات مان لی جائے تو اس کے لئے شکایت کرنے والے کیلئے اتنا کہدینا کافی تھا کہ علیؑ تمھارے محب و ناصر ہیں ، اس کے لئے اتنے بڑے مجمع کو جس کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی اور جس میں بوڑھے عورتیں ، بچے سب ہی موجود تھے سب کو دھوپ میں کھڑا کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟ بھلا کوئی عقلمند اس کو مانے گا ؟

مولانا :- اچھا کیا کوئی عقلمند اس کو مانے گا کہ حدیث کا جو مطلب آپ نے اور شیعوں نے سمجھا ہے اس کو ایک لاکھ صحابی نے نہیں سمجھا ؟

میں :- سنیئے پہلی بات تو یہ ہے کہ مدینہ میں رہنے والے لوگ اس مجمع میں کم تھے دوسری بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے یقینی طور سے وہی مطلب سمجھا ہے جو میں نے اور شیعوں نے سمجھا ہے اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ ابوبکر و عمر نے حضرت علیؑ کو " مبارک ہو تم کو فرزند ابو طالبؑ کہ تم تمام مومنین کے مولیٰ ہو گئے " کے الفاظ سے تہنیت پیش کی تھی ۔

مولانا :- اگر یہی بات تھی تو رسولؐ خدا کے بعد ان لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کیوں نہیں کی ؟ کیا آپ کا خیال ہے کہ ان لوگوں نے نافرمانی کی اور حکم رسولؐ کی مخالفت کی ؟ استغفر اللہ ربی ۔

میں :- جب علمائے اہل سنت گواہی دیتے ہیں اور اپنی کتابوں میں تحریر کرتے ہیں : بعض اصحاب آنحضرتؐ کی زندگی میں (بلکہ) آپ کے

سامنے آپ کے احکام کی مخالفت کرتے تھے [1] تو آنحضرت کے وصال کے بعد اگر یہ لوگ مخالفت کریں تو اس میں کیا تعجب ہے؟ اور جب اکثر اصحاب نے اسامہ کے امیر بنانے پر اعتراض کی بوچھار کر دی محض اس بنا پر کہ اسامہ کمسن ہیں حالانکہ اسامہ کی قیادت ایک محدود سریہ پر تھی اور محدود مدت کے لئے تھی تو بھلا حضرت علیؑ کی امارت و خلافت لوگ کیسے قبول کر لیتے؟ جب کہ وہ کمسن تھے اور زندگی بھر کے لئے خلافت مطلقہ تھی۔ اور ابھی آپ نے فرمایا ہے کہ بعض اصحاب حضرت علیؑ سے بغض و کینہ رکھتے تھے،

مولانا:۔ (زچ ہو کر) بولے: اگر امام علی کرم اللہ وجہہ یہ جانتے کہ رسولؐ خدا نے ان کو خلیفہ بنایا ہے تو خاموش نہ رہتے وہ اتنے بہادر تھے کہ زبردستی اپنا حق چھین لیتے وہ کسی بھی صحابی سے ڈرتے نہیں تھے،

میں:۔ جناب عالی۔ یہ آپ نے دوسرا موضوع چھیڑ دیا اور میں اس موضوع پر بحث نہیں کرنا چاہتا کیوں کہ جب آپ صحابہ کی بزرگی کی خاطر حضور اکرمؐ کی صحیح احادیث نہیں تسلیم کر رہے ہیں، زبردستی کی تاویلیں کر رہے ہیں اور خواہ مخواہ الفاظ کے معانی میں تصرف کر رہے ہیں تو میں آپ کو حضرت علیؑ کے سکوت یا اپنے حق کے لئے احتجاج کرنے پر کیونکر قانع کر سکتا ہوں؟

مولانا:۔ مسکرائے پھر بولے: خدا کی قسم میں ان لوگوں میں ہوں جو حضرت علیؑ

---

[1] بخاری و مسلم نے اصحاب کی بہت سی مخالفتوں کا ذکر کیا ہے مثلاً صلح حدیبیہ۔ قلم و قرطاس کا مسئلہ، اسامہ کی سرداری وغیرہ۔

کرم اللہ وجہہ کو دوسروں پر فضیلت دیتے ہیں، اور اگر میرے ہاتھ میں مسئلہ ہوتا تو میں کسی بھی صحابی کو ان پر مقدم نہ کرتا کیونکہ وہ باب مدینۃ العلم تھے اسد اللہ الغالب تھے لیکن مرضی الٰہی میں کس کو کیا چارہ ہے۔ خدا جس کو چاہے مقدم کر دے اور جس کو چاہے موخر کر دے اس سے کوئی سوال نہیں کیا جا سکتا!۔

میں :- بھی مسکرایا، اور بولا: یہ دوسرا موضوع ہے، جو ہم کو قضا و قدر پر بحث کرنے پر مجبور کر دے گا، اور ہم اس سے پہلے اس پر گفتگو کر بھی چکے ہیں لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات کسی نے اپنی رائے نہیں بدلی۔

اور مولانا یہ عجیب بات ہے کہ جب میں کسی سنی عالم سے بحث کر کے اس کو مغلوب کر دیتا ہوں تو وہ فوراً ایک ایسے موضوع کی طرف بھاگنے لگتا ہے جس کا ہماری بحث سے کوئی ربط ہی نہیں ہوتا آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

مولانا :- لیکن میں تو اپنی رائے پر باقی ہوں، میں نے رائے نہیں بدلی،

بہرحال میں نے مولانا سے رخصت لی اور چلا گیا، اور کافی دیر تک یہ سوچتا رہا آخر ہمارے علماء میں سے کوئی ایسا مجھے کیوں نہیں ملتا جو بحث کو آخری منزل تک پہنچائے اور دروازہ پر کھڑا ہی رہے (یہ مثل ہے)

اچھا بعض لوگ بحث تو شروع کر دیتے ہیں اور جب اپنی بات کو دلیل سے نہیں ثابت کر پاتے تو فوراً کہنے لگتے ہیں ارے بھائی ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے جو اس نے کیا اس کی جزا اس کو ملے گی اور جو ہم کریں گے اس کی جزا ہم کو ملے گی، اور بعض حضرات کہنے لگتے ہیں، میاں گڑے

مردے اکھاڑنے سے کیا فائدہ؟ کینوں اور فتنوں کو ابھارنے سے کیا نتیجہ؟ اہم بات یہ ہے کہ شیعہ سنی ایک خدا، ایک رسول ؐ پر ایمان رکھتے ہیں بس یہی ہمارے لئے کافی ہے، اور بعض حضرات مختصر لفظوں میں کہتے ہیں: بھائی اصحاب کے معاملہ میں خدا سے ڈرو!

اب آپ ہی بتائیے کیا اس کے بعد ان لوگوں سے بحث کی گنجائش رہتی ہے؟ کیا ان کو سیدھا راستہ دکھایا جاسکتا ہے؟ کیا یہ لوگ اس حق کی طرف پلٹ سکتے ہیں جس کے نہ ماننے پر گمراہی ہی گمراہی ہے؟ آخر یہ لوگ قرآن کے اسلوب کو کیوں نہیں مانتے؟ جو لوگوں کو دلیل قائم کرنے پر ابھارتا ہے: قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ (پ ۲ س ۲۷ (النمل) آیت ۶۴)

اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔ حالانکہ اگر یہ سنی حضرات شیعوں کو مطعون نہ کرتے ان پر اوچھے الزام نہ لگاتے تو یہ لوگ کبھی بھی، سنیوں سے جنگ و جدال نہ کرتے انتہا یہ ہے کہ "اَلتِي ہِیَ اَحْسَن" کے عنوان سے بھی نہ کرتے۔

آیۂ اکمال

یہ بھی خلافت سے متعلق ہے

قال اللہ تعالیٰ : اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پ ۶ س ۵ (مائدہ) آیت ۳)

آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے (اس) دین اسلام کو پسند کیا۔

شیعوں کے یہاں اجماع ہے کہ جب رسولؐ خدا نے غدیر خم میں حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان کر دیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ روایت عترت طاہرہ کے آئمہ سے مروی ہے اور اسی لئے شیعہ امامت کو اصول دین میں شمار کرتے ہیں۔

اور چونکہ بہت سے علمائے اہل سنت نے بھی اس آیت کا شان نزول غدیر خم میں حضرت علیؑ کی خلافت کے اعلان کے بعد کا مانا ہے، اس لئے بطور نمونہ چند علماء کے اسمائے گرامی کو میں ذیل میں درج کرتا ہوں

(۱) تاریخ دمشق ——— ابن عساکر ——— جلد ۲ ص ۷۵

(۲) مناقب علیؑ ——— ابن مغازلی ——— ص 19

(۳) تاریخ بغداد ——— خطیب بغدادی ——— جلد ۸ ص ۹۲

۴	اتقان	سیوطی	جلد ۱ ص ۱۳
۵	مناقب	خوارزمی	ص ۸۰
۶	تذکرۃ الخواص	سبط ابن جوزی	ص ۳۰
۷	تفسیر	ابن کثیر	جلد ۲ ص ۱۴
۸	روح المعانی	آلوسی	جلد ۶ ص ۵۵
۹	بدایۃ ونہایۃ	ابن کثیر دمشقی	جلد ۳ ص ۲۱۳
۱۰	در منثور	سیوطی	جلد ۳ ص ۱۹
۱۱	ینابیع المودۃ	قندوزی حنفی	ص ۱۱۵
۱۲	شواہد التنزیل	حسکانی	جلد ۱ ص ۱۵۷

قول مولف:- ان تمام باتوں کی وجہ سے علمائے اہل سنت کیلئے ضروری ہے کہ صحابہ کرام کی عزت و آبرو بچانے کے لئے اس آیت کو کہیں اور فٹ کریں ورنہ اگر انھوں نے تسلیم کرلیا کہ یہ آیت غدیر خم میں نازل ہوئی ہے تو در پردہ اس بات کا اعتراف ہوگا کہ ولایت علیؑ ہی وہ شئی ہے جس کی بنا پر دین کو کمال عطا کیا گیا اور مسلمانوں پر نعمت تمام کی گئی اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت بخار بن کر اڑ گئی، صحابہ کے عدالت کی نیا ڈوب گئی۔ خلافت اور اس کے اجتہادات کے مدرسے منہدم ہو گئے۔ بہت سی مشہور حدیثیں اس طرح پگھل گئیں جیسے پانی میں نمک! اصحاب مذاہب اور ان کے آئمہ "ہباءً منثورا"، ہو گئے، بہت سے رازوں سے پردے اٹھ گئے بہت سی پوشیدہ باتیں ظاہر ہو گئیں۔ ہوائیں کھڑی

کی گئی بلند و بالا عمارت ڈھ گئی ۔اور یہ بہت مشکل امر ہے بڑی تکلیف دہ مصیبت ہے کیوں کہ اس کا تعلق ایک امتِ کبیرہ کے عقیدے سے ہے جس کی اپنی تاریخ ہے، اس کے علماء ہیں اس کی شاندار روایات ہیں اسی لئے یہ مجبور ہیں کہ بخاری و مسلم جیسے لوگوں کی تصدیق کریں جنھوں نے روایت کی ہے کہ یہ آیت شب عرفہ جمعہ کے دن نازل ہوئی ہے،

اور جب یہ لوگ دوسری جگہ پر آیت کو فٹ کردیں گے تو پہلی۔ روایات شیعوں کی بے بنیاد روایات بن کر رہ جائیں گی ،اور شیعوں پر لعن طعن کرنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ دامن تقدس صحابہ کو داغدار بنایا جائے یہ صحابہ ؎۱ تو معصوم ہیں ان کے قول و فعل پر کسی کو تنقید کا حق نہیں ہے، رہے شیعہ تو وہ مجوسی ہیں ،کافر ہیں ، زندیق ہیں ، ملحد ہیں ، ان کے مذہب کا بانی عبداللہ ابن سبا ؎۲ ہے اور ابن سبا یہودی تھا اسلام و مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے حضرت عثمان کے عہد میں مسلمان ہو گیا تھا ، شیعوں کے اوپر اس قسم کے جھوٹے الزامات عائد کرنا اس لئے بہت آسان ہے کہ امت مسلمہ کی تربیت ہی تقدیس صحابہ پر کی گئی ہے چاہے وہ

؎۱ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ ستاروں کے مانند ہیں چاہے جس کی اقتدا کرو ہدایت پا جاؤ گے

؎۲ علامہ عسکری کی کتاب عبداللہ ابن سبا کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس شخص کا وجود ہی نہیں تھا اس کی تخلیق تو مشہور جھوٹا وضاع سیف بن عمر تمیمی نے کی ہے اسی طرح الفتنۃ الکبریٰ ڈاکٹر طہ حسین کی پڑھئے یا جی چاہے تو کتاب الصلۃ بین التصوف والتشیع پڑھئے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ عبداللہ بن سبا جناب عمار یاسر کو کہا گیا ہے ۱۲

کیسا ہی صحابی ہو خواہ اس نے زندگی میں ایک ہی مرتبہ آنحضرتؐ کی زیارت کی ہو۔

لیکن ہم ان کو اس بات پر قانع نہیں کر سکتے کہ یہ روایات شیعوں کی جعل کردہ نہیں ہیں بلکہ یہ ان بارہ اماموں کی ہیں جن کی امامت پر رسولؐ خدا نے نص کر دی تھی، مگر قرن اوّل کی حکومت اسلامی لوگوں کے دلوں میں صحابہ کی محبت و احترام کا بیج بونے میں اسی طرح کامیاب ہو گئی جس طرح امت مسلمہ کے دلوں میں حضرت علیؑ اور ان کی اولاد سے نفرت پیدا کرانے میں کامیاب ہو گئی، اور حضرت علیؑ پر منبروں سے لعنت کی گئی ان کے شیعوں کو قتل و غارت کیا گیا، شہر بدر کیا گیا اور چونکہ معاویہ کے زمانہ میں جھوٹ، خرافات وغیرہ جیسے ذرائع ابلاغ بہت وسیع تھے، اس لئے لوگ ہر شیعہ سے نفرت کرنے لگے اور شیعوں کی طرف دل کھول کر جھوٹے و فاسد عقائد منسوب کیے گئے کیونکہ یہی لوگ حکومت کے مخالف تھے جیسے آج کل ہمارے یہاں ان کو اچھی پوسٹوں سے معزول کر دیا جاتا ہے اور موقع ملنے پر قتل کر دیا جاتا ہے،

یہی وجہ ہے کہ اس زمانے کے مورخین اور رائٹر حضرات نے شیعوں کا نام "روافض" رکھ دیا تھا، ان کو کافر کہا جاتا تھا اور سمجھا جاتا تھا جیسے آج کل پاکستان میں "سپاہ صحابہ" نے شیعوں کے کفر کا فتویٰ دیا ہے ہر جگہ کافر کافر شیعہ کافر، دیواروں پر، ریلوے اسٹیشنوں پر، بس اڈوں پر، ہر ہر جگہ آپ کو لکھا ہوا نظر آئے گا پاکستان جا کر دیکھ لیجئے **مترجم**

حکام کی قربت حاصل کرنے کے لئے ان کا خون بہانا مباح تھا، اور جب اموی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور عباسی حکومت برسر اقتدار آئی تو بعض مورخین اپنے پرانے ڈھرے پر چلتے رہے لیکن بعضوں نے اہل بیت [1] کی حقیقت کو پہچان لیا تو انھوں نے انصاف سے کام کرنے کا ارادہ کیا اور موافقت پیدا کرنے کی کوشش کی اور حضرت علیؑ کو خلفائے راشدین میں شامل کر لیا لیکن اتنی ہمت وہ بھی نہیں کر سکے کہ حضرتؑ کی اوّلیت و اوّلویت و حقیقت کو ثابت کر سکے : اسی لئے یہ حضرات اپنی صحاح میں کبھی کبھی اور کہیں کہیں تھوڑے سے فضائل حضرت علیؑ کے تحریر کر دیتے ہیں ۔ لیکن اس کا خیال رکھتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ سے تعارض نہ ہونے پائے اور بعضوں نے تو ابو بکر، عمر، عثمان کیلئے فضائل کی حدیثیں اپنی طرف سے وضع کر لیں تاکہ شیعوں کا منہ بند کیا جا سکے جو حضرت علیؑ کی افضلیت کے قائل ہیں ۔

میں اپنی تلاش و جستجو میں اس تلخ حقیقت پر بھی مطلع ہوا کہ ۔ اہل سنت کے یہاں لوگوں کی شہرت و عظمت کا پیمانہ بغض علیؑ و اہل بیت ہے ، جو جتنا بغض رکھے گا وہ اتنا ہی عظیم ہو گا ، اموی اور عباسی ہر اس شخص کو مقرب بنا لیتے تھے جس نے حضرت علیؑ سے جنگ کی ہو یا زبان و تلوار کا استعمال ان کے خلاف کیا ہو ، اسی پیمانے پر بعض صحابہ

---

[1] کیونکہ آئمہ معصومین نے اپنے اخلاق و علوم زہد و تقویٰ کرامت کا اظہار کیا جس سے دنیا واقف ہو گئی

کو آسمان پر چڑھا دیا جاتا تھا اور بعض کو خاک میں ملا دیا جاتا تھا بعض شاعروں کو مالا مال کر دیا جاتا تھا اور بعض کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ حضرت ام المومنین کو ان لوگوں کے بہاں یہ درجہ ہرگز نہ ملتا اگر وہ حضرت علیؑ سے جنگ نہ کرتیں اور ان سے بغض نہ رکھتیں! ؎۱

یہی وجہ ہے کہ عباسیوں نے بخاری، مسلم اور امام مالک کو بہت شہرت دی کیونکہ ان حضرات نے حضرت علیؑ کے فضائل بہت کم لکھے ہیں بلکہ ان کی کتابوں میں صریحی طور سے یہ تک لکھا ہے کہ علیؑ کو نہ کوئی فضیلت حاصل تھی نہ منزلت! چنانچہ صحیح بخاری باب مناقب عثمان میں ابن عمر کا قول لکھا ہے کہ وہ کہتے تھے: رسولؐ خدا کے زمانہ میں ہم ابوبکر کے مقابلہ میں کسی کو نہیں جانتے تھے اس کے بعد عمر اس کے بعد عثمان کا نمبر تھا، اس کے بعد سارے صحابی برابر تھے کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں تھی ؎۲ پس ابن عمر کے نزدیک حضرت علیؑ عام

؎۱ عائشہ حضرت علیؑ کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتی تھیں ملاحظہ ہو بخاری جلد ۱ ص ۱۲۶، جلد ۷، ص ۱۸، جلد ۵ ص ۱۴۰، مورخین کا بیان ہے جب عائشہ کو حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر ملی ہے تو انھوں نے سجدۂ شکر ادا کیا اور ایک شعر پڑھا۔

؎۲ بخاری جلد ۴ ص ۱۹۱، ص ۲۰۰، اسی طرح بخاری جلد ۴ ص ۱۹۵ پر ایک روایت محمد بن الحنفیۃ سے ہے کہ میں نے اپنے باپ (حضرت علیؑ) سے پوچھا: رسولؐ خدا کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ابوبکر! اس کے بعد میں نے پھر کہا: ابوبکر کے بعد؟ فرمایا: عمر! پھر مجھے ڈر ہوا کہ کہیں اس کے بعد عثمان کا نام نہ لیدیں اس لئے میں نے کہا: اس کے بعد آپ؟ تو فرمایا: میں تو مسلمانوں کی طرح کا ایک فرد ہوں۔

لوگوں کی طرح کے تھے، (پڑھیئے اور تعجب کیجیے)

اسی طرح امت مسلمہ میں کچھ اور بھی فرقے ہیں جیسے معتزلہ، خوارج وغیرہ جو شیعوں کے نظریہ کو نہیں مانتے کیونکہ علیؑ اور اولادِ علیؑ کی امامت کا عقیدہ تختِ خلافت تک پہنچنے سے اور لوگوں کی گردنوں پر حکومت کرنے سے روکتا ہے اور لوگوں کے اموال پر من مانی حکومت سے مانع ہے، جیساکہ بنی امیہ اور بنی عباس نے صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں خوب خوب من مانی کی، اور وہ سلسلہ آج تک باقی ہے، کیونکہ جو لوگ بھی تخت حکومت تک پہنچے ہیں خواہ وراثتاً جیسے بادشاہ و سلاطین بلکہ وہ رؤسا بھی جن کو عوام نے تخت حکومت تک پہنچایا، وہ بھی اس اعتقاد ـــ خلافت و حکومت صرف اہل بیت کا حق ہے ـــ کو پسند نہیں کرتے، بلکہ اس شاہی عقیدہ کا مذاق اڑاتے ہیں جس کے قائل صرف شیعہ ہیں، خصوصاً وہ شیعہ جو بیوقوف ہیں جن کی بیوقوفی کی انتہا یہ ہے کہ وہ اس مہدی منتظرؑ کی امامت کے قائل ہیں جو ظاہر ہو کر زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح پُر کر دیں گے جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہے

اب ہم بڑے سکون اور بغیر کسی تعصب کے فریقین کے اقوال پر تبصرہ کریں گے تاکہ پتہ چل جائے کہ کیا بات مناسب ہے اور اکمالِ دین، والی آیت کا سبب نزول کیا ہے؟ تاکہ حق واضح ہو جائے اور ہم اس کی پیروی کر سکیں۔ اور پھر ہم کو اس کی پرواہ نہیں ہو گی کہ یہ راضی ہیں یا وہ ناراض ہیں۔ بشرطیکہ سب سے پہلے ہماری نظر میں خوشنودیٔ خدا ہو، اور اس کے عذاب سے نجات ہو۔ یوم نجات وہ ہے: يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ

وَلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝[1] یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّ
تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْھُھُمْ اَکَفَرْتُمْ بَعْدَ
اِیْمَانِکُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ وَاَمَّا الَّذِیْنَ
ابْیَضَّتْ وُجُوْھُھُمْ فَفِیْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝

(پ ۴ - س ۳، (آل عمران) آیت ۱۰۶)

(اس دن سے ڈرو) جس دن کچھ لوگوں کے چہرے تو سفید و نورانی ہونگے اور کچھ (لوگوں) کے چہرے سیاہ ہوں گے پس جن لوگوں کے منہ پر کالک ہو گی (ان سے کہا جائیگا) ہائیں کیوں؟ تم تو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے اچھا تو (لو آب) اپنے کفر کی سزا میں عذاب (کے مزے) چکھو اور جن کے چہرے پر نور برستا ہو گا وہ تو خدا کی رحمت (بہشت) میں ہوں گے (اور) اسی میں سدا رہیں گے۔

---

[1] پ ۱۹ / س ۲۶ (الشعرا) آیت ۸۸، ۸۹ ترجمہ جس دن نہ تو مال ہی کچھ کام آئے گا اور نہ لڑکے بالے مگر جو شخص خدا کے سامنے (گناہوں سے) پاک دل لیئے ہوئے حاضر ہو گا (وہ فائدہ میں رہیگا)

شانِ نزول عرفہ کا دن

(۱) بخاری میں (کئی واسطوں سے) طارق بن شہاب سے منقول ہے: کچھ یہودیوں نے کہا: اگر یہ آیت ہمارے یہاں نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے۔ اس پر عمرؓ نے پوچھا کونسی آیت؟ یہودیوں نے کہا: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ الخ[1] عمرؓ نے کہا: میں تو جانتا ہوں یہ آیت کس جگہ اتری ہے یہ تو اس وقت اتری ہے جب رسولِ خدا عرفہ میں کھڑے تھے

(۲) ابن جریر نے عیسیٰ بن حارثۃ الانصاری سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: ہم لوگ دیوان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک نصرانی نے کہا: مسلمانو! تمھارے یہاں ایک ایسی آیت اتری ہے جو اگر ہمارے یہاں اترتی تو اس دن اور اس وقت کو جب تک ہم میں سے دو آدمی بھی باقی رہتا" عید قرار دے لیتے اور وہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ ہے۔ مگر کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر میری ملاقات محمد بن کعب القرظی سے ہوئی تو میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: ہاں تم نے اس کی تردید کیوں نہیں کی؟ عمر بن الخطاب نے کہا ہے: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جب آنحضرتؐ عرفہ کے دن پہاڑ پر کھڑے تھے اور وہ دن مسلمانوں کے لئے عید ہے جب تک ایک بھی مسلمان رہیگا[2]

---

[1] بخاری جلد ۵ ص ۱۲۷ ● [2] تفسیر درمنثور جلد ۳ ص ۱۸

اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دن بھی عید کا دن ہے کیونکہ پروردگار عالم نے اسی دن مسلمانوں کا دین کامل کیا ہے اور ان پر اپنی نعمت تمام کی اور دین اسلام کو پسندیدہ دین قرار دیا ـــــ لیکن مسلمانوں کے یہاں یہ دن عید کا نہیں ہے، اسی لئے آپ ذرا دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں کہ جب نصرانی نے کہا: مسلمانو! تمھارے یہاں ایک ایسی آیت اتری ہے الخ تو راوی کا بیان ہے کسی نے جواب نہیں دیا۔ آخر کیوں جواب نہیں دیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو نہ تو اس تاریخ کا علم تھا اور نہ ہی اس دن کی عظمت معلوم تھی اگر یہ دن عرفہ کا ہوتا تو اس کو سب ہی جانتے اور سب لوگ فوراً جواب دیدیتے معلوم ہوتا ہے کہ خود راوی کو بھی بہت تعجب ہوا تھا کہ آخر اتنے عظیم دن سے مسلمان کیوں غافل ہیں ـ اسی لئے محمد بن کعب القرظی سے پوچھا گیا آخر یہ کیا بات ہے؟ تو محمد بن کعب کہتے ہیں: عمر بن الخطاب کی روایت ہے کہ یہ آیت عرفہ کے دن اس وقت نازل ہوئی جب آنحضرتؐ پہاڑ پر کھڑے تھے۔ اگر واقعی یہ دن عید کا ہوتا اور مسلمانوں کے یہاں یہ بات مشہور ہوتی تو راویان احادیث کیسے جاہل رہتے؟ خواہ وہ صحابی ہو یا تابعی۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ وہ عظیم دن عرفہ تو ہرگز نہیں ہے۔

دراصل مسلمانوں میں صرف دو عیدیں مشہور ہیں، عید الفطر، عید الاضحیٰ اسی لئے علماء و محدثین وغیرہ نے صرف دو ہی عیدیں تحریر کی ہیں مثلاً۔ بخاری و مسلم کو دیکھئے یہ لوگ لکھتے ہیں کتاب العیدین، صلوٰۃ العیدین خطبۃ العیدین وغیرہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ عوام و خواص کے یہاں دو ہی عیدیں ہیں ان کے یہاں تیسری عید کا وجود ہی نہیں ہے دوسرے لفظوں میں

یوں کہا جائے کہ ان کے یہاں عرفہ کا دن عید نہیں سمجھا جاتا ورنہ اس کا بھی شمار عیدوں میں ہوتا۔

عرفہ کے دن آیت نازل نہیں ہوئی اس کے لئے چند دلیلیں ملاحظہ فرمایئے

(۱) ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان اس عظیم دن سے واقف نہیں تھے اور نہ اس دن عید مناتے تھے نہ جشن کرتے تھے نہ خوشی مناتے تھے جس کی وجہ سے ایک مرتبہ یہودیوں کو اور ایک مرتبہ نصرانی کو یہ کہنا پڑا: مسلمانوں تمھارے یہاں ایک ایسی آیت اتری ہے الخ اور اسی وجہ سے عمر کو پوچھنا پڑا کونسی آیت؟ تو انھوں نے کہا الیوم اکملت لکم دینکم الخ تو عمر نے کہا مجھے معلوم ہے کہاں اتری۔ جب رسول خدا عرفہ میں کھڑے تھے تب یہ آیت اتری ہے۔

اس روایت سے جعل و وضع کی بو آتی ہے، حالانکہ جن لوگوں نے اس روایت کو حضرت عمر کی زبان سے بخاری کے زمانہ میں جعل کرایا ہے ان کا مقصد محض یہ تھا کہ یہودیوں اور نصرانی کے قول اور مسلمانوں کے عمل میں موافقت ثابت کی جائے کیونکہ یہودیوں و نصرانی کا کہنا تھا کہ اس عظیم دن کو عید ہونا چاہیئے جس دن آیت اتری لیکن مسلمانوں کے یہاں تیسری عید تو تھی نہیں لہٰذا فوراً عرفہ کے دان کو عید بتادیا۔ حالانکہ عملی طور سے اس دن کا عید قرار دینا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ حجاج کرام طواف افاضۃ کے بعد ہی احرام اتارتے ہیں اور طواف افاضۃ جمرہ عقبہ و قربانی و سر منڈانے کے بعد ہی ہوتا ہے اور یہ امور (قربانی و سر منڈانا) دسویں کو انجام دیئے جاتے ہیں جو حیثیت عید الفطر میں رمضان المبارک کی ہے کہ عید رمضان کے بعد

ہی ہوتی ہے پہلے نہیں ہو سکتی وہی بات حج میں احرام کی ہے کہ جب تک احرام ختم نہ ہو جائے عید نہیں ہوتی ہے۔ دیکھئے جس طرح رمضان میں روزے دار پر بہت سی چیزیں حرام رہتی ہیں (کھانا، پینا، جماع، وغیرہ) اس کو عید ہی حلال کرتی ہے اسی طرح حجاج پر بہت سی چیزیں احرام کے بعد حرام ہو جاتی ہیں (جماع خوشبو، زینت، سلے ہوئے لباس کا پہننا، شکار، ناخن، اور بالوں کا کاٹنا) وغیرہ وغیرہ اور ان چیزوں کو طواف افاضہ کے بعد دسویں ذی الحجہ ہی حلال کرتی ہے، پس اس سے ثابت ہوا کہ یوم عرفہ عید نہیں ہے، عید تو دسویں ذی الحجہ ہے جس دن دنیا بھر کے لوگ خوشیاں مناتے ہیں، جب یوم عرفہ عید نہیں ہے تو اس روایت کے جعل کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ آیت کا نزول عرفہ کے دن نہیں ہوا اور نہ عرفہ کو عید منائی جاتی ہے

ظن غالب یہ ہے کہ خلافت کو شوریٰ کے حوالہ کرنے والے لوگوں نے ہی اس نظریہ کی بنیاد ڈالی ہے اور انھیں حضرات نے نزول آیت کو یوم غدیر سے یوم عرفہ کی طرف موڑ دیا ہے اور آیت کا ادھر موڑ دینا بہت آسان تھا کیونکہ جتنا عظیم اجتماع غدیر میں ہوا تھا وہی اجتماع عرفہ میں بھی تھا کیونکہ تمام حجاج سب کے سب یا تو غدیر میں جمع تھے یا عرفہ میں، اور لوگوں میں مشہور بھی ہے کہ لوگ ایام حج میں متفرق رہتے ہیں صرف عرفہ میں ایک جگہ اکٹھا ہوتے ہیں اسی لئے عرفہ کے دن نازل ہونے کے قصہ کو جعل کرنے والوں نے کہا ہے کہ یہ آیت عرفہ کے دن رسولؐ خدا کے خطبہ کے بعد فوراً نازل ہوئی ہے۔

اور ہو سکتا ہے کہ خود حضرت عمر نے اس آیت کے نزول کو عرفہ کی طرف موڑا ہو، کیونکہ غدیر میں نزول کو تسلیم کرنے سے حضرت علیؑ کی خلافت ثابت ہوتی ہے اور خلافت حضرت علیؑ کے مخالف سب سے زیادہ یہی حضرات تھے جس طرح سقیفہ میں بیعت ابوبکر کی عمارت کو مضبوط بنانے والے بھی یہی تھے، کیونکہ ابوبکر کی خلافت کو مستحکم کرنے کے لئے انھوں نے ان تمام لوگوں کو ڈرایا دھمکایا جو حضرت فاطمہؑ کے گھر میں جمع تھے اور بیعت ابوبکر کے منکر تھے حضرت عمر نے صرف زبانی تہدید پر اکتفا نہیں کی بلکہ آگ اور لکڑیاں لیکر حضرت زہراؑ، کے گھر کو جلانے پر آمادہ ہو گئے کہ اگر یہ لوگ گھر سے ابوبکر کی بیعت کیلئے نہ نکلے تو ہم اس گھر کو آگ لگا دیں گے [۱] پس جس کی یہ ہمت ہو اور مزاج کا اتنا سخت ہو اس کے لئے کوئی مشکل بات نہیں ہے کہ لوگوں کو مجبوراً قانع کر دے کہ آیت یوم عرفہ کو نازل ہوئی ہے

اور جب حضرت علیؑ کی خلافت نصی کو اس کی حقیقت سے منحرف کیا جا سکتا ہے، اور جب حضرت علیؑ اور ان کے ساتھی رسول خداؐ کے دفن و کفن میں مشغول ہوں اس عالم میں سقیفہ بنی ساعدہ کے اندر دفعتاً عام لوگوں کی اطلاع کے بغیر ابوبکر کی بیعت لی جا سکتی ہو، اور نصوص غدیر کو دیوار پر پھینک مارا جا سکتا ہو، اور اسے نسیاً منسیا بنایا جا سکتا ہو تو کیا غدیر کی نص کو عرفہ میں نہیں بتایا جا سکتا؟ اور ان تمام حالات کے اندر کس

---

[۱] تاریخ الخلفاء ابن قتیبہ بحث کیف کانت بیعت ابی بکر جلد (۱) ص ۶

کی ہمت تھی جو غدیر کی آیت سے استدلال کرسکتا؟

ارے بھائی حدیث "ولایت" سے زیادہ تو آیت کا مفہوم واضح نہیں ہے۔ آیت میں صرف یہی تو ہے کہ دین کامل کر دیا گیا نعمت تمام کر دی گئی، خدا راضی ہو گیا۔ اس سے زیادہ تو نہیں ہے تو جو لوگ حدیث ولایت کے مفہوم کو ملیا میٹ کرسکتے ہیں تو کیا آیت کو اس کے اپنے واضح مفہوم میں باقی رہنے دیں گے؟ معنوی اعتبار سے حضرت عمر کے نزدیک وہ دن عید کا ہو سکتا ہے مگر بالفعل تو نہیں ہے

اس عقیدہ کی صحت پر ابن جریر کی وہ روایت جو قبیصہ بن ذویب سے مروی ہے دلیل ہے قبیصہ کی روایت ہے کہ: کعب نے کہا: امت مسلمہ کے علاوہ کسی اور قوم پر یہ آیت اترتی تو وہ قوم اس دن کا خاص خیال رکھتی اور اس دن کو عید قرار دے لیتی جس میں لوگ جمع ہوا کرتے! اس پر عمر نے پوچھا اے کعب وہ کونسی آیت ہے؟ کعب نے کہا: الیوم اکملت لکم دینکم الخ والی آیت، عمر نے کہا مجھے وہ دن بھی معلوم ہے اور وہ جگہ بھی معلوم ہے جہاں آیت نازل ہوئی تھی یہ جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن نازل ہوئی تھی اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یہ دونوں دن ہمارے لئے عید ہیں [1]

ثانیاً - ہم نے پہلے ثابت کر دیا ہے کہ آیت بلاغ "یعنی یا ایھا

---

[1] درمنثور — در تفسیر آیت اکملت لکم دینکم سورۂ مائدہ۔

الرّسول بَلِّغ ــــــ جس میں حکم دیا گیا ہے کہ میرے رسولؐ اس اہم حکم کو پہنچادو جس کے بغیر تمہاری رسالت کالعدم ہو جائے گی ۔مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی ہے اور اس کو ایک سو بیس (۱۲۰) صحابی سے زیادہ اور تین سو ساٹھ علمائے اہل سنت والجماعت نے نقل کیا ہے ، اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ آیت اکمال ــــــ الیوم اکملت لکم دینکم ــــــ عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے تو دونوں آیتوں (آیہ اکمال و آیہ بلاغ) میں تضاد پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ جب عرفہ کے دن خدا دین کو مکمل کر چکا ، نعمتوں کو تمام کر چکا یعنی اب کچھ باقی نہیں رہا تو پھر ایک ہی ہفتہ کے بعد خدا اپنے نبیؐ کو یہ کیسے حکم دے سکتا ہے : اس اہم امر کو پہنچادو ورنہ تمہاری رسالت کالعدم ہو جائے گی ، جب سب کچھ عرفہ کے دن مکمل ہو چکا تو واپسی میں مکہ و مدینہ کے درمیان خدا کیوں کر امر مہم کی تبلیغ کا حکم دے سکتا ہے ؟ عقل والو کیا یہ صریحی تضاد نہیں ہے ؟

ثالثاً :- آیت اکمال عرفہ کے دن نازل ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ کوئی بھی محقق جب رسولؐ خدا کے عرفہ والے خطبہ میں غور و فکر کرے گا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر رہ ہی نہیں سکتا کہ اس خطبہ میں رسولؐ نے کوئی ایسی بات کہی ہی نہیں جو مسلمانوں کو معلوم نہ ہو ، اور کوئی نئی بات پیش ہی نہیں فرمائی کہ جس پر اکمالِ دین و اتمام نعمت موقوف ہو ، بلکہ آپ نے صرف انھیں وصایا کی تاکید فرمائی ہے جس کا ذکر قرآن اور رسولؐ مختلف مواقع پر کر چکے تھے ۔ جب کسی نئی بات کا ذکر ہی نہیں ہے تو پھر اکمال دین و اتمام نعمت کو اس پر کیونکر معلق کیا جا سکتا ہے ؟ اگر انھیں عام باتوں پر اتمام نعمت و اکمال دین موقوف ہوتا تو بہت

پہلے ہو چکا ہوتا عرفہ کے دن کیوں ہوتا ؟ لیجئے ہم اپنی بات کی صداقت کے لئے ان تمام چیزوں کا ذکر کیے دیتے ہیں جن کو راویوں نے بیان کیا ہے .

● :- مسلمانوں جیسے تمھارا یہ مہینہ (ذی الحجۃ) اور یہ دن (عرفہ) محترم ہے اسی طرح خدا نے تمھارے اوپر مسلمانوں کا خون بہانا اور اموال لوٹنا بھی حرام کر دیا ہے

● :- تقوائے الٰہی اختیار کرو . زمین میں فساد نہ کرو ، جس کے پاس کسی کی امانت ہو اس کو صاحب امانت تک پہنچا دو ، اور لوگوں کو ان کی (خریدی ہوئی) چیزیں کم نہ دیا کرو ـــ

● :- اسلام میں سب برابر ہیں کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں ہے فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے

● :- جاہلیت کا ہر خون میرے پاؤں کے نیچے ہے اور جاہلیت کا ہر سود میرے قدموں کے نیچے ہے (یعنی سب کو ختم کر دیا)

● :- لوگو نسئی (مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا) بھی کفر ہی کی زیادتی ہے . . . . . آگاہ ہو جاؤ زمانہ پھر گھوم پھر کر اسی ہیئت پر آگیا ہے جب خدا نے آسمانوں اور زمین کو خلق کیا تھا

● :- خدا کے یہاں مہینوں کی تعداد کتاب الٰہی میں ۱۲ ہی ہے جن میں چار (اشہر الحرم) مہینوں میں جنگ حرام ہے ۔

● :- میں تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ عورتوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرو ۔ کیونکہ تم نے ان کو امانت خدا کے عنوان سے لیا ہے اور کتاب الٰہی کی بناء پر یہ عورتیں تم پر حلال کی گئی ہیں ۔

● :- میں کنیزوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ جو تم کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ، اور جو تم پہنو وہی ان کو پہناؤ۔

● :- مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں کوئی مسلمان اپنے بھائی کے ساتھ غش (ملاوٹ دھوکہ) نہ کرے اس کے ساتھ خیانت نہ کرے، اس کی غیبت نہ کرے مسلمانوں کا نہ تو خون حلال ہے اور نہ مال۔

● :- آج کے بعد سے شیطان مایوس ہو گیا کہ اس کی عبادت کی جائے۔ ہاں تمہارے وہ اعمال جنکو تم حقیر سمجھتے ہو اس میں اس کی اطاعت ہو گی۔

● :- خدا کا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو اپنے قاتل کے علاوہ دوسروں کو قتل کرے اور اپنے مارنے والے کے علاوہ دوسروں کو زدوکوب کرے، جو اپنے محسنوں کے احسان کو فراموش کر دے اس نے محمدؐ پر نازل شدہ چیزوں کا انکار کر دیا جو اپنے کو اپنے ماں باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف نسبت دے اس پر خدا، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

● :- میں اس بات پر مامور ہوں کہ جب تک لوگ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ کہنے لگیں میں ان سے جنگ کرتا رہوں۔ اور جب وہ کلمہ پڑھنے لگیں تو ان کی جان و مال محفوظ ہے ہاں اگر حق کے ساتھ ہو تب محفوظ نہیں ہے اور ان کا حساب خدا پر ہے،

● :- میرے بعد تم لوگ گمراہ و کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کو غلام بنانے لگو اور قتل کرنے لگو۔

حجۃ الوداع میں عرفہ کے خطبہ میں آنحضرتؐ نے جن چیزوں کو فرمایا

تھا معتبر مصادر سے میں نے سب کو نقل کر دیا کچھ نہیں چھوڑا۔ اب آپ ہی بتائیے اس میں کونسی ایسی بات ہے جس کو صحابہ نہیں جانتے تھے؟ اس میں جتنی باتیں ہیں ان کا ذکر قرآن میں ہے اور سنت رسولؐ میں ان کا حکم بیان کیا جا چکا ہے آنحضرتؐ نے تو اپنی پوری زندگی ان چیزوں کے بیان کرنے میں صرف کر دی جو آپ پر نازل ہوئی تھیں۔ ہر چھوٹی و بڑی چیز کی تعلیم دیدی تھی لہٰذا ان چیزوں کی بنیاد پر جن کو سارے صحابہ جانتے تھے آیۂ اکمال (الیوم اکملت لکم دینکم) کا نزول ممکن ہی نہیں ہے، آنحضرتؐ نے ان چیزوں کو بطور تاکید بیان فرمایا تھا اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حج پر روانہ ہونے سے پہلے آنحضرتؐ نے لوگوں کو خبر کر دی تھی کہ یہ میرا آخری حج ہے اس لئے ضروری تھا کہ تمام۔ لوگوں کو ان باتوں کو پھر سنا دیں۔

لیکن اگر ہم دوسرے قول کو تسلیم کریں ــــــ یعنی آیت اکمال غدیر خُم میں نازل ہوئی ہے ــــــ تو مطلب بھی صحیح رہتا ہے اور واقع کے مطابق بھی ہو جاتا ہے، کیونکہ آنحضرت کے بعد خلیفہ کون ہو؟ یہ اہم ترین مسئلہ ہے نہ خدا اپنے بندوں کو بیکار چھوڑ سکتا ہے اور نہ رسولؐ ہی کے شایان شان یہ بات تھی کہ کسی کو خلیفہ نامزد کئے بغیر دنیا سے روانہ ہو جائیں، خصوصاً جب کہ آپ کی سیرت تھی کہ اگر چند دنوں کیلئے بھی مدینہ چھوڑتے تھے تو کسی نہ کسی، صحابی کو اپنا خلیفہ بنا کر جاتے تھے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ ہمیشہ کے لئے۔ جا رہے ہوں اور کسی کو بھی خلیفہ معین نہ کریں؟؟؟

اس زمانے کے ملحدین و کافرین کا بھی عقیدہ ہے کہ سردار و بادشاہ کے مرنے سے

پہلے اپنے قائد و رہبر کو معین کر لیتے ہیں تاکہ موجودہ رئیس کے بعد وہی امور ریاست انجام دے، ایک دن کے لئے بھی اپنی قوم کو بغیر رئیس نہیں چھوڑتے اس لئے اس دین کے بارے میں ــــ جو تمام دینوں میں سب سے زیادہ مکمل ہو جس پر شریعتوں کا خاتمہ ہو، جس سے کامل تر، اعظم و احسن دین نہ ہو جس کے لئے اعلان کیا گیا ہو: یہ قرآن بالکل سیدھے راستہ کی ہدایت کرتا ہے ــــ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ خدا و رسولؐ نے اس کو لیڈر و رہبر کے بغیر چھوڑ دیا ہوگا۔

جی ہاں! اتنا کامل دین خلافت جیسی اہم چیز کو نہیں چھوڑ سکتا، ابھی چند صفحات پہلے ہم عرض کر چکے کہ ام المومنین عائشہ و ابن عمر اور ان سے پہلے خود ابوبکر و عمر نے اس بات کا احساس کر لیا تھا اور اس حکمت کو سمجھ لیا تھا کہ اگر خلیفہ معین نہ کیا گیا تو فتنہ کھڑا ہو جائے گا، اور ان لوگوں کے بعد خلفاء نے بھی اس مصلحت کا ادراک کر لیا تھا اسی لئے ہر ایک اپنے بعد کے لئے خلیفہ معین کر کے جاتا تھا ـــ پھر کیا یہ لوگ اس مصلحت و حکمت کو سمجھتے تھے اور خدا و رسولؐ اس حکمت سے جاہل تھے؟ معاذاللہ

ہذا یہی قول ــــ جب رسولؐ خدا حجۃ الوداع سے واپس آ رہے تھے تو خداوند عالم نے وحی بھیجی: اے رسولؐ اس حکم کو پہنچا دو جو تمہارے رب کے پاس سے تم پر نازل کیا گیا ہے کہ تمہارے بعد علیؑ ہی امیرالمومنین ہیں اور اگر تم نے اس کو نہ پہنچایا تو کوئی بھی کارِ رسالت انجام نہیں دیا ـــ صحیح ہے

پس ولایت علیؑ کے ذریعہ دین کو مکمل کرنا ہر عاقل کے نزدیک ضروری

بات ہے اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ مخالفین کی مخالفت یا ان کی تکذیب سے خوف زدہ تھے جیسا کہ بعض روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے مثلاً آنحضرتؐ کا قول ہے : جبرئیل نے میرے رب کا یہ حکم مجھے پہنچایا کہ میں اس عظیم اجتماع میں کھڑے ہو کر ہر کالے و گورے کو مطلع کر دوں کہ علیؑ ابن ابی طالب میرے بھائی، میرے وصی اور میرے بعد میرے خلیفہ اور لوگوں کے امام ہیں اس وقت چونکہ مجھے معلوم تھا کہ متقین کی تعداد بہت کم ہے اور اذیت دینے والوں اور ملامت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے کیونکہ علیؑ ہر وقت میرے ساتھ رہتے تھے اور میں ان سے شدت کے ساتھ مانوس تھا (ان کی ہر بات کو مانتا تھا) یہاں تک کہ لوگوں نے میرا نام ہی (اذن) رکھدیا تھا جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے : ومنھم الذین یؤذون النبی ویقولون ھو اذنٌ قل اذن خیر لکم (پ۱۰ س ۹ (توبہ) آیت ۶۱)

اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو ہمارے رسولؐ کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بس کان ہی (کان) ہیں (اے رسولؐ) تم کہدو کہ (کان تو ہیں مگر) تمھاری بھلائی سننے کے کان ہیں، اور میں ان لوگوں کو جانتا ہوں چاہوں تو ان کے نام بھی بتا دوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا، اس لئے میں نے جبرئیل سے کہا کہ خدا سے کہو مجھے اس کام سے معاف کر دے، لیکن خدا نے قبول نہیں کیا۔ اور مجھے حکم دیا کہ تم کو یہ اعلان کرنا ہے ہذا اَیُّھَا النَّاسُ ... خدا نے علیؑ کو تمھارا ولی اور امام معین کر دیا ہے۔ اور ہر شخص پر ان کی اطاعت واجب کر دی

ہے، خطبہ ۱؎

لیکن جب خدا نے : "وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ" نازل فرمایا تو پیغمبرؐ نے فوراً بغیر کسی تاخیر کے حکمِ رب کا امتثال فرمایا اور علیؑ کو خلیفہ نامزد کر کے اصحاب کو حکم دیا کہ سب لوگ امیر المومنین کہہ کر مبارکباد پیش کریں چنانچہ سب نے تبریک پیش کی تب اس کے بعد یہ آیت اتری : اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

ان تمام باتوں کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ بعض علمائے اہل سنت نے صریحی طور سے اعتراف کیا ہے کہ آیت بلاغ حضرت علیؑ کی امامت کے بارے میں نازل ہوئی ہے چنانچہ ابن مردویہ نے ابن مسعود کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں : ہم لوگ رسولؐ خدا کے زمانہ میں آیت غدیر کی تلاوت اس طرح کیا کرتے تھے : یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ، اِنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ۲؎

اس بحث کے بعد جب ہم شیعوں کی روایات "جو ائمہ معصومین سے مروی ہیں" دیکھتے ہیں تو یہ امر بالکل ہی واضح ہو جاتا ہے کہ خدا نے اپنے دین کو امامت

۱؎ "کتاب الولایہ" کے مولف ابن جریر طبری نے اس خطبہ کو مکمل طور سے لکھا ہے، درمنثور جلد ۲ ص ۲۹۸ پر قریب قریب انھیں الفاظ سے منقول ہے۔

۲؎ فتح القدیر / شوکانی جلد ۳ ص ۵۷، درمنثور جلد ۲ ص ۲۹۸ منقول از ابن عباس۔

(علیؑ) کے ذریعہ کامل کیا۔ اسی لئے امامت شیعوں کے یہاں اصول دین میں داخل ہے

اسی امامت کی برکت سے خدا نے مسلمانوں پر اپنی نعمتوں کو تمام کیا تاکہ وہ بیکار نہ رہیں خواہشات کی رو میں بہہ نہ جائیں فتنے ان کو پارہ پارہ نہ کردیں اور وہ ان بھیڑ بکریوں کی طرح نہ ہوجائیں جو چرواہے کے بغیر متفرق ہوجاتی ہیں۔ اسی امامت کے طفیل دین اسلام کو پسندیدہ قرار دیا کیونکہ اس دین کے رہبروں کو معصوم بنایا ان کو حکمت عطا فرمائی، ان کو علم کتاب کا وارث بنایا تاکہ یہ حضرات محمدؐ کے وصی قرار پائیں ــــ اس لئے ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ نمایندگان الٰہی کی اطاعت کرے، انتخاب پروردگار عالم کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ کیونکہ اسلام کا مفہوم عمومی ہی خدا کے سامنے سر جھکانا ہے ــ

خداوند عالم کا ارشاد ہے: وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ● (پ ۲۰ س ۲۸ قصص، آیت ۶۸، ۶۹، ۷۰)

تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) منتخب کرتا ہے اور یہ انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے اور جس چیز کو یہ لوگ خدا کا شریک بناتے ہیں اس سے خدا پاک اور (کہیں) برتر ہے اور (اے رسولؐ) یہ لوگ جو باتیں اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں تمہارا

پروردگار ان کو خوب جانتا ہے اور وہی خدا ہے اس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں دنیا و آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور تم لوگ (مرنے کے بعد) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

ان تمام باتوں سے یہ بات بہت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ آنحضرتؐ نے "یوم غدیر" کو یوم عید قرار دیا ہے کیونکہ حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانے اور الیوم اکملت لکم دینکم الخ کے نازل ہونے کے بعد فرمایا: دین کے کامل کرنے پر اور نعمت کے تمام ہونے پر اور میری رسالت اور میرے بعد علیؑ ابن ابیطالبؑ کی ولایت پر خدا کی رضامندی پر میں اس کی حمد کرتا ہوں [۱] اس کے بعد مبارکباد کے لئے ایک خیمہ میں آپ خود بیٹھے اور حضرت علیؑ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور تمام مسلمانوں کو مع امہات المومنین کے حکم دیا کہ سب آکر اس عہدے کی مبارک بادیں اور امیر المومنین کہہ کر سلام کریں چنانچہ لوگوں نے اس پر عمل کیا۔ حضرت علیؑ کو مبارک باد پیش کرنے والوں میں ابوبکر و عمر پیش پیش تھے دونوں نے آکر کہا: مبارک ہو مبارک ہو ابوطالبؑ کے فرزند آپ تمام مومنین و مومنات کے مولیٰ ہو گئے [۲]

---

[۱] حسکانی نے آیت غدیر کی تفسیر میں ابوسعید خدری سے یہ روایت کی ہے، اور حافظ ابونعیم نے بھی اپنی کتاب "ما انزل من القرآن فی علی" میں اس کو نقل کیا ہے ● [۲] اس واقعہ کو غزالی نے اپنی کتاب "سر العالمین" کے صفحہ ۱۲ پر اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند کی جلد ۴ ص ۲۸۱ پر، طبری نے اپنی تفسیر میں جلد ۳ ص ۴۲۸ پر بیہقی، ثعلبی، دار قطنی، فخر رازی، ابن کثیر وغیرہ نے بھی اپنی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے

حسان بن ثابت انصاری نے جب اس دن رسولؐ خدا کی مسرت و خوشی کو دیکھا تو عرض کیا : اے خدا کے رسولؐ کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں یہاں پر کچھ اشعار کہوں جس کو حضور سماعت فرمائیں؟ آنحضرت نے فرمایا : ہاں خدا کی برکت کے ساتھ کہو، اے حسان جب تک تم اپنی زبان سے ہماری مدد کرتے رہو گے روح القدس کی تم کو تائید ہوتی رہے گی تب حسان نے درج ذیل اشعار کہے۔

شعر

يُنَادِيهِمْ يَوْمَ الْغَدِيرِ نَبِيُّهُمْ ● بِخُمٍّ فَاسْمَعْ بِالرَّسُولِ مُنَادِيَا[1]

فَقَالَ لَهُ قُمْ يَا عَلِيُّ فَإِنَّنِي ● نَصَبْتُكَ مِنْ بَعْدِي إِمَاماً وَهَادِيَا

غدیر کے دن مسلمانوں کے نبیؐ نے مقام خم پر لوگوں کو آواز دی (اور آخر میں) پھر علیؑ سے کہا تم کھڑے ہو جاؤ میں نے تم کو اپنے بعد لوگوں کا امام و ہادی معین کر دیا ہے — صاحب "الغدیر" نے اس قصیدے کے صرف دس اشعار "الغدیر" میں ذکر کیے ہیں جس کا جی چاہے الغدیر کا مطالعہ کرے۔

لیکن ان باتوں کے باوجود قریش نے خلافت کو اپنے لئے مخصوص کر لیا اور اس بات کو ناپسند کیا کہ بنی ہاشم میں نبوت و خلافت دونوں رہیں اور بنی ہاشم اپنی قوم پر فخر و مباہات کریں جیسا کہ عمر بن الخطاب نے عبد اللہ بن عباس۔

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب "ما انزل من القرآن فی علیؑ"، خوارزمی کی کتاب المناقب ص۸۰، گنجی شافعی کی کفایۃ الطالب، سیوطی کی کتاب "الازدھار فیما عقدہ الشعراء من الاشعار"، وغیر ذالک۔

سے اس بات کا اظہار بھی اپنی اس گفتگو میں کر دیا تھا جب دو لوں میں اسی موضوع پر نوک جھونک ہو گئی تھی [۱]

انھیں تمام باتوں کی وجہ سے کسی میں ہمت نہیں تھی کہ اس عید سعید پر جشن منا سکے بس آنحضرتؐ کی زندگی میں جو جشن غدیر کا منایا گیا تھا وہی آخری ثابت ہوا ۔

واضح سی بات ہے جب نص خلافت کو لوگوں نے بھلا دیا اور صرف دو ماہ کی مدت کے بعد ہی لوگوں نے اس نص کو اپنے ذہنوں سے جھٹک دیا اور کسی نے اس کا ذکر تک نہ کیا تو عید غدیر کو سال بھر بعد کیونکر مناتے؟ اس کے علاوہ عید غدیر کا تعلق نص خلافت سے ایسا ہی ہے جیسے چولی دامن کا ساتھ ہو ، جب نص ہی کو کالعدم کر دیا اور سبب ہی کو ختم کر دیا تو اس عید کا کیا ذکر ! بہر حال زمانہ گزرتا گیا اور آخر ایک دن چوتھائی صدی کے بعد حق بہ حق دار رسید ، تو حضرت علیؑ نے اس عید و نص کا احیا از سر نو فرمایا . حالانکہ لوگوں نے اس کو اپنے حافظہ کے قبرستان میں دفنا دیا تھا ، واقعہ یوں ہوا کہ ایک مرتبہ رحبہ (کوفہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے) میں آپ نے تمام اصحاب محمدؐ کو قسم دی کہ جو لوگ غدیر کے موقع پر موجود رہے ہوں وہ اٹھ کر مجمع عام میں گواہی دیں کہ عید غدیر میں خلافت پر بیعت لی گئی تھی

---

[۱] تاریخ طبری جلد ۵ ص ۳۱ ، تاریخ ابن اثیر جلد ۳ ص ۳۱ ، شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۱۸ ،

کہ نہیں! چنانچہ تیس صحابیوں نے وہ جن میں ۱۶ بدری تھے "گواہی دی[1]
اور جس نے اس کو چھپایا اس کو حضرت علیؑ کی بددعا لگی جیسے انس بن مالک
انھوں نے چھپایا اور کہا مجھے یاد نہیں ہے اس پر حضرت علیؑ نے کہا: خدایا
اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کو ایسے مرض میں مبتلا کر دے جس کو اس کا عمامہ بھی
نہ چھپا سکے چنانچہ انس اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہیں تھے کہ مبروص ہو گئے،
اس کے بعد رو رو کے بیان کرتے تھے گواہی نہ دینے پر عبد صالح کی بددعا
کا شکار ہو گیا[2] اس طرح حضرت علیؑ نے امت پر حجت تمام کر دی، اور
اس وقت سے آج تک شیعہ عید غدیر مناتے ہیں اور قیامت تک مناتے
رہیں گے، شیعوں کے نزدیک غدیر عیدِ اکبر ہے اور کیوں نہ ہو اسی دن
خدا نے دین کامل کیا، نعمت تمام کی اور اسلام کو پسندیدہ دین قرار دیا
غدیر خدا اور رسولؐ اور مومنین کے نزدیک عظیم الشان دن ہے، بعض علمائے
اہل سنت نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے: جب رسولؐ خدا نے حضرت
علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا: مَنْ کُنْتُ مولاہ فعلیٌّ مَوْلاہ الخ۔ تو

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۳۷۰ نیز جلد ۱ ص ۱۱۹ خصائص نسائی ص ۱۹، کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۷، تاریخ ابن کثیر جلد ۵ ص ۲۱۱، اسد الغابۃ جلد ۴ ص ۲۸، الاصابۃ ابن حجر عسقلانی جلد ۲ ص ۴۰۸، سیوطی کی جمع الجوامع وغیرہ ملاحظہ ہو۔

[2] ہیثمی کی مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۶، تاریخ ابن کثیر جلد ۵ ص ۲۶، مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۱۱۹۔

خدا نے اس آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ الخ کو نازل فرمایا، ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ: یہ غدیر کا دن تھا اور جو شخص غدیر (۱۸ ذی الحجۃ) کے دن روزہ رکھے اس کو ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا۔[1]

آئمہ اہل بیت سے شیعوں کے یہاں اس دن کے فضائل میں جو روایات آئی ہیں وہ بہت ہی زیادہ ہیں، ہم خدا کی حمد و ثنا کرتے ہیں کہ اس نے ہمکو ولایت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے تمسک کرنے والوں اور عید غدیر کے جشن منانے والوں میں قرار دیا ۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث غدیر ـــ یعنی مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہُ، وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہُ وَاَدِرِ الْحَقَّ مَعَہُ حَیْثُمَا دَارَ ـــ ایک حدیث ہے بلکہ ایک ایسا عظیم تاریخی حادثہ ہے جس کے نقل پر تمام امت اسلامیہ نے اجماع کیا ہے، ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں، ۳۶۰ ر علمائے اہل سنت سے زیادہ لوگوں نے اسکو لکھا ہے اور ان سے زیادہ شیعہ علماء نے لکھا ہے جس کو مزید تحقیق کرنا ہو وہ علامہ امینیؒ کی کتاب "غدیر" کا مطالعہ کرے جس کو مرحوم نے گیارہ جلدوں میں لکھا ہے اور موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ فجزاہ اللہ عن امۃ محمدؐ خیر الجزاء ۔

اس کے بعد کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ امت اسلامیہ دو بڑے

---

[1] کتاب البدایۃ والنھایۃ ابن اثیر جلد ۵ ص ۲۱۴ ۔

فرقوں (سنی شیعہ) میں بٹ جائے اہل سنت نے سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ سے تمسک کیا ہے اور نصوص صریحہ کی تاویل کی ہے اور حدیث غدیر کے راویوں اور نصوص کے اجماع کی مخالفت کی ہے اور شیعوں نے انھیں نصوص سے تمسک کیا ہے اس کے بدلے کسی اور چیز پر راضی نہیں ہیں ۔ اہل بیت ؑ کے بارہ معصوموں کی بیعت کی ہے ان سے سرِ مو انحراف نہیں کیا ہے اور حق بات تو یہی ہے کہ میں نے مذہب اہل سنت والجماعت میں جتنی بھی تلاش و جستجو کی مجھے کوئی اطمئنان بخش چیز دست یاب نہیں ہو سکی خصوصاً خلافت کے مسئلہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس پر بس مطمئن ہو سکتا ۔ کیونکہ امر خلافت پورے کا پورا ظن و اجتہاد پر مبنی ہے اس لئے کہ کسی کو منتخب کر لیا جانا اس بات کی قطعی دلیل نہیں ہے کہ منتخب شدہ شخص سب سے افضل ہے کیونکہ ہمیں دلوں کے بھید سے واقفیت نہیں ہے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ انسان جذبات ، تعصب ، انانیت ، سے خالی نہیں ہے اگر ہمارے سپرد انتخاب کر دیا جائے تو ان ہی اسباب کی بنیاد پر ہر شخص کا مطمح نظر الگ ہوگا ۔

اور یہ کوئی خیالی پلاؤ نہیں ہے نہ مبالغہ ہے ۔ اختیار و انتخاب خلیفہ کے سلسلہ میں چاہے جتنا ڈھول پیٹا جائے نہ وہ طریقہ کامیاب ہوا ہے اور نہ کامیاب ہوگا ۔ حضرت ابوبکر کو ہی لے لیجئے جو زعیم الشوریٰ تھے جب انتخاب و اختیار کے ذریعہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو صرف دو سال کے بعد ہی شوریٰ کی دھجیاں اڑا دیں اور اپنے مرنے سے پہلے خود ہی حضرت عمر کو خلیفہ معین کر گئے (یہاں شوریٰ پر عمل کیوں نہیں کیا ؟) ظاہری سی بات ہے ان کو اپنی

خلافت کے دور میں یہ بات اچھی طرح معلوم ہو چکی تھی کہ لوگوں کی نظریں خلافت پر جمی ہوئی ہیں، لوگ گردن اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے ہیں اگر کسی کو نامزد نہ کیا گیا تو امت فتنوں کا شکار ہو جائے گی لہٰذا منتخب کر دیا ــــ لیکن یہ تاویل اسی وقت درست ہے جب ہم ابوبکر سے حسن ظن رکھتے ہوں، لیکن اگر امر واقعی کو دیکھا جائے تو سچی بات یہ ہے کہ خود ابوبکر کو معلوم تھا کہ خلیفہ کا تقرر نص کے ذریعہ ہوتا ہے شوریٰ تو حصول مقصد کے لئے محض وسیلہ و ذریعہ تھا تب پھر بات دوسری ہو جائے گی۔

اچھا اب آیئے حضرت عمر کو لیجئے ــــ یہی وہ حضرت ہیں جنھوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت ابوبکر کو مضبوط و مستحکم کیا تھا اور تاریخ کا طالبعلم اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر عمر نہ ہوتے تو خلافت کی بیل پروان نہ چڑھتی ــــ یہی حضرت ابوبکر کے مرنے کے بعد اپنی خلافت میں علی الاعلان اعلان کرتے تھے: ابوبکر کی بیعت ایک اتفاقی بات تھی خداوند عالم نے مسلمانوں کو اس کے شر سے بچالیا[1] کاش کوئی عمر سے پوچھتا جب آپ کے نظریہ کی بنا پر ابوبکر کی بیعت اتفاقی چیز تھی جس کے شر سے خدا نے مسلمانوں کو بچالیا[2] تو پھر آپ کی خلافت بھی تو اتفاقی ہوئی؟ کیونکہ اسی اتفاقی خلافت نے تو آپ کی خلافت کو جنم دیا ہے اس طرح آپ کی خلافت اتفاق در اتفاق ہوئی!

---

[1] صحیح بخاری جلد ۸ ص ۲۶۰ "باب رجم الحبلیٰ من الزنا"

[2] تاریخ طبری، ابن اثیر لعد موت عمر و استخلاف عثمان

اس کے بعد ہم نے دیکھا جب عمر کو نیزہ مارا گیا اور ان کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو انھوں نے چھ آدمیوں کو نامزد کیا کہ یہ لوگ آپس میں کسی ایک کو خلیفہ بنا لیں۔ عمر کو یقینی طور سے معلوم تھا کہ یہ لوگ کم ہونے کے باوجود محبت رسولؐ سابق الاسلام ہونے اور ورع وتقویٰ کی بنا پر اختلاف کریں گے اور بشری تقاضے کی بنا پر نفسیات بھڑکیں گے کیونکہ صرف معصوم جذبات کے زیر اثر نہیں ہوتا اور یہ معصوم نہیں ہیں لہذا جذبات کی بنا پر جوتم پیزار کی نوبت بھی آسکتی ہے اس لئے پیش بندی کے عنوان پر رفع اختلاف کے لئے عبد الرحمان بن عوف کا پلہ بھاری کر دیا اور بولے: اگر آپس میں یہ لوگ اختلاف کریں تو اے مسلمانوں تم ادھر ہونا جدھر عبدالرحمان بن عوف ہوں۔ اور وہی ہوا جب یہ چھ اشخاص اکٹھا ہوئے تو حضرت علیؑ کی خلافت پر سب ہی متفق ہو گئے لیکن علیؑ کے لئے شرط لگا دی کہ آپ کو کتاب اللہ، سنت رسولؐ، اور سیرت شیخین کے مطابق عمل کرنا پڑے گا، حضرت علیؑ نے کتاب وسنت کی شرط مان لی لیکن سیرت شیخین (ابوبکر و عمر) پر عمل کی شرط کو ٹھکرا دیا[۱] عثمان نے تمام باتوں کو قبول کر لیا لہذا سب نے ان کی بیعت کر لی (سوائے علیؑ کے) حضرت علیؑ نے اس سلسلہ میں فرمایا: خدا مجھے اس شوریٰ کو ان کے پہلے والوں کے ساتھ میرے بارے میں کب شک تھا؟ جو آج مجھے ان لوگوں کے ساتھ قرار دیا گیا، لیکن میں ان کے ساتھ رہا جب یہ بیٹھے میں بھی بیٹھا جب یہ اٹھے میں بھی اٹھا، ان میں سے ایک شخص (سعد بن ابی وقاص) تو اپنے کینہ کی بنا پر (مجھے چھوڑ کر) دوسرے کی طرف مائل ہو گیا

---

[۱] شرح نہج البلاغۃ محمد عبدہ جلد ۸ ص ۸۸

__ سعد ابن ابی وقاص کا عالم یہ تھا کہ جب چوتھے خلیفہ کے عنوان سے امت مسلمہ نے بیعت کی تھی تب بھی اس شخص نے حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی **مترجم**

__ اور دوسرا (عبدالرحمان بن عوف) رشتہ داری کی بنا پر مجھ سے منحرف ہو گیا

__ عبدالرحمان کی بیوی ام کلثوم بنت عقبۃ بن ابی معیط عثمان کی مادری بہن تھی **مترجم** __ اس کے علاوہ بھی دیگر اسباب تھے __ محمدؐ بن عبدہ شرح نہج البلاغۃ میں **مع ھن و ھن** کے ضمن میں کہتے ہیں: حضرت علیؑ اس فقرہ سے دیگر اغراض کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتے تھے __ خدا اس دنیا کو غارت کرے حالانکہ جب عثمان کے دور میں ناگفتہ بہ حالات پیدا ہوئے تو عبدالرحمان بن عوف اپنے فعل پر نادم تھے اور عثمان سے بہت ناراض تھے ان کے بارے میں کہتے تھے عثمان خائن ہے اور بزرگ ترین صحابہ نے بھی آ آ کر طعنہ دینا شروع کر دیا کہ اے عبدالرحمان یہ سب تمھارا ہی کیا دھرا ہے اس پر عبدالرحمان نے کہا: میں اس شخص کے بارے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا (خیر جو ہوا سو ہوا) خدا کی قسم میں اب اس شخص سے بات نہیں کروں گا، اور پھر عبدالرحمان مرتے مرتے مر گئے لیکن عثمان سے بات نہیں کی، بلکہ روایت میں ہے عبدالرحمان کے مرض الموت میں عثمان جب ان کی عیادت کے لئے گئے تو عبدالرحمان نے اپنا منہ دیوار کی طرف کر لیا، اور عثمان سے بات تک نہیں کی۔[۲]

---

[۱] شرح نہج البلاغہ محمد عبدہ ج ۸ ص ۸۸

[۲] تاریخ طبری، ابن اثیر حوادث ۳۲ھ محمد عبدہ شرح نہج البلاغۃ جلد ۱، ص ۸۸

اس کے بعد تو جو ہوا وہ معلوم ہی ہے کہ پبلک عثمان کے خلاف ہوگئی آخر کار ان کو قتل کر دیا گیا اور اب پھر امت مسلمہ نئے سرے سے کسی کے انتخاب میں لگ گئی ، اس مرتبہ لوگوں کی نظر حضرت علیؑ پر پڑی لیکن وا حسرت و دردا ، اسلامی حکومت میں انقلاب عظیم آچکا تھا حکومت ، مستکبرین ، منافقین ، دشمنان دین کی آماجگاہ بن چکی تھی ہر شخص تخت خلافت پر بیٹھنے کا متمنی تھا چاہے اس کی جو قیمت چکانی پڑے چاہے جس راستہ سے ممکن ہو ہر ایک کو تخت خلافت کی طمع تھی ، لوگوں کا عالم یہ تھا کہ اگر بے گناہوں کے قتل سے حکومت ملتی ہو تو وہ اس پر بھی تیار تھے ، چوتھائی صدی گزرنے کے بعد احکام الٰہی ، احکامِ رسالت پناہی بدلے جا چکے تھے حضرت علیؑ کو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر ، تھپیڑے کھاتی ہوئی موجوں ، گھٹاٹوپ تاریکیوں ، سرکش خواہشات کے بیچ میں منتخب کیا گیا ، جس کا قہری نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کا دور ہنگاموں اور جنگوں کا شکار ہو گیا ، جنگ جمل ، جنگ صفین ، جنگ نہروان ، مارقین و ناکثین و قاسطین کی طرف سے لاد دی گئی ، اور حضرت علیؑ اس بھنور سے نہ نکل سکے یہاں تک کہ آپ کو شہید کر دیا گیا ، آپ امت محمدؐ پر کف افسوس ملتے ہوئے دنیائے فانی سے چل بسے ، طلیق ابن طلیق معاویہ بن ابی سفیان ، اور اس کے امثال عمرو بن عاص ، مغیرہ بن شعبہ ، مروان بن الحکم وغیرہ نے جن جن جرائم کا ارتکاب کیا ، اور جن افعال و کردار سے اسلام کے نام پر شریعت کو بدنام کیا یہ سب تاریخ کے دامن میں محفوظ ہے ، اور یہ سب اسی نظریہ شوریٰ وانتخاب کا نتیجہ تھا ، نہ یہ نظریہ ہوتا نہ امت محمدؐ

دریائے خون میں غرق ہوتی، اور نہ کمینے، اراذل، سفہا، تخت نشین ہوتے اور پھر یہی شوریٰ ملک عضوض کی صورت میں آگیا، خلافت کیا تھی قیصر و کسریٰ کی شاہی تھی اور معاویہ کے بعد سے تو خلافت میراث بن گئی،

آخر وہ زمانہ بھی ختم ہو گیا جس کا نام خلافت راشدہ رکھا گیا ہے اور اسی وجہ سے چاروں خلفاء کو خلفائے راشدین کہا جاتا ہے، لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ سوائے ابو بکر و علیؑ کے کوئی انتخاب و شوریٰ کے ذریعہ نہیں منتخب کیا گیا، اور اگر ابو بکر کو بھی مستثنیٰ کر دیا جائے کیونکہ ان کی بیعت غفلت کی حالت میں اتفاق سے ہو گئی تھی اور آج کی اصطلاح میں حزب مخالف (اپوزیشن پارٹی) وہ یعنی حضرت علیؑ اور تمام بنی ہاشم اور ان کے ہمنوا'' کا کوئی بھی ممبر موجود نہیں تھا تو سوائے حضرت علیؑ کے شوریٰ و انتخاب کے ذریعہ کسی کا بھی انتخاب نہیں ہوا ہے، آپؑ ہی کی شخصیت ایسی ہے جس پر اجماع، شوریٰ (اور نص) کا اطلاق ہوتا ہے کہ ہر عنوان سے آپ کو خلیفہ منتخب کیا گیا، اگرچہ دو چار آدمیوں نے آپ کی بیعت نہیں کی تھی مگر آپ نے ان لوگوں کو نہ تو اپنی بیعت پر مجبور کیا اور نہ ہی ڈرایا دھمکایا،

شاید خدا کی مرضی ہی یہ تھی کہ حضرت علیؑ کی خلافت نص کے ذریعہ بھی ہو اور مسلمانوں کے انتخاب کی بنا پر بھی ہو۔ چنانچہ پوری امت مسلمہ نے خواہ سنی ہوں یا شیعہ سب نے حضرت علیؑ کی خلافت پر اجماع کیا ہے۔ آپؑ کے علاوہ سب کے بارے میں اختلاف ہے۔

قول مولف :- بندگان خدا پر افسوس ہے ۔ کاش ان لوگوں نے

اسی شخص کو قبول کر لیا ہوتا، جس کو خدا اور رسولؐ نے معین کیا تھا تو ان کے لئے زمین سے رزق کے سوتے پھوٹ پڑتے۔ خدا آسمان سے برکتیں برساتا، اور پوری دنیا کی قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوتی، اگر مسلمان خدا کی بات مان کر حضرت علیؑ کی پیروی کرتے تو بنا بر ارشاد رب العزت یہی ہوتا دنیا ان کے زیر نگیں ہوتی چنانچہ قرآن کا اعلان ہے: وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ تم ہی (پوری دنیا کے) قائد و رہبر ہوتے اگر ہماری بات مان لیتے۔ لیکن خدا لعنت کرے ابلیس ملعون پر اس نے جو کہا تھا کر دکھایا ابلیس کہتا ہے:

فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ (پ ۸ س ۷ ر (الاعراف) آیت ۱۶/۱۷)

(ابلیس نے کہا) چونکہ تو نے میری راہ ماری ہے تو میں بھی تیری سیدھی راہ پر بنی آدم کے (گمراہ کرنے کے لئے) تاک میں بیٹھ جاؤں گا پھر ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے داہنے سے اور ان کے بائیں سے (غرض ہر طرف سے) ان کے پاس آؤں گا (اور ان کو گمراہ کروں گا) — لہٰذا اس نے جو کہا تھا پورا کر دیا۔ مترجم۔

ذرا دنیا کے اندر آج مسلمانوں کی حالت دیکھئے یا آج کل کی اصطلاح میں تیسری دنیا کے لوگ (یعنی مسلمان) کتنے پچھڑے ہیں، کس قدر جاہل ہیں ان کی تقدیریں دوسروں کے رحم و کرم پر ہیں مسلمان آج پوری دنیا میں ذلیل ہیں ان کے اختیار میں کچھ نہیں ہے ہر بڑی طاقت کے سامنے دم ہلاتے ہیں۔

انھوں نے اسرائیل کا اعتراف کرلیا لیکن اسرائیل انکو اب تک منہ نہیں لگاتا حد یہ ہے کہ بیت المقدس جس کو اسرائیلیوں نے اب اپنا دار السلطنت بنالیا ہے وہاں مسلمانوں کو داخل ہونے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ آج آپ، مسلمانوں کے ملکوں کو دیکھئے کہ سب روس و امریکہ کے رحم و کرم پر ہیں، فقر و فاقہ سے تنگ آچکے ہیں، بیماری و بھوک نے ان کو ادھ مرا کر دیا ہے یورپ کے کتّے بھی مختلف قسموں کے گوشت و مچھلی سے شکم سیر ہوتے ہیں لیکن مسلمان بھوک سے مر رہے ہیں بعض اسلامی ملکوں میں ان کو روٹی کا ٹکڑا بھی میسر نہیں ہے فلاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حضرت سیدۃ النساء جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے جب ابوبکر سے اپنے حق کا مطالبہ کیا ہے اور مہاجرین و انصار کو مخاطب کرتے ہوئے معرکۃ الارا خطبہ ارشاد فرمایا ہے تو اس کے آخر میں امت کے انجام کی پیشینگوئی فرمائی ہے: اپنی جان کی قسم فساد کا بیج بویا جا چکا ہے اب انتظار کرو کہ اسلامی پیکر میں یہ فساد کب منتشر ہوتا ہے اس کے بعد بھر بھر پیالے جوش مارتا ہوا خون (پستان ناقۂ فساد سے) دوہو گے، اور بہت جلد ہلاک کرنے والا زہر پھیلے گا اس وقت باطل پرستوں کو گھاٹا ہوگا اور بعد والے (مسلمان) صدر اوّل کے (مسلمانوں کے) کرتوتوں کا نتیجہ دیکھیں گے۔ اس کے بعد زینت) دنیا سے اپنے نفسوں کو خوش کرد گے اور فتنوں سے تمھارے دلوں کو سکون ملے گا، تم کو شمشیر براں کی بشارت ہو، ظالم و جابر کے حملوں کی خوشخبری ہو" عمومی ہرج و مرج کی اور ڈکٹیٹر ستمگروں کی (ستمگری) کی بشارت ہو

تمھارے حقوق تم کو بہت کم دیئے جائیں گے، تمھاری جماعت کو دشمشیروں سے) قتل کیا جائے گا، تمھارے لئے حسرت و افسوس ہو، نہ معلوم تمھارا انجام کار کیا ہوگا؟ حقائق تمھارے اوپر پوشیدہ کر دیئے جائیں گے، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم تم کو اس کام پر مجبور کر دیں جس کو تم پسند نہیں کرتے؟[1]

---

[1] دلائل الامامت / طبری

بحث کا اصلی پہلو

اس بحث کا اہم پہلو رہ گیا ہے جس کے بیان کرنے کی ضرورت ہے اور شاید یہی وہ اہم پہلو ہے کہ جب مخالفین دلیلوں کے سامنے چت ہو جاتے ہیں اور نصوص صریحہ کے اعتراف کرنے کے بجائے کوئی چارہ نہیں رہ جاتا تو وہ اسی چوہے دان کا سہارا لیتے ہیں، خود میں بھی جب بحث میں داخل ہوا تھا تو مجھے، اس پر یقین نہیں آیا تھا۔ اور نہ کسی کو یقین آسکتا ہے، اور وہ پہلو یہ ہے کہ حضرات اہل سنت فرماتے ہیں: جب (غدیر خم میں) ایک لاکھ صحابہ کے بیچ حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان کیا گیا تھا تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سب ہی نے جھوٹ پر اتفاق کر لیا ہو اور اس نص سے روگردان ہو گئے ہوں اور سب ہی نے مخالفت کی ہو؟ حالانکہ اس مجمع میں افضل امت اور صحابہ، بھی موجود تھے؟۔

لیکن اگر واقعہ کے ہر پہلو کو غور سے دیکھا جائے تو یہ تعجب دور ہو جاتا ہے کیونکہ صورت حال وہ نہیں ہے جو بیان کی جاتی ہے یا اہل سنت جس طرح بیان کرتے ہیں معاذ اللہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک لاکھ کے ایک لاکھ نے رسولؐ خدا کے حکم کی مخالفت کی ہو؟ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا صورت حال تھی واقعہ کیا ہوا؟ تو لیجئے سنیئے۔

پہلی بات تو یہی ہے کہ یہ پورے ایک لاکھ صحابی مدینہ منورہ میں تو بستے نہیں تھے

بلکہ زیادہ سے زیادہ چار، چھ ہزار مدینہ والے ہوں گے اور ان میں بھی زیادہ تر تعداد غلاموں کی، مستضعفین کی تھی جو مختلف علاقوں سے آکر رسولؐ کی خدمت میں رہنے لگے تھے، نہ تو ان لوگوں کا کوئی قبیلہ و عشیرہ تھا اور نہ ہی یہ حضرات بہت زیادہ با اثر تھے جیسے اصحاب صفہ، لہذا ان میں سے جو مدینہ کے رہنے والے تھے وہ بمشکل دو ہزار ہوں گے اور یہ دو ہزار بھی اپنی ذاتی رائے کے مالک نہیں تھے بلکہ یہ لوگ اپنے اپنے قبیلہ کے رئیس کے تابع تھے جو رائے رئیس قبیلہ کی ہوتی تھی وہی ان کی ہوتی تھی، اور خود آنحضرت نے اسی سلسلہ کو باقی رکھا تھا اس لئے کہ جب بھی کوئی وفد آپ کی خدمت میں آتا تھا تو اس وفد کا جو بھی سردار ہوتا تھا اسی کو آپ بھی رئیس معین کر دیتے تھے اور اسطرح اسلام میں ایک اصطلاح بھی ایجاد ہوئی اور ان تمام رئیسوں کو "ارباب حل وعقد" کہا جانے لگا۔

اس کا اندازہ آپ اس طرح لگائیے کہ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد سقیفہ میں جو کارروائی ہوئی تھی اور اس میں ابو بکر کو جو لوگ خلیفہ بنانے کے لئے جمع ہوئے تھے ان کی تعداد کسی بھی حالت میں سو سے زیادہ ہرگز نہیں تھی، کیونکہ انصار (مدینہ کے رہنے والے) میں سے صرف سردار ولیڈر قسم کے لوگ تھے اور مہاجرین (مکہ مکرمہ کے رہنے والے) جو رسول خدا کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آگئے تھے، ان میں سے صرف تین، چار آدمی تھے جو پورے قریش کی نمائندگی کر رہے تھے، سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ تصور کریں سقیفہ کا حجم کتنا تھا کیونکہ ہم سب ہی جانتے ہیں کہ سقیفہ کتنا بڑا تھا

آپ یہ سمجھئے کہ کوئی مکان آپ کو ایسا نہیں ملے گا جس میں سقیفہ کے برابر کمرہ نہ ہو، سقیفہ کسی کانفرنس کا ہال نہیں تھا، اور نہ جلسے جلوسوں کا کوئی قصر تھا، بلکہ اگر ہم یہ کہدیں کہ سقیفہ میں سَو آدمی موجود تھے تو یہ بھی مبالغہ ہو گا، لہذا آپ یہ تصور بھی نہ کریں کہ سقیفہ میں غدیر والا مجمع آگیا تھا بھلا ایک لاکھ کا مجمع اتنے چھوٹے سے کمرہ میں کیسے آ سکے گا؟ لہذا یہ کہدینا غلط ہے کہ بھلا ایک لاکھ صحابی کیونکر نص غدیر کا انکار کر سکتے ہیں؟ ارے انکار کرنے والے تو یہی تھے جو سقیفہ میں جمع تھے، باقی حضرات نہ تو موجود تھے اور نہ ان کو فوری طور سے یہ خبر ہو سکی کہ سقیفہ میں کیا ہوا کیونکہ اس زمانہ میں نہ فضائی ذرائع ابلاغ تھے نہ ٹیلیفون تھے نہ فضاؤں میں مصنوعی سیارے تھے، نہ ہوائی موجوں کے دوش پیغام بھیجے جاتے تھے، ان حضرات کو تو بہت دنوں بعد پتہ چلا تھا کہ سقیفہ میں کیا ہوا!

صرف چند قبیلوں کے سرداروں نے ابوبکر کو خلیفہ منتخب کیا تھا ان میں بھی انصار کے سردار سعد بن عبادہ (جو قبیلۂ خزرج کے سردار تھے) اور ان کے بیٹے قیس بن سعد نے زبردست مخالفت کی تھی یہ جو آج کل کہا جاتا ہے کہ اکثریت نے ابوبکر کو خلیفہ مانا تھا (محض بکواس ہے) صرف سقیفہ میں انگلیوں پر گنے جانے والے چند افراد تھے جنھوں نے ابوبکر کی بیعت کی تھی، مسلمانوں کی اکثریت کا تو سقیفہ میں وجود ہی نہیں تھا، بلکہ کچھ مسلمان رسولؐ خدا کی موت کی خبر سن کر بدحواس ہو گئے تھے، ان کو اپنے ہی کی خبر نہ تھی وہ سقیفہ میں کیا جاتے، کچھ رسولؐ کے دفن وکفن

میں مشغول تھے۔ کچھ کو عمر نے ڈرایا دھمکایا تھا کہ خبردار اگر کسی نے کہا کہ رسولؐ کا انتقال ہو گیا ہے تو اس کی خیر نہیں ہے [۱] (پس معلوم ہوا کہ مدینہ ہی کی اکثریت نے ابوبکر کو خلیفہ نہیں بنایا تھا اور جب خلیفہ نہیں بنایا تو نص رسولؐ کے منکر نہ ہوئے جب اکثریت نے امر رسولؐ کی مخالفت نہیں کی تو پورے ایک لاکھ جو وہاں تھے ہی نہیں ان کے سر یہ الزام کیسے لگایا جا سکتا ہے کہ حکم رسولؐ کی مخالفت کی؟ یہ تو بعد کے حالات نے لوگوں کو بظاہر خلیفہ ماننے پر مجبور کر دیا جس کو ان کے دلوں نے کبھی قبول ہی نہیں کیا تھا) مترجم

اس کے ساتھ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اغلب صحابہ کو رسولؐ خدا نے اسامہ کی سرکردگی میں بھیجدیا تھا اور اکثر لوگ مقام جرف میں لشکر کے اندر موجود تھے وہ لوگ تو وفات رسولؐ میں بھی شریک نہیں ہو سکے اور نہ سقیفہ میں آ سکے۔

ایسی صورت حال میں کیا یہ ممکن ہے کہ قبیلہ کے لوگ اپنے سرداروں سے جھگڑا کرتے کہ آپ نے کیوں ایسا کر دیا؟ نص رسولؐ کی کیوں مخالفت کی؟ خصوصاً اس وقت تو یہ امکان اور بھی کم ہو جاتا ہے جب یہ سوچا جائے کہ علیؑ سے خلافت ہٹا کر کسی کو بھی خلیفہ بنا دیا جائے۔ کیونکہ اگر علیؑ خلیفہ بن جاتے ہیں تو خلافت علیؑ کی نسل یعنی بنی ہاشم ہی میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے محدود ہو جاتی ہے لیکن ابوبکر کے خلیفہ بن جانے پر ہر قبیلہ کو امید بندھ گئی کہ کبھی یہ حکومت ہمارے

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۴ ص ۱۹۵

قبیلہ کی طرف بھی آسکتی ہے کیونکہ جب اصلی خلافت کا مالک دور کر دیا گیا اور معاملہ شوریٰ کے سپرد ہو گیا تو اب لوگ نوبت بہ نوبت تخت خلافت پر متمکن ہوتے رہیں گے تو پھر بھلا یہ لوگ کیوں نہ خوش ہوتے؟ اور ابوبکر کی طرفداری کیوں نہ کرتے؟

دوسری بات یہ بھی ہے کہ مدینہ کے اہل حل وعقد جب کسی بات کا فیصلہ کر لیتے تھے تو مدینہ سے دور رہنے والوں کو اختلاف کرنے کا حق باقی نہیں رہتا تھا، نیز دور رہنے والوں کو تو معلوم بھی نہیں ہوتا تھا کہ مدینہ میں کیا ہوا اور کیا ہو رہا ہے کیونکہ ذرائع ابلاغ اس وقت بالکل ہی ابتدائی منزل میں تھے، اس کے علاوہ دور والوں کا تصور یہ تھا کہ مدینہ والے ہر وقت رسولخدا کے پاس ہیں جو بھی وحی آتی ہے ان کو معلوم ہو جاتا ہے. کس وقت اور کس دن وحی آئی؟ کیا نئی بات ہوئی؟ یہ سب مدینہ والوں کو معلوم رہتا تھا دور والوں کو اس کی کیا خبر تھی؟

اچھا ان سب باتوں سے قطع نظر دور والوں کا جو رئیس قبیلہ ہوتا تھا اس کو خلافت سے کیا غرض ابوبکر خلیفہ ہوں یا علیؑ. یا اور کوئی، اس کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، اس کی تمام تر توجہ اپنی ریاست کی طرف رہتی تھی کہ وہی رئیس قبیلہ رہے دوسرا کوئی مد مقابل نہ آسکے،

اور کس کو معلوم ہے کہ بعض لوگوں نے سوالات کئے ہوں. حقیقت حال کو معلوم کرنا چاہا ہو مگر حکامان وقت نے ڈرا دھمکا کر، یا طمع ولالچ کے ذریعہ ان کو خاموش کر دیا ہو. اور کوئی تعجب نہیں ہے کہ

شیعوں کا قول مالک ابن نویرہ کے بارے میں ہے کہ مالک نے ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ غدیر خم میں حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان سن چکے تھے صحیح ہو، یہ تو صرف خدا ہی جانے،

مانعین زکوٰۃ سے جنگ اور دیگر واقعات کی تحقیق کرنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ اس سلسلہ میں کتنی متضاد باتیں کہی جاتی ہیں، اور صحابہ کی آبرو بچانے کے لئے بعض مورخین نے جو باتیں کہی ہیں وہ بالکل ہی لچر ہیں ان سے کوئی بھی شخص مطمئن نہیں ہو سکتا خصوصاً حکام کے سلسلہ کی تاویلات تو بہت ہی دور از قیاس ہیں،

تیسری چیز یہ بھی ہے کہ آج جس کو "امر واقعی" کہا جاتا ہے۔ اسمیں اتفاق کو ضرورت سے زیادہ دخل ہے۔ کیونکہ سقیفہ میں جو کھیل کھیلا گیا تھا اس کی اطلاع رسولؐ خدا کے ان صحابہ کو تھی ہی نہیں جو آنحضرت کے دفن و کفن میں مشغول تھے مثلاً حضرت علیؑ، جناب عباس، (رسولؐ خدا کے چچا) اور تمام بنی ہاشم کے علاوہ مقداد، سلمان، عمار، ابوذر، زبیر، اور ان کے علاوہ سینکڑوں وہ لوگ تھے جن کو اس کی کوئی اطلاع ہی نہیں تھی ـــــ

اور جب اصحاب سقیفہ ابوبکر کی خلافت کا ڈھول پیٹتے ہوئے ان کو مسجد رسولؐ میں لائے اور لوگوں کو عام بیعت کی دعوت دی جانے لگی اور لوگ طوعاً و کرھاً فرداً فرداً اور باجماعت بیعت کے لئے آنے لگے تب تک حضرت علیؑ اور ان کے ساتھی اپنے مقدس فریضہ ـــــ دفن و کفن

رسولؐ سے فارغ بھی نہیں ہو پائے تھے۔ اور یہ ان کی اپنی ذمہ داری اور اخلاقی بلندی تھی کہ کفن و دفن رسولؐ کو چھوڑ کر خلافت کیلئے سقیفہ کی طرف نہیں دوڑے۔

جب یہ لوگ اپنے شرعی و اخلاقی فریضہ کو انجام دیکر نکلے اس وقت تک ابوبکر کی خلافت کا مسئلہ حل ہو چکا تھا اور یہ بات طے ہو چکی تھی کہ جو ابوبکر کی بیعت نہ کرے وہ فتنہ گر ہے، مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے، لہذا ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ جو لوگ بیعت نہ کریں ان کا مقابلہ کیا جائے اور ضرورت پڑ جائے تو قتل کر دیا جائے، یہی وجہ ہے کہ جب سعد بن عبادہ نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا تو عمر نے ان کو قتل کی دھمکی دی اور کہا: اس کو قتل کر دو یہ فتنہ گر ہے[۱]

اور اس کے بعد جو لوگ حضرت علیؑ کے گھر میں جمع ہوئے تھے اور بیعت ابوبکر کے منکر تھے۔ ان کو حضرت عمر نے دھمکی دی تھی کہ ہم اس گھر کو آگ لگا دیں گے اگر یہ لوگ بیعت نہ کریں گے، بیعت کے سلسلہ میں یہ حضرت عمر کی رائے معلوم ہو جانے کے بعد بہت سی وہ پہیلیاں حل ہو گئیں جو ناقابل حل سمجھی جاتی تھیں۔

حضرت عمر کا نظریہ تھا کہ کوئی بھی مسلمان ہو اگر اس کی ایک مسلمان بھی بیعت کرے تو تمام دوسرے مسلمانوں پر بھی واجب ہے کہ اس کی بیعت

---

[۱] بخاری جلد ۸ ص ۲۶، تاریخ طبری، تاریخ خلفاء، ابن قتیبہ

کریں ، اور اگر کوئی مخالفت کرے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور اس کا قتل واجب ہے

اب آیئے نفس بیعت کے لئے حضرت عمر نے جو کہا ہے اس کو سماعت فرمایئے جریان سقیفہ کے سلسلہ میں امام بخاری[۱] حضرت عمر کا قول نقل کرتے ہیں : جب شور و غل زیادہ ہو گیا اور آوازیں بلند ہونے لگیں اور میں ڈرا کہیں مسلمانوں میں تفرقہ نہ پیدا ہو جائے تو میں نے فوراً ابو بکر سے کہا : ابو بکر اپنا ہاتھ بڑھاؤ ! ان کے ہاتھ بڑھاتے ہی میں نے بیعت کی اور مہاجرین و انصار نے بھی بیعت کر لی[۲] اور پھر ہم نے سعد بن عبادہ پر ہلہ بول دیا اتنے میں کسی نے کہا : تم نے سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا تو میں نے کہا : خدا سعد بن عبادہ کو قتل کرے ، (اس کے بعد) عمر نے کہا : خدا کی قسم ابو بکر کی بیعت کے علاوہ کوئی اور مستحکم صورت نہیں تھی ، ہم کو یہ خطرہ تھا کہ اگر بیعت کے بغیر یہاں سے نکل گئے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے بعد یہ لوگ کسی شخص کی بیعت کر لیں تو پھر اگر ہم بھی اس کی بیعت کر لیں تو یہ ، ہماری مرضی کے خلاف ہو گا اور اگر بیعت نہ کریں تو اس میں فساد کا ، اندیشہ ہے (لہذا اب اس کے بعد) اگر کوئی مسلمانوں کے مشورہ کے

---

[۱] بخاری جلد ۸ ص ۲۸ باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت ● [۲] مورخین نے ذکر کیا ہے کہ سقیفہ میں صرف چار مہاجر آئے تھے اسلئے عمر کا کہنا : میں نے بیعت کی اور مہاجرین نے ! عمر کا یہ قول خود ان کے اس قول کے مخالف ہے کہ علی و زبیر اور ان کے ساتھیوں نے بیعت نہیں کی ، اور یہ دونوں باتیں ایک ہی خطبہ میں ہیں ملاحظہ ہو بخاری جلد ۸ ص ۲۶

بغیر کسی کی بیعت کرے تو اس کی پیروی نہ کی جائے اور نہ جس کی بیعت کی گئی ہے اس کی بیعت کی جائے کیونکہ ہو سکتا ہے دونوں (جس کی بیعت کی گئی ہے اور جس نے بیعت کی ہے) کو قتل کر دیا جائے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر کے نزدیک خلافت کا مسئلہ، انتخاب یا شوریٰ کا نہیں تھا ان کے نزدیک اتنی بات کافی تھی کہ کوئی بھی مسلمان جلدی سے کسی کی بیعت کر لے تاکہ وہ دوسروں کے لئے حجت بن جائے اسی بنیاد پر انھوں نے ابوبکر سے کہا: اپنا ہاتھ بڑھاؤ! اور ابوبکر کے ہاتھ بڑھاتے ہی فوراً بغیر کسی کے مشورہ اور انتظار کے بیعت کر لی کہ کہیں کوئی دوسرا کسی کی بیعت نہ کر لے حضرت عمر نے اپنی اس رائی کا اظہار اپنے اس قول سے کیا: ہم کو ڈر تھا کہ اگر بیعت کے بغیر چلے گئے الخ (حضرت عمر کو خطرہ تھا کہ انصار کسی کی بیعت نہ کر لیں) مزید وضاحت اس جملہ سے ہو جاتی ہے: اگر ہم بیعت نہ کریں تو فساد کا اندیشہ ہے [1]

انصاف اور بحث میں دقت نظر کا تقاضہ ہے کہ ہم اس بات کا، اعتراف کر لیں کہ حضرت عمر نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اپنی رائی بیعت کے معاملہ میں بدل دی تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب موصوف نے اپنی، زندگی کا آخری حج کیا تو عبد الرحمان بن عوف کی موجودگی میں ایک شخص نے آکر کہا: اے امیر المومنین کیا آپ کو معلوم ہے کہ فلاں شخص کہتا ہے

---

[1] بخاری جلد ۸ ص ۲۶

اگر حضرت عمر کا انتقال ہو گیا تو ہم فلاں کی بیعت کر لیں گے ، خدا کی قسم ابوبکر کی بیعت بھی تو اتفاق سے ہو گئی تھی مگر بعد میں پوری ہو گئی ، (یہ سن کر) عمر کو اس پر غصہ آ گیا ، اسی لئے مدینہ پہنچتے ہی فوراً آپ نے ایک خطبہ دیا جس میں منجملہ اور باتوں کے کہا : مجھے خبر ملی ہے کہ تم میں سے ایک کہنے والے نے کہا ہے : کہ اگر عمر کا انتقال ہو گیا تو خدا کی قسم ہم فلاں کی بیعت کریں گے ۔ (تو سن لو) کوئی شخص اس دھوکہ میں نہ رہے کہ ابوبکر کی بیعت اتفاقاً ہو گئی تھی ، اور پھر کامل ہو گئی تھی ۔ ہاں یہ بات صحیح ہے کہ ایسا ہی ہوا تھا اور خدا نے مسلمانوں کو اس کے شر سے بچا لیا ۔ ۔ ۔ ۔ [۱] (اس کے بعد کہا) اب اگر کسی نے مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی کی بیعت کرنی چاہی تو نہ کوئی بیعت لے اور نہ ہی کوئی بیعت کرے ورنہ دونوں کے قتل کر دیئے جانے کا اندیشہ ہے کاش حضرت عمر کی یہی رائے سقیفہ میں بھی ہوتی اور وہ لوگوں سے ابوبکر کی بیعت خود رائی کی بنا پر نہ لیتے اور اس طرح ابوبکر کی بیعت بھی فلتہ نہ ہوتی ، جس کے شر سے مسلمانوں کو خدا نے بچا لیا جیسا کہ خود عمر نے کہا ہے ۔ لیکن یہ جدید رائے اس وقت وہ پیش ہی نہیں کر سکتے تھے ، کیونکہ اس رائے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ان کو اور ابوبکر دونوں کو قتل کر دیا جاتا کیونکہ ان کی جدید رائے یہی تھی کہ اگر کوئی مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی کی بیعت کرے تو دونوں کو قتل کر دینا چاہیئے ۔

---

[۱] بخاری جلد ۸ ص ۲۶ ● [۲] طبری / استخلاف عمر شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اپنی رائے بیعت کے بارے میں کیوں بدل دی؟ حالانکہ دوسروں سے زیادہ خود ان کو علم تھا کہ اس رائی سے ابوبکر کی بیعت جڑ سے ختم ہو جائے گی کیونکہ خود حضرت عمر نے مسلمانوں کے مشورہ بغیر ان کی آگے بڑھ کر بیعت کی تھی لہذا وہ بیعت فلتہ تھی یہی نہیں خود حضرت عمر کی خلافت پا در ہوا ہو جاتی ہے کیونکہ ان کی خلافت بیعت ابوبکر کا نتیجہ تھی جب اصل غلط تھی تو فرع کہاں سے ثابت ہو گی، حضرت عمر کو خلافت ابوبکر کی موت کے وقت مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر پہنچی تھی اسی لئے بعض صحابہ نے ابوبکر کی اس حرکت کو ناپسند کرتے ہوئے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار بھی ان لفظوں سے کر دیا کہ آپ نے فظاً غلیظ[۱] کو خلافت سونپ دی — اور جب عمر ابوبکر کی تحریر پڑھنے کے لئے نکلے تو کسی نے پوچھا: اے ابو حفص (عمر کی کنیت تھی) اس میں کیا ہے؟ عمر نے کہا: مجھے نہیں معلوم لیکن اس میں جو بھی ہے میں سمعاً و طوعاً اس کو قبول کروں گا، اس شخص نے کہا لیکن خدا کی قسم میں جانتا ہوں اس میں کیا لکھا ہے؟ پہلے سال تم نے ان کو خلیفہ بنایا تھا اس سال انھوں نے تم کو بنایا ہے[۲] یہ قول حضرت علیؑ کے اس قول کے مثل ہے جب آپ نے عمر کو دیکھا کہ زبردستی لوگوں کو ابوبکر کی بیعت پر آمادہ کر رہے ہیں تو فرمایا: (ناقہ) خلافت کا دودھ دو ہو ایک حصہ تم کو بھی ملے گا۔ آج تم

---

[۱] تاریخ طبری استخلاف عمر، و شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید [۲] امامت و سیاست ابن قتیبہ جلد ۱ ص ۲۵

ان کی خلافت کو مضبوط کرو کل وہ اس کو تم پر پلٹائیں گے [1]

بہرحال اہم بات یہ ہے کہ آخر حضرت عمر نے اپنی رائی کیوں بدلی؟ میرا خیال ہے کہ بعض صحابہ حضرت عمر کے بعد حضرت علیؑ کی بیعت کرنا چاہتے تھے اور یہ بات حضرت عمر کو کسی قیمت پر بھی گوارہ نہیں تھی۔ اسی کےلئے تو عمر نے صریح نصوص کی مخالفت کی تھی، رسولخدا کو مرتے وقت تحریر نہیں لکھنے دی تھی [2] کیونکہ وہ رسولؐ کا مطلب سمجھ گئے تھے، یہاں تک کہ آنحضرتؐ کی طرف ہذیان کی، نسبت دیدی، اور لوگوں کو ڈرایا دھمکایا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ رسولؐ خدا مر گئے [3] کیونکہ اگر وفات رسولؐ کی خبر عام ہوگئی تو لوگ حضرت علیؑ کی بیعت کرنے کیلئے دوڑ پڑیں گے، اور اسی لئے ابوبکر کی خلافت کو مضبوط کیا اور لوگوں سے زبردستی بیعت لی، اور جس نے بھی بیعت کا انکار کیا اس کو قتل کی دھمکی دی [4] یہ سب حضرت عمر نے اسی لئے کیا تھا کہ حضرت علیؑ کو خلافت نہ مل سکے، پھر وہ اس کو کیونکر گوارہ کرتے کہ کوئی آدمی کہے: عمر کے بعد ہم علیؑ کی بیعت کریں گے خصوصاً اس قائل کا نام اب تک مجہول ہے یقیناً کوئی صحابہ کی اہم شخصیت ہوگی، اور اس شخص نے خود عمر کے فعل سے استدلال کیا اور کہا جب ابوبکر کی بیعت فلتۃ تھی اور مسلمانوں کا کوئی مشورہ شامل

---

[1] تاریخ الخلفاء ابن قتیبہ جلد (۱) ص ۱۸

[2] مسلم جلد ۵ ص ۷۵ (کتاب الوصیۃ) بخاری جلد ۷ ص ۹

[3] بخاری جلد ۴ ص ۱۹۵ ● [4] بخاری جلد ۸ ص ۲۸ تاریخ الخلفاء جلد (۱) ص ۱۹

نہیں تھا اس کے باوجود وہ بیعت کامیاب ہوگئی اور حقیقت بن کر سب کے سامنے آگئی، تو جب عمر کے لئے یہ بات جائز تھی تو میرے لئے اگر فلاں کی بیعت کرلوں تو کیوں ناجائز ہوگی؟ یہاں پر ہم دیکھ رہے ہیں کہ ابن عباس — عبدالرحمان بن عوف، عمر بن الخطاب سب ہی نہ تو اس کہنے والے کا نام لے رہے ہیں اور نہ اس شخص کا جس کی یہ بیعت کرنا چاہتا ہے، یہ بات یقینی ہے کہ ان دونوں کی شخصیت اہم تھی اسی لئے عمر اس پر غضبناک ہوگئے اور پہلے ہی جمعہ میں خلافت کے موضوع پر گفتگو شروع کردی اور اپنی نئی رائی کا اظہار کردیا اور اس طرح وہ راستہ ہی بند کردیا جس سے دوبارہ، اس قسم کی بیعت ہوسکے، اور ان کے دشمن کو اس سے امکانی فائدہ پہنچ جائے۔

اس کے علاوہ اس بحث کے درمیان ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ رائی کسی فلاں ایک شخص کی نہیں تھی بلکہ بہت سے صحابہ کی یہی رائی تھی اسی لئے بخاری میں ہے: پس اس پر عمر کو غصہ آگیا اور انھوں نے کہا: میں اِن شاءاللہ آج شام ہی کو کھڑے ہوکر کہوں گا اور ان تمام لوگوں کو ڈراؤں گا جو یہ چاہتے ہیں کہ ان کے امور غصب کرلیے جائیں ...... [1]، پس عمر کا بیعت کے معاملہ میں اپنی رائی کا بدلنا ان لوگوں کی وجہ سے تھا جو لوگوں کے امور غصب کرنا چاہتے تھے اور حضرت

---

[1] بخاری جلد ۸ ص ۲۵

علیؑ کی بیعت کرنا چاہتے تھے اور یہی بات حضرت عمر کو ناپسند تھی کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ خلافت امور ناس میں سے ہے یہ حضرت علیؑ کا حق نہیں ہے، اب اگر ان کا یہ اعتقاد صحیح تھا تو انھوں نے خود رسولؐ اکرم کی وفات کے بعد لوگوں کا حق کیوں غصب کیا؟ اور مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر کیوں ابوبکر کی بیعت میں جلدی کی؟ حضرت عمر کا نظریہ حضرت علیؑ کے بارے میں مشہور و معروف تھا یعنی ان کے بس میں جتنا ہو وہ علیؑ کو، خلافت تک نہیں پہنچنے دینا چاہتے تھے

یہ نتیجہ — کہ عمر حضرت علیؑ کو خلافت سے دور کرنا چاہتے تھے — حضرت عمر کے سابق خطبہ ہی سے نہیں نکلتا بلکہ تاریخ کا ہر طالبعلم جانتا ہے کہ اصلی حاکم ابوبکر کے زمانہ میں بھی یہی حضرت تھے اسی لئے ابوبکر نے اسامہ بن زید سے اجازت لی تھی کہ عمر کو میرے پاس چھوڑ دو تاکہ امور خلافت میں ان سے مدد حاصل کرتا رہوں [1] اور اسی لئے حضرت علیؑ کو مسئولیت و ذمہ داری سے ہمیشہ الگ رکھا گیا ابوبکر، عمر عثمان، تینوں کی خلافت میں حضرت علیؑ کو نہ کوئی منصب دیا گیا نہ، کہیں کا والی بنایا گیا نہ کسی لشکر کی سرداری بخشی گئی۔ نہ کسی خزانہ کا امین بنایا گیا، حالانکہ ہم سب ہی جانتے ہیں کہ حضرت علیؑ کون تھے؟

اور ان تمام باتوں سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ تاریخوں

---

[1] جیسا کہ ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں اور اکثر مورخین نے اسامہ بن زید کے سریہ میں اسکی تصریح کی ہے

میں ہے جب عمر کا وقت وفات قریب آیا تو انھوں نے بہت افسوس اس بات پر کیا کہ کاش ابو عبیدہ جراح یا ابو حذیفہ کا غلام سالم زندہ ہوتے تو اپنے بعد ان کو خلیفہ بنا دیتے ـــ لیکن ابھی ہم کہہ چکے کہ بیعت کے معاملہ میں انھوں نے اپنی رائے بدل دی تھی اور اس قسم کی بیعت کو فلتۃ اور امور مسلمین کے غصب کے برابر سمجھتے تھے اس لئے انھوں نے بیعت کے لئے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا جو بین بین ہو ، یعنی نہ تو کوئی شخص مستبد بالرائی ہو کہ جس کو خلافت کا مستحق سمجھے اس کی بیعت کر کے لوگوں کو اپنی متابعت پر آمادہ کر سکے جیسا کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کے ساتھ کیا تھا یا جیسا کہ ابوبکر نے عمر کے ساتھ کیا تھا یا جیسا کہ فلاں شخص جو عمر کی موت کا انتظار کر رہا تھا تاکہ فلاں کی بیعت کرلے ـــ اب حضرت عمر کی تبدیلئ رائی کی وجہ سے یہ ناممکن ہو چکا تھا کیوں کہ عمر نے اس کو فلتۃ اور امور مسلمین کا غصب کر لینا قرار دیدیا تھا ـــ اور نہ ہی ، مسلمانوں کے مشورہ کی ضرورت ہو کیونکہ آنحضرت کی وفات کے بعد سقیفہ کانفرنس میں شریک ہو کر عمر نے خود ہی دیکھ لیا تھا کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے اور لوگوں میں اتنا اختلاف ہو جاتا ہے کہ قتل کی نوبت آجاتی ہے ۔

اس لئے انھوں نے اصحاب شوریٰ یا چھ آدمیوں پر مشتمل ایک کمیٹی منتخب کردی اور خلیفہ منتخب کرنے کا حق صرف اسی کمیٹی کے حوالہ کردیا ' کمیٹی کے علاوہ کسی مسلمان کو خلیفہ کے سلسلہ میں کچھ کہنے سننے کا حق نہیں تھا ، حضرت عمر جانتے تھے کہ ان چھ آدمیوں میں اختلاف کا ہونا ضروری ہے اسی لئے انھوں نے اس کا بھی حل نکال دیا تھا کہ اگر اختلاف ہو جائے تو

مسلمان اس جماعت کے ساتھ ہوں جس میں عبد الرحمان بن عوف ہوں ،
بچا ہے ان تینوں اشخاص کو قتل کرنا پڑ جائے جو عبد الرحمان کے ساتھ نہ ہوں
مگر لوگ ساتھ، عبد الرحمان ہی کا دیں یہ تو اس وقت ہوتا جب یہ لوگ تین
تین ایک ایک طرف ہو جائیں حالانکہ یہ بات محال تھی کیونکہ عمر کو معلوم تھا
کہ سعد ابن ابی وقاص، عبد الرحمان کے چچیرے بھائی ہیں اور یہ دونوں قبیلہ
بنی زہرہ سے ہیں اور عمر یہ بھی جانتے تھے کہ سعد حضرت علیؑ سے بغض رکھتے ہیں
کیونکہ حضرت علیؑ نے ان کے ماموؤں کو قتل کیا تھا جو عبد شمس سے تھے اسی
طرح عمر کو یہ بھی معلوم تھا کہ عبد الرحمٰن ابن عوف کی بیوی ام کلثوم حضرت عثمان
کی (مادری) بہن تھی، اور یہ بھی جانتے تھے کہ طلحہ کا میلان عثمان کی طرف ہے
کیونکہ ان دونوں میں کچھ روابط تھے جیسا کہ تاریخ نویسوں نے لکھا ہے،
عثمان کی طرف میلان کے لئے یہی بات کافی تھی کہ طلحہ حضرت علیؑ سے منحرف
تھے کیونکہ طلحہ تیمی تھے اور بنی ہاشم اور بنی تیم میں خلافت ابوبکر کی وجہ سے
اچھی خاصی چشمک تھی [۱] حضرت عمر ان تمام باتوں سے واقف تھے اسی
لئے انھوں نے ان ہی چھ آدمیوں کو منتخب کیا اور یہ چھ کے چھ قریش سے
تھے اور سب ہی مہاجر تھے، انہیں سے ایک بھی انصار کا نہیں تھا اور ان
میں سے ہر شخص ایک اہم قبیلہ کی نمائندگی کرتا تھا مثلاً

(۱) حضرت علی بنی ہاشم کے نمائندہ تھے

---

[۱] شرح نہج البلاغہ / محمد عبدہ جلد (۱)، ص ۸۸

(۲) حضرت عثمان بنی امیہ کے نمایندہ تھے ——————

(۳) عبدالرحمٰن بن عوف بنی زہرہ کے نمایندہ تھے ——————

(۴) سعد بن ابی وقاص خود تو بنی زہرہ سے تھے لیکن انکے ماموں بنی امیہ سے تھے۔ ——————

(۵) طلحہ بن عبیداللہ بنی تیم کے سردار تھے ——————

(۶) زبیر رسولؐ خدا کی پھوپھی صفیہ کے بیٹے تھے اور اسمار بنت ابی بکر کے شوہر تھے۔ ——————

یہی چھ افراد اہل حل وعقد قرار دیئے گئے تھے اور ان کا فیصلہ تمام مسلمانوں پر نافذ کیا گیا تھا خواہ وہ مسلمان دارالسلطنت مدینہ کے ہوں یا عالم اسلامی کے کسی اور شہر کے ہوں۔ اور تمام مسلمانوں کے لئے ضروری قرار دیا گیا تھا کہ بغیر کسی چون وچرا کے اس کمیٹی کا حکم مانیں اور جو اس کمیٹی کی بات نہ مانے وہ مہدورالدم ہے (یعنی اس کا خون معاف ہے) اور اسی بات کو ہم اپنے قاری کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے کہ نص غدیر کے بارے میں کیوں سکوت کیا گیا۔

اور جب حضرت عمر ان چھ شخصوں کے جذبات ونفسیات سے واقف تھے تو ماننا پڑے گا کہ انھوں نے عثمان ہی کو خلافت کیلئے نامزد کیا تھا۔ یا کم از کم اتنی بات تو ضرور تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ اکثریت عثمانؓ ہی کے ساتھ ہو گی، یہ لوگ حضرت علیؑ کو منتخب نہیں کریں گے اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ عبدالرحمٰن کا پلہ حضرت علیؑ پر بھاری نہ رکھتے حالانکہ جب سے

مسلمانوں کا وجود ہوا ہے اس وقت سے آج تک لوگ ابوبکر و علیؑ کی افضلیت میں بحث کرتے آئے ہیں، ہم نے کیا کسی نے بھی یہ نہ سنا ہوگا کہ کوئی شخص حضرت علیؑ اور عبدالرحمٰن کی افضلیت میں بحث کرتا ہو۔

یہاں پر ٹھہر کر میں اہل سنت اور شوریٰ کی بنیاد رکھنے والوں اور، آزادیٔ فکر رکھنے والوں سے صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ آپ حضرات شوریٰ اور حضرت عمر کی اختراع میں ــــــ یعنی اس اختراع میں جو استبداد بالرائی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ عمر نے تنہا اپنی رائی سے بغیر مسلمانوں کے مشورہ سے ان چھ شخصوں کو نامزد کیا تھا ــــــ کیونکر جمع کریں گے؟ اور جب خود خلافت تک فلتۃ پہنچے ہیں تو ان کو کیا حق تھا کہ مسلمانوں پر ان چھ شخصوں میں سے کسی ایک کو مسلط کر دیں؟ اس لئے یہ بات تو ماننی ہی پڑے گی کہ ان لوگوں کے نظریے کی بنا پر اسلام کا نظام جمہوری تو ہو ہی نہیں سکتا جس کا یہ لوگ ڈھنڈھورا پیٹتے رہتے ہیں۔

اور غالباً حضرت عمر بھی شوریٰ کے قائل نہیں تھے (ورنہ مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر چھ شخصوں کو کیوں معین کرتے مترجم) بلکہ وہ خلافت صرف اور صرف مہاجرین کا حق سمجھتے تھے کسی کو اس سلسلہ میں نزاع کا حق ہی نہیں دیتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر و ابوبکر دونوں خلافت کو صرف قریش کا حق سمجھتے تھے۔ صرف مہاجرین کا نہیں، کیونکہ مہاجرین میں تو ایسے بھی لوگ تھے جو قریش سے نہیں تھے بلکہ عرب ہی نہیں تھے مثلاً سلمان فارسی، عمار بن یاسر، بلال حبشی، صہیب رومی، ابوذر غفاری، اور ایسے ہزاروں

صحابہ جو قریش سے نہیں تھے ان کو خلافت کے معاملہ میں دخل دینے کا حق نہیں سمجھتے تھے، اور یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ نہیں ہے حاشا وکلا بلکہ ان دونوں کا محکم عقیدہ تھا جیسا کہ مورخین و محدثین نے لکھا ہے۔ ذرا اس خطبہ کو پڑھیے جس کو بخاری اور مسلم دونوں نے لکھا ہے کہ عمر ابن الخطاب کہتے ہیں: میں خود گفتگو کرنا چاہتا تھا اور میں نے اس کے لئے ایک مضمون بھی تیار کر لیا تھا جو مجھے بہت پسند تھا میں نے سوچا اس کو ابو بکر کے بھی سامنے رکھدوں اور میں بڑی حد تک ان کا لحاظ بھی کرتا تھا۔ چنانچہ جب میں نے کہنا چاہا تو ابو بکر نے کہا خاموش رہو، لہذا میں چپ ہو گیا، مجھے یہ بات پسند نہیں تھی کہ ان کو ناراض کروں۔ پھر ابو بکر نے کہنا شروع کیا "اور وہ مجھ سے زیادہ حلیم و موقر تھے"، اور بخدا انھوں نے کوئی ایسی بات نہیں رکھ چھوڑی جس کو میں نے اپنے مقالہ میں لکھ رکھا تھا، بلکہ بعض چیزیں تو میرے مقالہ سے بھی افضل تھیں اس لئے میں چپ رہا اور یہ ساری باتیں ابو بکر نے فی البدیہہ کہی تھیں اور اس کے بعد انصار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: میں نے جن نیکیوں کا ذکر کیا ہے آپ لوگ اس کے اہل ہیں لیکن خلافت صرف قریش کا حق ہے [1]

خطبہ بالا سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ابو بکر و عمر شوریٰ و انتخاب کے قائل ہی نہیں تھے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ابو بکر نے انصار کے مقابلہ میں

---

[1] صحیح مسلم باب الوصیۃ، بخاری جلد ۸ ص ۲۷۔

رسولؐ کی اس حدیث سے استدلال کیا تھا (خلافت قریش کے لئے ہے)
اور یہ حدیث صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے ۔۔۔ جیسا کہ بخاری و مسلم
اور دیگر صحاح نے لکھا ہے اور سنی شیعہ دونوں کے نزدیک متفق علیہ ہے
۔۔۔ حدیث یہ ہے میرے بعد بارہ خلیفہ ہونگے اور سب کے سب قریش سے
ہوں گے اس سے بھی زیادہ صریح حدیث یہ ہے : خلافت قریش ہی میں رہے
گی چاہے لوگوں میں صرف دو شخص باقی ہوں [۱] اسی طرح یہ حدیث بھی ہے:
لوگ خیر و شر میں قریش کے تابع ہیں [۲]

جب تمام مومنین ان حدیثوں کو مانتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا
کہ اہلسنت کیوں کہتے ہیں کہ: آنحضرت نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا بلکہ مسلمانوں
پر چھوڑ گئے کہ جس کو چاہیں منتخب کر لیں ۔ کیا یہ کھلا ہوا تناقض نہیں ہے ؟

اس تناقض سے بچنے کی صرف یہی صورت ہے کہ ہم آئمہ اہل بیت
اور ان کے شیعوں کی بات مان لیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرتؐ
نے خلفاء پر نص کر دی تھی ان کے نام اور تعداد بھی معین کر دی تھی اور یہیں
سے ہمارے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ عمر کا نظریہ سمجھ لیں اور ان کے موقف کو
پہچان لیں کہ انھوں نے خلافت کو کیوں قریش میں منحصر کیا ہے اور
حضرت عمر تو اس بات میں مشہور تھے کہ نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد کرتے
تھے حد یہ ہے کہ رسولخداؐ کی زندگی میں آنحضرتؐ کی بات نہ مان کر اپنی رائے

---

[۱] مسلم جلد ۶ ص ۲ و ص ۳ ● [۲] بخاری جلد ۲ ص ۸۱ ، مسلم باب صلح حدیبیہ ۔

پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے، صلح حدیبیہ[1]، منافقین پر نماز[2]، قلم و قرطاس کا مسئلہ[3]، بشارت جنت دینے سے روکنا یہ سب ہمارے قول کی تائید کرتے ہیں، جب موصوف آنحضرتؐ کی زندگی میں یہ سب کرتے تھے تو مرنے کے بعد قول رسولؐ کی مخالفت کرنے میں کیا بات مانع تھی اور اس میں کونسی تعجب کی بات ہے؟ یہی وجہ ہے کہ رسولؐ کے بعد نص خلافت والی حدیث میں انھوں نے اجتہاد فرمایا اور ان کے نزدیک رسولؐ کی حدیث کے بموجب حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانا ضروری نہیں تھا کیونکہ حضرت علیؑ قریش میں سب سے کمسن تھے انھوں نے حدیث کو صرف اس حد تک تسلیم کیا کہ خلافت کو قریش کے اندر ہی ہونا چاہیئے۔ اور اسی وجہ سے انھوں نے اپنے مرنے سے پہلے قریش کے چھ عظیم، شخصوں میں خلافت کو منحصر کر دیا تاکہ اپنے نظریہ[4] اور حدیث رسولؐ میں جمع کر سکیں۔

اور اس کمیٹی میں حضرت علیؑ کا نام شاید اس وجہ سے رکھدیا ہو کہ ان کو معلوم تھا کہ لوگ علیؑ کا انتخاب نہیں کریں گے اس لئے زبردستی اس سیاسی کھیل میں حضرت علی کو شامل کر دیا ــــ تاکہ ایک تیر سے دو شکار ہو سکے، ایک تو علیؑ کا انتخاب نہ ہو سکے اور دوسرے ان شیعوں کی زبان بند ہو جائے جو حضرت علیؑ کی اولیت و افضلیت کے قائل ہیں ــــ لیکن

---

[1] بخاری جلد ۲ صـ۷۶ ● [2] بخاری جلد ۱ صـ۳۷ ● [3] مسلم جلد ۱ صـ۴۵ باب لقی بالایمان وھو غیر شاک فیہ دخل الجنۃ ● [4] یعنی قریش ہی کے لئے خلافت مخصوص ہے۔

حضرت علیؑ نے اس ڈھول کا پول کھول دیا اور مجمع عام میں خطبہ دیتے ہوئے اعلان فرمایا: میں نے اس طویل مدت میں شدید زحمتوں پر صبر کیا اور جب وہ اپنے راستہ پر جانے لگا (یعنی موت) تو خلافت کو ایک جماعت میں قرار دے دیا اور اس نے خیال کیا کہ اس جماعت کا ایک فرد میں بھی ہوں، خدایا مجھے اس شوریٰ کو، آخر ان کے پہلے والے کے ساتھ میرے بارے میں کب شک تھا جو مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملایا گیا۔ لیکن (پھر بھی) جب یہ لوگ اڑے تو میں بھی اڑا اور ٹھہرے تو میں بھی ٹھہرا ـــــ یعنی ہر طرح ان کا تعاون کرتا رہا ـــــ مگر ان میں سے ایک شخص اپنے (پرانے) کینہ کی وجہ سے دوسرے کی طرف مائل ہو گیا اور دوسرا اسے سرالی رشتہ داری کی بنا پر مجھ سے منحرف ہو گیا اس کے علاوہ بھی بہت سی ادھر ادھر کی باتیں تھیں [1]

چوتھی بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے ہر طرح سے استدلال فرمایا لیکن سب بیکار ثابت ہوا اور جن لوگوں نے اپنے چہرے حضرت علی کی طرف سے موڑ لیے تھے اور جن کے دل دوسروں کی طرف یا تو حضرت علیؑ کے فضائل پر حسد کرنے کی وجہ سے یا ان سے کینہ رکھنے کی وجہ سے مائل ہو گئے تھے کیوں کہ حضرت علیؑ نے ان کے سرداروں کو قتل کیا تھا، ان کے بہادروں کی ہڈیاں توڑ دی تھیں ان کی ناک رگڑ دی تھی۔ ان کی ساری کبریائی خاک میں ملا دی تھی، اور اپنی تلوار و شجاعت کی بنا پر ان کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔"

---

[1] شرح محمد عبدہ جلد (۱) ص ۸۷

تو کیا حضرت علیؑ ان سے بیعت کی بھیک مانگتے ؟ حضرت علیؑ اپنے ان تمام کارناموں کے باوجود بلندی مرتبہ پر فائز تھے ہمیشہ رسولؐ خدا کا دفاع کرتے ، رہے اس سلسلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کی ۔ دنیاوی ، چیزوں نے ان کے عزم وارادہ میں کوئی جھول پیدا نہیں کیا اور خود آں حضرتؐ کو اس کا علم الیقین تھا ۔ اور آپ ہر موقع پر اپنے بھائی (علیؑ) کی فضیلت بیان کرتے تھے تاکہ لوگ علیؑ سے محبت کریں چنانچہ ایک جگہ فرمایا : علیؑ کی محبت ایمان اور علیؑ سے بغض کفر ہے [1] ایک اور جگہ فرمایا : علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں [2] ایک اور جگہ فرمایا : میرے بعد علیؑ ہر مومن کے ولی ہیں [3] ایک جگہ فرمایا : علیؑ میرے علم کا دروازہ اور میری اولاد کے باپ ہیں [4] ایک اور جگہ فرمایا : علی سید المسلمین، امام المتقین اور روشن چہرے والوں کے قائد ہیں [5]

لیکن افسوس یہ ہے کہ ان تمام احادیث کے باوجود لوگوں کا حضرت علیؑ سے حسد وکینہ زیادہ ہی ہوتا گیا اسی لئے آنحضرتؐ نے اپنی موت سے پہلے علیؑ کو بلا کر گلے لگایا اور بہت روئے اور فرمایا : اے علیؑ مجھے، معلوم ہے کہ لوگوں کے دلوں میں تمھارے لئے چھپے ہوئے کینے ہیں ۔

---

۱ مسلم جلد (۱) ص ۶۱ ، مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۲۶ ، ● ۲ بخاری جلد ۳ ، ص ۱۶۸
۳ مسند احمد جلد ۵ ص ۲۵ ، مستدرک الحاکم جلد ۳ ص ۱۲۴ ● ۴ مستدرک
جلد ۳ ص ۱۲۶ ● ۵ منتخب کنزل العمال جلد ۵ ص ۳۴

جس کا اظہار یہ لوگ میرے بعد کریں گے ۔ اگر لوگ تمہاری بیعت کریں تو قبول کر لو ورنہ صبر سے کام لو یہاں تک کہ مجھ سے مظلومی کی حالت میں ملاقات کرو[۱] اسی لئے بیعت ابو بکر پر وصیت رسولؐ کے مطابق حضرت علیؑ نے صبر فرمایا اور اس میں کتنی مصلحت تھی یہ بات سب پر ظاہر ہے

پانچویں بات یہ ہے کہ اگر مسلمان قرآن کی تلاوت کریں اور اس کی آیات میں غور کریں تو پتہ چل جائے گا کہ سابق امتوں اور قبیلوں کے جو حالات و واقعات قرآن میں ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں جو ہمارے واقع ہوئے اب دیکھئے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا ۔ جناب نوح جو بعد الانبیا ہیں انھوں نے ایک ہزار سال جہاد کیا لیکن صرف چند گنے چنے لوگ ان کے پیرو ہوئے ۔ ان کی بیوی اور بیٹا تک کافر تھے ۔ جناب لوط کو لیجئے ان کے دیہات میں صرف مومنین کا ایک گھر تھا ۔ فراعنہ مصر جنھوں نے زمین پر سرکشی کی تھی اور لوگوں کو غلام بنالیا تھا ان میں صرف ایک مومن تھا اور وہ بھی اپنے ایمان کو چھپاتا تھا ۔ جناب یوسف کے بھائی حضرت یعقوب کے بیٹوں نے اپنے حساب سے اپنے چھوٹے بھائی (یوسف) کو قتل ہی کر ڈالا تھا ۔ حالانکہ یوسف کا جرم یہ تھا کہ حضرت یعقوب ان کو بہت چاہتے تھے لہذا بھائیوں نے حسد کی وجہ سے قتل کر دیا ۔ یہی بنی اسرائیل جن کو جناب موسیٰ نے نجات دلائی جنکے لئے خدا نے سمندر کو شگافتہ کیا ۔ ان کے دشمنوں کو غرق کر دیا یعنی

---

[۱] ریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ / طبری / باب فضائل علیؑ ابن ابیطالب ،

فرعون اور اس کے لشکر کو جنگ کے بغیر سمندر میں ڈبو دیا۔ لیکن یہ لوگ سمندر سے نکلتے ہی ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو بت پرست تھی اور ابھی ان کے پیر بھی نہیں سوکھے تھے کہ جناب موسیٰ سے کہنے لگے: اے موسیٰ ان لوگوں کی طرح، ہمارے لئے بھی خدا بنا دو جناب موسیٰ نے کہا جاہلوں والی بات مت کرو۔ اور پھر جب موسیٰ میقات رب کے لئے جانے لگے تو اپنے بھائی ہارون کو ان پر اپنا خلیفہ بنا کر گئے مگر ان لوگوں نے ہارون کے قتل کا پروگرام بنا لیا۔ اور کافر ہو کر گئوسالہ پرستی شروع کر دی۔ پھر ان لوگوں نے بہت سے انبیاء الٰہی کو قتل کیا جس کا ذکر قرآن نے اس طرح کیا ہے: افکلما جاءکم رسول بما لا تھویٰ انفسکم استکبرتم ففریقاً کذبتم و فریقاً تقتلون (پ ۱ س ۲ (بقرہ) آیت ۸۷)

کیا تم اس قدر بد دماغ ہو گئے ہو کہ جب بھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس تمہاری خواہش نفسانی کے خلاف کوئی حکم لیکر آیا تو تم اکڑ بیٹھے اور پھر تم نے بعض رسولوں کو جھٹلایا اور بعض کو جان سے مار دیا۔

اسی طرح یحییٰ ابن زکریا کو دیکھئے جو سردار و بن بیاہے تھے اور صالحین میں سے تھے ان کو قتل کر کے ان کا سر ایک زانیہ کو بطور تحفہ پیش کیا گیا۔ یہود و نصاریٰ کو دیکھئے جناب عیسیٰ کو (بزعم خود) پھانسی پر چڑھا دیا خود امت محمدؐ نے تیس ہزار کا لشکر لیکر ریحانۃ رسولؐ اللہ سید الشباب اہل الجنۃ امام حسینؑ کو (میدان کربلا میں) ان کے ستر ساتھیوں سمیت ذبح کر ڈالا۔ جس میں شیر خوار بچہ بھی تھا۔ ان سب کے بعد اگر لوگ علیؑ

کی بیعت نہ کریں تو کیا تعجب ہے؟ بلکہ رسولؐ کی اس حدیث کے بعد جس میں فرمایا ہے: (اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے) تم لوگ اپنے سے پہلے والوں کی سیرت پر قدم بہ قدم چلوگے اگر وہ لوگ سوسمار (گوہ) کے بھٹ میں گھسے ہوں گے تو تم بھی اس میں گھسوگے۔ لوگوں نے پوچھا پہلے والوں سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں؟ تو آنحضرت نے فرمایا پھر آخر کون ہے؟ [۱] ان سب باتوں کے بعد بھی کیا کوئی تعجب کی جگہ باقی رہ جاتی ہے؟

بلکہ بخاری ومسلم کی یہ روایت پڑھنے کے بعد جس میں ہے: میرے اصحاب کو قیامت کے دن ذات الشمال سے لایا جائے گا تو میں پوچھوں گا ان کو کہاں لے جا رہے ہو؟ جواب ملے گا خدا کی قسم جہنم کی طرف اس پر میں کہوں گا پالنے والے یہ تو میرے اصحاب ہیں تو جواب ملے گا: تم کو معلوم نہیں ہے انھوں نے تمھارے بعد کیا کیا بدعتیں کی ہیں اس پر میں کہوں گا۔ جن لوگوں نے (میرے دین میں) تبدیلی کی ان پر وائے ہو۔ ان میں سے چند آزاد جانوروں کی طرح پھرنے والوں کے علاوہ کوئی نجات نہیں پائے گا [۲] پھر کوئی تعجب کی جگہ رہ جاتی ہے؟ بلکہ حدیث افتراق [۳] یعنی میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے ایک کے علاوہ باقی سب ہی جہنمی ہوں گے ۔ کے بعد کیا کوئی

---

[۱] بخاری جلد ۴ ص ۱۴۴، جلد ۸ ص ۱۵۱ ● [۲] بخاری جلد ۷ ص ۲۰۹، مسلم باب الحوض ● [۳] سنن ابن ماجہ کتاب الفتن جلد ۲ حدیث نمبر ۳۹۹۳، مسند احمد حنبل جلد ۳ ص ۱۲۰، سنن ترمذی کتاب الایمان۔

مقام تعجب ہے ؟ جو لوگ جہنمی ہیں ان سے اور کیا توقع ہے ؟

آیئے قرآن کی چند آیات پڑھیئے دیکھئے خدا خود کہتا ہے اکثر لوگوں کا کیا عالم ہے (اس میں صحابہ بھی ہیں)

(۱) وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ (پ ۱۳ س ۱۲ (یوسف آیت ۱۰۳)

ترجمہ :- اور اے رسولؐ تم کتنا ہی چاہو مگر بہتیرے لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں

(۲) بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ (پ س ۲۳ (المومنون) آیت

ترجمہ :- بلکہ وہ تو ان کے پاس حق بات لیکر آیا ہے اور ان میں سے اکثر حق بات سے نفرت رکھتے ہیں۔

(۳) لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۔ پ ۲۵ س ۴۳ (زخرف) آیت ۷۸ ۔

ترجمہ :- (اے کفار مکہ) ہم تمہارے پاس حق لیکر آئے ہیں مگر تم میں سے بہتیرے حق (بات) کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

(۴) اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ (پ ۱۱ س ۱۰ (یونس) آیت ۵۵ ۔

ترجمہ :- آگاہ رہو کہ خدا کا وعدہ یقینی ٹھیک ہے مگر انہیں کے اکثر نہیں جانتے

(۵) يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

(پ ۱۰ س ۹ (توبہ) آیت ۸)

ترجمہ :- یہ لوگ تمہیں اپنی زبانی جمع خرچ سے خوش کر دیتے ہیں حالانکہ ان کے دل نہیں مانتے اور ان میں کے بہت سے تو بدچلن ہیں۔

(۶) اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْفَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَشْکُرُوْنَ ۝

(پ ۱۱ / س ۱۰ / (یونس) آیت ۶۰)

ترجمہ :- اس میں شک نہیں کہ خدا تو لوگوں پر بڑا صاحب فضل (وکرم) ہے مگر ان میں سے بہت سے شکر گزار نہیں ہیں ۔

(۷) یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَھَا وَاَکْثَرُھُمُ الْکَافِرُوْنَ ●

(پ ۱۴ / س ۱۶ / (النحل) آیت ۸۳)

ترجمہ :- یہ لوگ خدا کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں پھر (دیدہ و دانستہ) ان سے مکر جاتے ہیں ۔

(۸) وَلَقَدْ صَرَّفْنَاہُ بَیْنَھُمْ لِیَذَّکَّرُوْا فَاَبٰی اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا ۔ (پ ۱۹ / س ۲۵ / (الفرقان) آیت ۵۰

ترجمہ :- اور ہم نے پانی کو ان کے درمیان (طرح طرح) سے تقسیم کیا تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کی ۔

(۹) وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ ● (پ ۱۳ / س ۱۲ / (یوسف) آیت ۱۰۶ /

ترجمہ :- اور اکثر لوگوں کی یہ حالت ہے کہ وہ خدا پر ایمان نہیں لاتے مگر شرک کئے جاتے ہیں ۔

(۱۰) بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (پ ۱۷ / س ۲۱ / (انبیاء) آیت ۲۴ ۔

ترجمہ :- بلکہ ان میں سے اکثر تو حق (بات) کو جانتے ہی نہیں تو (جب حق کا

ذکر آتا ہے) یہ لوگ منہ پھیر لیتے ہیں ۔

(۱۱) اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ ۔ (پ ۲۷ / س ۵۳ / (النجم آیت ۵۹ ، ۶۰، ۶۱)۔

ترجمہ :- تو کیا تم لوگ اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو ، اور تم اس قدر غافل ہو ۔

حسرت وافسوس

بھلا مجھے افسوس کیوں نہ ہو؟ بلکہ ان تمام مسلمانوں کو کیوں افسوس نہ ہوگا جب وہ ان حقائق کو پڑھیں گے کہ رسولؐ خدا نے جس شخص (علیؑ) کو اپنا خلیفہ بنایا تھا لوگوں نے اسی کو خلافت سے دور کر دیا۔ اور اس کے دور کرنے کی وجہ سے امت ان کی حکیمانہ قیادت اور ان کے علوم سے محروم ہوگئی۔

اگر مسلمان تعصب وجذبات سے خالی ہوکر دیکھیں تو ان کو پتہ چلے گا کہ حضرت علیؑ رسولؐ خدا کے بعد سب سے اعلم تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کے اعلم ترین لوگ مشکلات میں حضرت علیؑ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور حضرت عمر نے ستّر مرتبہ سے زیادہ اپنی عمر میں کہا تھا: "لَوْ لَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ" اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا[1] حالانکہ خود حضرت علیؑ نے اپنی زندگی میں کسی سے بھی کچھ نہیں پوچھا۔

اسی طرح تاریخ کا یہ بھی بیان ہے کہ حضرت علیؑ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ شجاع و بہادر تھے، صحابہ میں جنکو بہادر سمجھا جاتا ہے وہ بھی متعدد جنگوں سے فرار ہو چکے ہیں سوائے حضرت علیؑ کے کہ آپ نے کسی

---

[1] مناقب خوارزمی ص ۴۸، استیعاب جلد ۳ ص ۳۹، تذکرۃ السبط ص ۸۷
مطالب السئول ص ۱۳، تفسیر نیشاپوری، فیض القدیر جلد ۴ ص ۳۵۷

بھی جنگ میں راہ فرار اختیار نہیں کی ۔ حضرت علیؑ کی شجاعت کے لئے وہی سب سے بڑی دلیل ہے جو آنحضرت نے جنگ خیبر کے موقع پر ان لفظوں سے عطا فرمایا تھا : کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا ورسولؐ کو دوست رکھتا ہوگا اور خدا اور رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہوں گے جو کرار ہوگا فرار نہ ہوگا ، خدا نے ایمان کے ذریعہ اسکے دل کا امتحان لے لیا ہوگا [۱] ، دوسرے دن تمام اصحاب آگے بڑھ بڑھ کر علم حاصل کرنے کی فکر میں تھے لیکن رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو علم دیا ۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت علیؑ کا سب سے زیادہ اعلم ہونا ، سب سے زیادہ شجاع ہونا ، سب سے زیادہ طاقتور ہونا ، ہر عام و خاص کے نزدیک مسلم ہے دو آدمیوں نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا ۔ جو نصوص حضرت علیؑ کی ولایت پر دلالت کرتی ہیں مثلاً غدیر وغیرہ ان سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تب بھی قرآن کی نظر میں امامت وقیادت کے لائق وہی شخص ہے جو عالم ہو ۔ شجاع ، قوی ، ہو چنانچہ علماء کی پیروی کے سلسلہ میں قرآن کہتا ہے : افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدیٰ فما لکم کیف تحکمون

(پ ۱۱ س ۱۰ (یونس) آیت ۳۵)

تو کیا جو شخص دین کی راہ دکھاتا ہے وہ زیادہ حقدار ہے کہ اس کے حکم

---

[۱] بخاری جلد ۵ ص ۱۲ ، اور جلد ۵ ص ۲۲ ، مسلم جلد ۲ ص ۱۲۱ باب فضائل علی ابن ابی طالبؑ

کی پیروی کی جائے یا وہ شخص جو (دوسرے کی ہدایت تو درکنار) خود ہی جب تک دوسرا اس کو راہ نہ دکھائے راہ نہیں دیکھ پاتا۔ آخر تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے تم کیسے حکم لگاتے ہو۔

عالم و شجاع و قوی کی وجوب قیادت کے سلسلہ میں قرآن کا ارشاد ہے: قَالُوا اَنّٰی یَکُوْنُ لَهُ الْمُلْکُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْکِ مِنْهُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَیْکُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْکَهٗ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۔

(پ ۲ س ۲ (البقرۃ) آیت ۲۴۷)

ان لوگوں نے کہا اس کی حکومت ہم پر کیونکر ہو سکتی ہے؟ حالانکہ سلطنت کے حق دار اس سے زیادہ تو ہم ہیں۔ کیونکہ اس کو مالداری نہیں عطا کی گئی ہے (نبی نے کہا) خدا نے اس کو تم پر فضیلت دی ہے اور (مال میں نہ سہی مگر) علم اور جسمانی طاقت خدا نے اسی کو زیادہ دی ہے۔ اور خدا اپنا ملک جسے چاہے دے وہ بڑی گنجائش والا اور واقف کار ہے۔

پروردگار عالم نے تمام صحابہ سے زیادہ حضرت علیؑ کو علم عطا فرمایا تھا، اسی لئے رسولؐ نے فرمایا تھا: علیؑ باب مدینۃ العلم ہیں اور رسولؐ خدا کی وفات کے بعد صحابہ کے مرجع وحید آپ ہی تھے، صحابہ جب کسی مشکل میں پھنسے رہتے تھے تو حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرتے تھے

اور کہتے تھے : معضلة لیس لها الا ابو الحسن [1]

ہر مشکل کا حل ابو الحسن (حضرت علیؑ) ہی کر سکتے ہیں ــــ آپ جسمانی اعتبار سے دیکھئے تو حقیقی معنی میں وہی اسد اللہ الغالب تھے آپ کی طاقت و شجاعت نسلوں میں ضرب المثل رہی ہے ــ مورخین نے تو آپ کی شجاعت کے وہ واقعات لکھے ہیں جو معجزات سے کم نہیں ہیں ـ مثلا باب خیبر کا اکھاڑنا جس کو بیس صحابی ملکر حرکت نہیں دے سکے [2] ــــ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے : [3]

یَا قَالِعَ الْبَابِ الَّذِیْ عَنْ هَزِّهٖ ● عَجَزَتْ اَکُفٌّ اَرْبَعِیْنَ وَ اَرْبَعٌ

اے اس دروازہ کو اکھاڑنے والے جس کو ۴۴ آدمی (ملکر) حرکت نہیں دے سکتے تھے مترجم ــــ سب سے بڑے بت (ہبل) کو سطح کعبہ سے اکھاڑ پھینکنا [3] اس عظیم پتھر کی چٹان کو اکھاڑ دینا جسکو پورا لشکر حرکت نہیں دے سکا تھا [4] اس کے علاوہ اور بہت سے مشہور واقعات ہیں ـ

خود آنحضرتؐ نے اپنے ابن عم حضرت علیؑ کے فضائل کو ہر مناسب موقع پر بیان فرمایا اور ان کے خصائص سے ان کو پہچنوایا ہے مثلاً

(۱) فرماتے ہیں : اِنَّ هٰذَا اَخِیْ وَ وَصِیِّیْ وَ خَلِیْفَتِیْ بَعْدِیْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَ اَطِیْعُوْا [5]

---

[1] مناقب خوارزمی ص ۵۸، تذکرۃ السبط ص ۸۷. ابن المغازلی ترجمہ علی ص ۷۹ ● [2] شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید درمقدمہ. ● [3] حوالہ سابق ● [4] حوالہ سابق

[5] تاریخ طبری جلد ۲ ص ۳۱۹. تاریخ ابن اثیر جلد ۲ ص ۶۲

یہ (علیؑ) میرے بھائی، میرے وصی، میرے بعد میرے خلیفہ ہیں لہٰذا ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو۔

(۲) فرمایا: انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبیّ بعدی [۱]

(اے علیؑ) تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی بس میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۳) ارشاد ہوتا ہے: مَنْ اَرَادَ اَنْ یَحْیٰا حَیَاتِیْ وَ یَمُوْتَ مَوْتِیْ وَیَسْکُنَ جَنَّۃَ الْخُلْدِ الَّتِیْ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ فَلْیَتَوَلَّ عَلِیَّ ابْنِ اَبِیْطَالِبٍ فَاِنَّہٗ لَنْ یُخْرِجَکُمْ مِنْ ھُدًی وَلَنْ یُدْخِلَکُمْ فِیْ ضَلَالَۃٍ [۲]

جو میری زندگی جینا اور میری موت مرنا چاہے اور اس جنت الخلد میں رہنا چاہے جس کا میرے خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس کو چاہیے کہ علی ابن ابیطالب سے محبت کرے کیونکہ وہ تم لوگوں کو ہدایت سے خارج نہیں کریں گے اور گمراہی میں داخل نہیں کریں گے۔

حضرت رسولؐ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والا اس بات کو جانتا ہے کہ آنحضرتؐ نے صرف احادیث و اقوال ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ آپ

---

[۱] صحیح مسلم جلد ۷ ص ۱۲۰، صحیح بخاری فضائل حضرت علی (علیہ السلام)

[۲] مستدرک الحاکم جلد ۳ ص ۱۲۸، طبرانی نے معجم کبیر میں بھی لکھا ہے۔

کے اقوال نے عملی جامہ بھی پہنا ہے چنانچہ آپ نے اپنی پوری زندگی میں حضرت علیؑ پر کسی بھی صحابی کو امیر نہیں بنایا۔ اس کے برخلاف بعضوں کو بعضوں پر حاکم بنایا ہے مثلاً غزوہ ذات السلاسل میں ابوبکر و عمر پر عمرو ابن العاص کو حاکم بنایا تھا [1] اسی طرح تمام صحابہ پر (حضرت علیؑ کے علاوہ) ایک کم سن نوجوان اسامہ بن زید کو اپنی موت سے قبل حاکم بنایا تھا لیکن حضرت علیؑ جب بھی کہیں بھیجے گئے رسولخداؐ نے ان کو سب پر حاکم ہی بنا کر بھیجا تھا ۔ حدیہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے دو لشکر بھیجا ایک پر حضرت علیؑ کو حاکم بنایا اور دوسرے پر خالد بن ولید کو اور فرمایا : جب تم دونوں الگ الگ ہو تو ہر ایک اپنے لشکر کا امیر ہے لیکن جہاں تم دونوں جمع ہو جاؤ وہاں پورے لشکر کے حاکم علیؑ ہوں گے

ان تمام باتوں سے ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ ، آنحضرتؐ کے بعد حضرت علیؑ ہی تمام مومنین کے ولی ہیں اور کسی کو آپ پر مقدم نہیں کیا جا سکتا ۔

لیکن سب سے زیادہ اس بات پر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے (حضرت علیؑ کو خلیفہ نہ بنا کر) زبردست نقصان اٹھایا ہے اور آج تک اٹھا رہے ہیں جو بویا تھا اس کا پھل کاٹ رہے ہیں ۔ بعد میں آنے والوں

---

[1] سیرت الحلبیۃ ، طبقات ابن سعد بلکہ جس نے بھی غزوہ ذات السلاسل کا ذکر کیا ہے اس نے لکھا ہے ،

نے پہلے والوں کی رکھی ہوئی بنیاد کو پہچان لیا ہے

کاش امت نے خدا ور رسولؐ کی مرضی کے مطابق حضرت علیؑ کو خلیفہ بنا کر ان کا اتباع کیا ہوتا کیونکہ حضرت علیؑ جیسی خلافت راشدہ کا تو تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ حضرت علی تیئس سال تک امت کی قیادت اسی طرح ایک عنوان سے کرتے جس طرح پیغمبرؐ نے کی تھی۔ اس میں کسی بھی قسم کا تغیر نہ فرماتے۔ برخلاف حضرت ابوبکر وعمر کے کہ ان دونوں نے شریعت بدل دی نصوصِ صحیحہ کے مقابلہ میں اجتہاد کیا (اور حد ہوگئی کہ) ان کے افعال کو سنت قرار دے دیا گیا۔ اور حضرت عثمان نے تو انتہا کر دی اور لوگ کہنے لگے: حضرت عثمان نے کتاب خدا، سنت رسولؐ، سیرت شیخین تک کو بدل دیا اور صحابہ نے ان کے افعال کو شدت کے ساتھ ناپسند کیا اور آخر کار عام پبلک نے موصوف کے خلاف بغاوت کر دی جس کے سبب حضرت عثمان کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑ گیا اور امت مسلمہ، فتنۂ کبریٰ کا شکار ہوگئی، جس کے زخم اب تک مندمل نہیں ہو پائے،

لیکن حضرت علیؑ کتاب خدا اور سنتِ رسولؐ کی اتنی سختی سے، پابندی کرتے تھے کہ ذرہ برابر بھی مخالفت برداشت نہیں کر پاتے تھے اور سب سے بڑی دلیل اس بات کی یہ ہے کہ جب لوگوں نے کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے ساتھ خلافت کے لئے سیرت شیخین کی شرط لگائی تو آپ نے خلافت کو ٹھوکر ماردی صرف کتاب خدا و سنت رسولؐ کی شرط پر تیار تھے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ابوبکر و عمر و عثمان نے (حالات کے پیش نظر مجبوراً اجتہاد پر عمل کیا اور تغیر کرنے پر مجبور ہو گئے تو آخر حضرت علیؑ کتاب خدا اور سنت رسولؐ پر کیوں مصر تھے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس (باب مدینۃ العلم) ہونیکی وجہ سے جتنا علم تھا وہ ان حضرات کے پاس نہیں تھا، حضرت رسولؐ نے علم کے ہزار باب علیؑ کو تعلیم کئے تھے پھر حضرت علیؑ پر ایک ایک باب سے ہزار ہزار باب خود ہی کھل گئے [1] آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ میرے بعد میری امت میں جو اختلاف ہوگا اس کے بیان کرنے والے صرف تم ہی ہو [2] لیکن خلفاء کے اندر یہ بات نہیں تھی یہ حضرات تو قرآن کے اکثر ظاہری احکام کو بھی نہیں جانتے تھے چہ جائیکہ تاویل قران کو جانتے - بخاری اور مسلم دونوں نے تیمم کے باب میں لکھا ہے: ایک شخص نے حضرت عمر کی خلافت میں حضرت عمر سے پوچھا: میں مجنب ہو گیا ہوں غسل کیلئے پانی بھی نہیں ملا پھر میں کیا کروں ؟ عمر نے کہا تم نماز چھوڑ دو، اسی طرح یہ بچارے کلالۃ کا حکم مرتے دم تک نہیں جانتے تھے اور کہا کرتے تھے کاش میں رسولخدا سے کلالۃ کا حکم پوچھ لیتا ؟ حالانکہ قرآن میں کلالۃ کا حکم موجود ہے، جب حضرت عمر کی یہ حالت تھی جنکے بارے میں اہل سنت کہتے ہیں ان پر

---

[1] کنز العمال جلد ۶ صـ ۳۹۲ حدیث نمبر ۶۰۰۹ حلیۃ الاولیاء، ینابیع المودۃ صـ ۷۳ و صـ ۷۷ اور تاریخ دمشق ابن عساکر جلد ۲ صـ ۴۸۳ پر بھی ہے ● [2] مستدرک حاکم جلد ۳ صـ ۱۲۲ تاریخ دمشق ابن عساکر جلد ۲ صـ ۴۸۸ .

الہام ہوتا تھا تو پھر ابوبکر و عثمان کا کیا عالم رہا ہو گا اسی لئے ان لوگوں نے دین خدا میں بغیر علم و ہدایت اور بغیر کتاب منیر بدعتوں کو رائج کر دیا اور یہ سب ان حضرات کی شخصی رائے ہوتی تھی اور بس ۔

سوال:۔ اگر یہی صورت تھی تو رسولؐ کے بعد حضرت علیؑ نے امت کے اختلاف کو کیوں نہ بیان کر دیا ؟

جواب:۔ حضرت علیؑ نے امت کے مشکلات حل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ۔ صحابہ کے تمام مشکلات میں مرجع آپ ہی کی ذات تھی آپ تشریف لاکر وضاحت فرما دیتے تھے اور نصیحت بھی فرماتے تھے لیکن یہ لوگ صرف انھیں باتوں کو مانتے تھے جو ان کو پسند ہوتی تھیں اور ان کی سیاست سے نہیں ٹکراتی تھیں ۔ باقی چیزوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے اور تاریخ ہماری بات کی سب سے بڑی شاہد ہے ۔

حقیقت امر یہ ہے کہ اگر حضرت علیؑ اور ان کی آل پاک نہ ہوتی تو لوگ معالم دین بھی نہ جان پاتے ۔ لیکن حسب ارشاد قرآن لوگ حق بات پسند نہیں کرتے اس لئے اپنی خواہشات کے پیرو ہو گئے اور ائمہ اہل بیت کے مقابلے میں نئے مذاہب ایجاد کر لئے ، اور اہل بیت کو سانس لینے کی مہلت بھی نہ دی اور نہ ان کو آزادی نہ لوگوں کے ساتھ ملنے دیا ۔

حضرت علیؑ نے منبر سے اعلان کیا : میرے مرنے سے پہلے جو چاہو مجھ سے پوچھ لو ۔ حضرت علیؑ کے کمال پر خود نہج البلاغۃ دلیل ہے اور ائمہ اہل بیت نے تو اتنے علوم چھوڑے ہیں جن سے کونین بھر گئے ہیں اور ائمہ

مسلمین خواہ وہ شیعہ ہوں یا سنی سب ہی نے اس کی شہادت دی ہے۔

میں اپنے موضوع کی طرف پلٹتے ہوئے اسی بنیاد پر عرض کرتا ہوں:
اگر حضرت علیؑ کو تیس سال تک سیرتِ رسولؐ کے مطابق قیادت امت کا موقع ملتا تو آج دنیا میں اسلام عام ہوتا لوگوں کے عقائد بہت مضبوط ہو جاتے نہ فتنۂ صغریٰ ہوتا نہ فتنۂ کبریٰ ہوتا نہ کربلا ہوتا نہ عاشورا اور اگر کہیں حضرت علیؑ کے بعد گیارہ اماموں کو حکومت کا موقع مل گیا ہوتا تو دنیا میں مسلمانوں کے علاوہ کوئی نہ ہوتا اور آج کی زمین وہ نہ ہوتی جو ہم دیکھ رہے ہیں اور ہماری زندگی حقیقی انسانی زندگی ہوتی۔ لیکن خدا کا قول ہے:

الٓمٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۔ (پ ۲۰ س ۲۹ (عنکبوت) آیت ۲)

الم کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (صرف) اتنا کہدینے سے کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کا امتحان نہ لیا جائے گا ـــــ لیکن امت اسلامیہ بھی سابق امتوں کی طرح امتحان میں ناکامیاب ہو گئی۔ اور خود رسولؐ خدا نے بھی متعدد مقامات پر نص کر دی تھی [۱]

---

[۱] مثلاً وہ حدیث جس میں فرمایا ہے: کہ میری امت یہود و نصاریٰ کی قدم بہ قدم پیروی کرے گی یہاں تک کہ اگر وہ لوگ سوسمار کے بھٹ میں گھسے ہوں گے تو یہ امت بھی اس میں گھسے گی بخاری و مسلم نے اس کی روایت کی ہے اور ہم بھی کہیں لکھ آئے ہیں، اسی طرح حدیث حوض ہے جس میں آنحضرت نے فرمایا ہے: سوائے چند لوگوں کے جو آزاد بھا لوروں کی طرح پھر رہے ہوں گے سب ہی کو جہنم کی طرف لے جایا جائیگا

اسی طرح قرآن نے بھی متعدد مقامات پر اس کا اظہار کر دیا ہے [۱]

واقعتاً یہ وہی ظالم و جاہل انسان ہے جس کے بارے میں رسول خداؐ نے فرمادیا تھا: کوئی شخص اپنے عمل کے ذریعہ جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک خدا کی رحمت اور اس کا فضل شامل حال نہ ہو جائے [۲]

حاشیہ پہ حاشیہ میری یہ عادت تھی کہ حضرت علیؑ سے خلافت چھین لینے پر برابر اظہار افسوس کیا کرتا تھا ایکمرتبہ بہت ہی اپٹوڈیٹ قسم کے لوگوں اور اساتذہ کے درمیان میں نے یہی بات کہی تو ان میں سے ایک شخص نے میرے اوپر اعتراض کر دیا۔

اعتراض = حضرت علیؑ نے اسلام اور مسلمانوں کے لئے کیا کیا؟ پوری زندگی خلافت کے چکر میں گنوادی۔ اسی خلافت کے لئے ہزاروں مسلمانوں کا خون بہا دیا۔ ان کی ساری جنگیں خلافت کے لئے تھیں اس کے برخلاف خلفائے ثلاثہ نے اپنی پوری زندگی نشر اسلام کے لئے صرف کر دی بڑے بڑے فتوحات کئے بڑے بڑے شہر آباد کئے۔ اگر حضرت ابوبکر صدیق نہ ہوتے تو پورا عرب مرتد ہو گیا ہوتا، اگر حضرت عمر نہ ہوتے تو مردم فارس مسلمان نہ ہوتے۔ اگر حضرت عثمان نہ ہوتے تو جناب تیجانی صاحب آپ بھی مسلمان نہ ہوتے [۳]

---

[۱] مثلاً آیت، افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم (آل عمران آیت ۱۴۴) یا یہ آیت وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا (سورہ الفرقان آیت ۳۰)

[۲] بخاری جلد ۷ ص۱ صحیح مسلم فی کتاب صفات المنافقین۔

[۳] استاد کا اشارہ شمالی افریقہ کے فتح کی طرف تھا کیونکہ شمالی افریقہ حضرت عثمان کے زمانہ میں فتح ہوا تھا اگر فتح نہ ہوتا تو ہم لوگ (اور اسلام لانے) کے سبب بربری ہی رہتے

اس کے بعد استاد اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولے اور جیسے ہی خلافت حضرت علیؑ کے ہاتھ میں آئی ایک ہنگامہ برپا کر دیا، سارے امور میں خلل پڑ گیا۔ اسلام جتنا خلفاء کے زمانہ میں ترقی یافتہ اور معزز تھا اتنا ہی پچھڑ گیا اور ذلیل ہو گیا۔ یہ وہی خلفاء ہیں جن کی تیجانی صاحب تنقیص فرماتے رہتے ہیں اور ان کی عدالت میں شک پیدا کرتے رہتے ہیں!۔

جواب۔ میں چاہتا تھا کہ استاد کی آخری تہمت "جس پر انھوں نے اپنا کلام ختم کیا تھا" جواب دوں لیکن پہلے میں نے اپنے اوپر کنٹرول کیا، اعصاب پر قابو پایا اس کے بعد بڑے سکون سے عرض کیا: حضرات کیا آپ لوگ استاد کی بات سے اتفاق کرتے ہیں؟ اکثر نے کہا ہاں لیکن بعض نے جواب میں سکوت اختیار کیا یا تو میری رعایت کرتے ہوئے یا پھر یہ لوگ استاد کی باتوں سے مطمئن نہ تھے میں نے کہا آپ لوگ مجھے اجازت دیں کہ استاد کی ہر ہر بات کا جواب دوں اس کے بعد آپ حضرات فیصلہ کریں چاہے وہ میرے حق میں ہو یا میرے خلاف ہو بس میری اتنی خواہش ہے کہ آپ لوگ تعصب سے کام نہ لیں اور حق بات کہیں سب نے کہا بسم اللہ . . . .

میں نے عرض کیا پہلی بات تو یہی ہے کہ حضرت علیؑ زندگی بھر خلافت کے چکر میں نہیں رہے جیسا کہ استاد نے کہا بلکہ اس کا برعکس صحیح ہے۔ اگر حضرت علیؑ خلافت کے چکر میں ہوتے تو رسولِ خدا کی تجہیز و تکفین کو چھوڑ کر دوسروں کی طرح سب سے پہلے سقیفہ میں جاتے۔ اور اگر حضرت علیؑ ایسا کرتے تو آپ کی دلیل قوی ہوتی خصوصاً جب کہ بہت سے صحابہ آپ کے ہم رائی تھے۔ اس کے بعد جب ابو بکر مر گئے تو آپ نے صبر فرمایا۔ اور کسی قسم کا جھگڑا نہیں کیا۔ پھر عمر کے مرنے کے بعد آپ کو خلافت پیش کی گئی لیکن جن شرطوں کے ساتھ پیش کی گئی تھی آپ نے ان شرطوں کو قبول نہیں فرمایا یہی سب سے

بڑی دلیل ہے کہ استاد کے خیالات غلط ہیں ۔ اگر حضرت علیؑ خلافت کے چکر میں ہوتے تو سیرت شیخین والی شرط کو قبول کر لیتے اس کے بعد جو جی چاہتا کرتے جیسے کہ عثمان نے کیا ۔ مگر یہی تو حضرت علیؑ کی عظمت کی دلیل ہے جو ان واقعات سے سامنے آتی ہے ۔ حضرت علیؑ نے زندگی میں نہ کبھی جھوٹ بولا نہ کسی عہد میں خیانت کی اور یہی وجہ تھی کہ آپ ناکام رہے اور دوسرے لوگ کامیاب ہو گئے کیونکہ دوسروں کے نزدیک مقصد برآری کیلئے ہر بات جائز تھی لیکن حضرت علیؑ فرماتے تھے : میں جانتا ہوں کہ تمھاری اصلاح کیونکر ہو سکتی ہے لیکن میں اپنے نفس کو فاسد کر کے تمھاری اصلاح نہیں کر سکتا ! حضرت علیؑ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ زعیم قریش ابو سفیان حضرت علیؑ کے پاس آکر کہتا ہے کہ میں مال اور جنگی بہادر آپ کے لئے مہیا کر سکتا ہوں کہ آپ ابوبکر اور ان کے گروہ سے جنگ کریں (اور اپنا حق واپس لے لیں) مگر حضرت علیؑ نے یہ کہکر جھڑک دیا : میں جانتا ہوں کہ تیرے دل میں کیا ہے ! اگر آپ خلافت کے چکر میں ہوتے تو ابو سفیان کی پیشکش کو فوراً قبول کر لیتے ۔ لیکن آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی خاطر صبر کیا اور قربانی دی ۔ حضرت علیؑ نے خود ابن عباس سے فرمایا تھا : تمھاری خلافت کی اہمیت میرے نزدیک اس پتے سے زیادہ نہیں ہے جو کسی ٹڈی کے منہ میں ہو اور وہ اس کو چبا رہی ہو یا بکری کے رینٹھ سے زیادہ نہیں ہے ، ہاں اگر حدود الٰہی کو قائم کر سکوں تو اور بات ہے

لہذا جناب استاد آپ کا کہنا کہ حضرت علیؑ خلافت کے چکر میں تھے ! غلط ہے واقع اور تاریخ دونوں اس کی تکذیب کرتے ہیں ۔

دوسری بات یہ ہے کہ : آپ کا یہ دعویٰ کرنا کہ حضرت علیؑ نے خلافت کیلئے ہزاروں مسلمانوں کو قتل کرا دیا اور آپ کی ساری جنگیں صرف حصول خلافت کیلئے تھیں !

جھوٹ، بہتان، حقیقت کو غلط روپ میں پیش کرنا ہے اگر آپ نے یہ بات جہالت کی وجہ سے کہی ہے تو خدا کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کیجئے۔ اور اگر بربنائے علم کہی ہے تو آپ کا سارا علم جھوٹ و بہتان عظیم ہے۔ کیونکہ آپ نے جن جنگوں کا ذکر کیا ہے وہ تو اس وقت لڑی گئی ہیں جب خلافت ہاتھ جوڑ کر ان کے پاس آچکی تھی اور لوگوں نے آپ کو مجبور کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے آپ کو قتل کی دھمکی دی تھی کہ اگر آپ نے خلافت قبول نہیں کی تو ہم قتل کر دیں گے۔

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت علیؑ ایک چوتھائی صدی اپنے گھر میں رہے۔ خلفاء کے پورے زمانہ خلافت تک آپ کسی جنگ میں شریک ہوئے اور نہ تلوار اٹھائی پھر آپ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی جنگیں صرف حصول خلافت کیلئے تھیں؟ اور پھر یہ آپ کا دعویٰ کہاں تک قابل قبول ہے کہ آپ نے خلافت کیلئے ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا؟

جنگ جمل کی آگ بھڑکانے میں طلحہ، زبیر، اور بی بی عائشہ کا ہاتھ تھا جنگ جمل تو حضرت علیؑ پر لادی گئی تھی۔ کیونکہ ان لوگوں نے بصرہ میں داخل ہو کر بے گناہوں کا قتل شروع کر دیا۔ بیت المال [1] لوٹ لیا۔ فساد برپا کر دیا جنگ جمل کو (حزب الناکثین) بھی کہا جاتا ہے کیونکہ جب طلحہ اور زبیر نے کوفہ و بصرہ کی گورنری کی خواہش کی اور حضرت علیؑ نے انکار کر دیا تو ان لوگوں نے بیعت توڑ دی [2]

جنگ صفین معاویہ نے حضرت علی پر لادی تھی اسی معاویہ نے ہزاروں بے گناہوں

---

[1] طبری، ابن اثیر، یعقوبی، مسعودی، اور جن مورخین نے بھی جنگ جمل اور خروج عائشہ کا ذکر کیا ہے سبھوں نے لکھا ہے

[2] طبری جلد ۵ ص ۱۵۳، ابن کثیر جلد ۷ ص ۲۲۲، یعقوبی جلد ۲ ص ۱۲۷

کو قتل کر دیا جن میں حضرت عمار بن یاسر بھی تھے اور یہ سب حصول خلافت کے لئے کیا تھا میرے بھائی آخر آپ حقائق کو کیوں ملیامیٹ کر رہے ہیں؟ حالانکہ تاریخ شاھد ہے کہ معاویہ نے خون عثمان کا سہارا لیکر حضرت علیؑ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا ۔ کیونکہ وہ تو حکومت چاہتا تھا ۔ معاویہ خود اپنے بارے میں اقرار کرتا ہے [1] چنانچہ (اس جنگ کے بعد جس میں نہ معلوم کتنے بے گناہوں کا خون بہایا گیا تھا) معاویہ کوفہ جا کر خطبہ دیتا ہے اور اس میں کہتا ہے: خدا کی قسم میں نے تم سے اس لئے جنگ نہیں کی کہ تم نمازیں پڑھو، روزے رکھو، حج کرو، زکوٰۃ دو، یہ سب کام تو تم لوگ کرتے ہی ہو میں نے تو تم پر حکومت کرنے کیلئے جنگ کی تھی، اور خدا نے تمہارے نہ چاہنے کے بعد بھی مجھے حکومت عطا کی! جنگ صفین کو "حرب القاسطین" بھی کہا جاتا ہے ۔

اب رہی جنگ نہروان (یعنی جنگ خوارج) تو یہ بھی زبردستی حضرت علیؑ پر لادی گئی تھی ۔ پس یہ ساری جنگیں جو حضرت علیؑ نے لڑیں وہ سب ان پر لادی گئی تھیں اور ہر جنگ میں حضرتؑ لوگوں کو کتاب خدا کی دعوت دیتے تھے ۔ حجت تمام کرتے تھے ——— حضرت استاد! آپ تاریخ کی کتابوں کو پڑھیئے تاکہ حق کو باطل سے مشتبہ نہ کیجیئے اور خاصان خدا کو بلاوجہ متہم نہ کیجیئے!

یہاں پر ایک دوسرا استاد بولا ——— یہ استاد شاید علم تاریخ میں تخصص رکھتا ہے ——— آپ نے جو کچھ بھی فرمایا صحیح ہے ۔ معاذاللہ بھلا حضرت علیؑ خلافت کی طمع کرتے یا اس کے لئے بے گناہوں کا قتل کرتے ۔ بڑے افسوس کی بات

---

[1] ابن کثیر جلد ۸ ص ۱۳۱ ، مقاتل الطالبین ص ۷۰ ، ابن ابی الحدید جلد ۴ ص ۱۶

ہے کہ مسلمان اب تک امام علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں شک کرتے ہیں ۔ اس کے برخلاف نصاریٰ ان کی بڑی تعظیم کرتے ہیں ابھی آخر آخر میں میں نے ایک کتاب (علی وصوت العدالۃ الانسانیۃ) پڑھی جس کا مولف نصرانی تھا جس میں اس نے عجیب باتیں کہی ہیں اور جو شخص بھی اس کتاب کو پڑھے گا حضرت علیؑ کی قدر وقیمت کا اندازہ لگا سکے گا،

اتنے میں اس دوسرے استاد کی بات کاٹتے ہوئے تیسرا شخص بولا: آپ نے ابتداہی میں یہ بات کیوں نہ کہی تھی؟ اس نے کہا: واقعہ یہ ہے کہ میں برادر تیجانی کے بارےمیں سنا کرتا تھا لیکن ان کو پہچانتا نہیں تھا اس لئے میں چاہتا تھا کہ ان کا جواب سنوں اور دیکھوں ان کی معلومات کیسی ہیں؟ الحمد للہ تیجانی صاحب نے دلیلوں کے ذریعہ ہمکو مغلوب کردیا دوسری بات یہ ہے کہ میرا عقیدہ ہے کہ پہلے استاد حضرت علیؑ کی حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں صرف ابوبکر وعمر کی حمایت میں حضرت علیؑ کو انھوں نے برا بھلا کہدیا ۔ گویا یہ ردعمل تھا جس کا انھوں نے اظہار کیا ۔ پہلے استاد نے اس استاد کی بات کو بہت پسند کیا کیونکہ اس دوسرے استاد نے اسکو اس بھنور سے نکال دیا تھا جس میں اس نے اپنے کو حاضرین کے سامنے پھنسا دیا تھا اس طرح حق غالب آیا ۔ ویسے اس شخص کیلئے بہتر یہ تھا کہ وہ صحابہ کی طرف سے دفاع کرتا نہ کہ حقائق کو ملیامیٹ کرتا ۔ (اپنی بات جاری رکھتے ہوئے دوسرے استاد نے کہا) البتہ میں جو کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ خلفاء کا اسلام ومسلمانوں پر بڑا فضل وکرم ہے انھوں نے جو کچھ کیا ہو بہرحال وہ لوگ بھی انسان تھے کسی نے ان کیلئے عصمت کا دعویٰ نہیں کیا ہے ۔ ہمارا فریضہ ہے کہ ہم ان کی اچھائیوں کا ذکر کریں اور اچھائیاں بہت ہیں ۔ مگر یہ شیعہ حضرات امام علیؑ کی محبت میں افراط سے کام لیتے ہیں اور دوسرے خلفاء کا سرے سے انکار کرتے ہیں ۔

جناب تیجانی ــــــــ بولے : برائے کرم مجھے اپنی ردتو مکمل کر لینے دیجئے کیونکہ بہت سے امور توضیح طلب ہیں جن کی وضاحت ضروری ہے تاکہ حاضرین میں سے کسی کے دل میں کوئی شبہ باقی نہ رہ جائے۔ ہمارے محترم استاد کا یہ کہنا کہ خلفاء نے اپنی پوری زندگی نشر اسلام اور فتوحات میں صرف کر دی اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو میں مسلمان نہ ہوتا ! تو اس کا جواب بھی سن لیجئے۔

اولاً اگر ان فتوحات سے خوشنودئ خدا اور اسلام کی عزت و سربلندی مقصود تھی تو خدا ان کو اس کا ثواب دے لیکن اگر یہ فتوحات اپنی انانیت کو سکون دینے، مالِ غنیمت، اموال اور عورتوں کو کنیز بنانے کیلئے تھیں تو اس پر نہ اجر ہے اور نہ ثواب ! اب سنیئے، تاریخ کا بیان ہے، جب عثمان کی مخالفت حد سے بڑھ گئی اور لوگوں نے علی الاعلان ان کی برائیوں کا ذکر شروع کر دیا تو انھوں نے مروان بن حکم اور معاویہ سے مشورہ کیا کہ آخر اس ہنگامہ کو کیونکر ختم کیا جائے تو دونوں نے کہا : افریقہ فتح کرنے کے لئے لشکر بھیجدیا جائے یہ لوگ جنگ میں مشغول ہو کر یہ سب کچھ بھول جائیں گے ہر ایک کا خیال اپنے گھوڑے کے زخم کے بارے میں ہوگا اور انکی پیٹھ پر جوں رینگتی ہوگی [1]

چنانچہ عثمان نے عبداللہ ابن ابی سرح کی سرکردگی میں افریقہ فتح کرنے کیلئے لشکر روانہ کر دیا اور جب افریقہ فتح ہو گیا تو اس کا پورا خراج عبداللہ ابن ابی سرح کو دے دیا کیونکہ یہ عبداللہ حضرت عثمان کا دودھ شریک بھائی تھا۔ اور یہ عبداللہ وہی شخص ہے جو ایمان لانے کے بعد کافر و مرتد ہو گیا تھا اور رسولؐ خدا نے اس کا خون مباح کر دیا تھا اور جب

---

[1] تاریخ طبری خلافت عثمان، تاریخ ابن اثیر خلافت عثمان۔

اور جب رسولخداؐ فتح مکہ کیلئے روانہ ہوئے تو اپنے اصحاب کو وصیت کردی تھی کہ عبداللہ کو جہاں دیکھو وہیں قتل کردو چاہے وہ کعبہ کے غلاف سے بھی لپٹا ہوا ہو۔ لیکن حضرت عثمان نے اسکو چھپا رکھا تھا جب مکہ فتح ہوگیا تو عثمان اسکو لیکر رسولخدا کے پاس آئے اور اس کی شفاعت کی۔

رسولخداؐ خاموش رہے کچھ نہیں بولے انتظار کرتے رہے جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں سے کسی نے اس کو قتل نہیں کردیا اس پر عمر بولے: اے خدا کے رسولؐ آپ نے مجھے آنکھوں سے اشارہ کیوں نہ کردیا؟ تو حضرت نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء ہیں ہمارے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ آنکھوں سے اشارہ کریں ؎

یہ فتح افریقہ کے اسباب تھے اور ایسے شخص کے ہاتھ پر افریقہ مسلمان ہوا اور اسی کے راستہ سے یہیں مسلمان ہوا۔ یہ تو ہوئی پہلی بات!

ثانیاً کس نے یہ کہا کہ اگر سقیفہ و انقلاب نہ ہوتا اور حضرت علیؑ سے خلافت چھینی نہ گئی ہوتی تو اسلامی فتوحات اس سے کہیں زیادہ نہ ہوتیں اور اس بہتر و مفید نہ ہوتیں اور اسلام آج پوری دنیا میں نہ پھیلا ہوتا؟ اس کے علاوہ دیکھئے انڈونیشیا کو تو خلفاء نے فتح نہیں کیا تھا بلکہ تاجروں کی آمد و رفت اور ان کی دلیلوں نے انڈونیشیا کو مسلمان بنایا اور آج مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد انڈونیشیا میں ہے، بلکہ انڈونیشیا اس اسپین سے کہیں افضل ہے جس کو ان لوگوں نے فتح کیا تھا اور آج پورے اسپین میں مسلمانوں کی تعداد کم ہے بلکہ اسپین مسلمانوں کا مخالف ہے ——— آپ حضرات کی اجازت سے ایک قصہ نقل کرنا چاہتا ہوں!۔

؎ تاریخ طبری و ابن کثیر و ابن اثیر ذکر مکہ، استیعاب حالات عبداللہ ابن ابی سرح۔

ایک بادشاہ اپنے سفر حج پر روانہ ہونے سے پہلے اپنے وزیر کو قائم مقام بنا کر حج کے لئے روانہ ہوا، اس زمانہ میں حج کیلئے سال بھر لگتا تھا، بادشاہ کے روانہ ہونے کے بعد اسکے حاشیہ نشینوں میں سے بعضوں نے سازش کر کے وزیر کو قتل کر دیا اور اپنے میں سے ایک کو قائم مقام بنا دیا اس دوسرے شخص نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے، راستوں کو اچھا بنایا۔ مساجد تعمیر کیں، حمام بنوائے۔ بعض سرکش قبیلوں کو زیر کیا مملکت کا دائرہ پہلے سے زیادہ وسیع ہو گیا لیکن جب سال بھر کے بعد بادشاہ واپس آیا اور اپنے معین کردہ شخص کے قتل کو سنا تو بہت غضبناک ہوا اور حکم دیدیا کہ جو لوگ اس سازش میں رہے ہوں سب کو قتل کر دیا جائے۔ یہ سن کر ایک شخص آگے بڑھ کر بولا: اے بادشاہ ہم نے جو اہم امور انجام دیئے ہیں جو بڑی بڑی خدمتیں کی ہیں کیا یہ چیزیں ہمارے عفو و بخشائش کیلئے کافی نہیں ہیں؟ بادشاہ نے غصہ سے کہا: اے خبیث دور ہو جا تم نے میرے بنائے ہوئے خلیفہ کو قتل کر کے براہ راست میری مخالفت کی ہے تم نے میرے احترام کو ختم کیا ہے رہی یہ بات کہ تم سب نے مل کر جو خدمات انجام دی ہیں تو وہ شخص تنہا اس کا دوگنا انجام دے سکتا تھا!

اس قصہ کو سن کر سب لوگ ہنسنے لگے اور بولے: ہم نے آپ کا مطلب سمجھ لیا۔

میں نے کہا اب آخری فقرے کی طرف آیئے یعنی استاد نے جو یہ کہا کہ: علیؑ نے آتے ہی ہنگامہ کر دیا اور سب گڑبڑ کر دیا تو جناب ہم سب مانتے ہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ امور تو عثمان کے زمانہ ہی میں اسی وقت سے خراب ہو چکے تھے جب انھوں نے اپنے فاسق رشتہ داروں کو مسلمانوں کی گردنوں پر حاکم بنانا شروع کیا تھا حالانکہ اصحاب میں اس وقت بہت ہی اچھے قسم کے لوگ تھے مگر ان اچھوں کے ساتھ عثمان نے یہ کیا کہ بعضوں کی پٹائی[۱]

---

[۱] جیسے عمار بن یاسر کو اتنا مارا گیا کہ وہ مرض فتق میں مبتلا ہو گئے بچارے مہینوں اس کا علاج کراتے رہے۔

کرادی بعضوں کو ملک بدر کر دیا [۱] بعضوں کی ہڈی پسلی تڑوادی [۲] اور اسی وقت سے اسلام کا تنزل شروع ہو گیا کیونکہ تمام مسلمانوں کو بنی امیہ کا غلام سمجھا جانے لگا تھا۔

اے استاد آپ آخر لوگوں کو اور اپنے شاگردوں کو حقائق سے کیوں نہیں آگاہ کرتے تاکہ ان کی عقلیں منور ہوں اور صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں ـــــ حضرت علیؑ کو جب خلافت ملی ہے تو لوگ یا تو ناکثین کے زمرے میں تھے یا مارقین کی فہرست میں تھے یا قاسطین کے گروہ میں تھے جو باقی تھے وہ منافق تھے۔ حضرت علیؑ کے ساتھ اسلام حقیقی پر بہت کم لوگ تھے جنھوں نے حضرت علیؑ کی بیعت اسی طرح کی تھی جسطرح رسولِ خدا کی حضرت علیؑ نے بڑی کوشش کی کہ پہلے والوں نے جو خرابیاں پیدا کر دی ہیں ان کی اصلاح کریں، آخر اسی کوشش میں آپ کی شہادت بھی ہو گئی۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے امام حسنؑ کو معاویہ نے زہر کے ذریعہ شہید کرادیا اور امام حسنؑ بھی اسلام کے بھینٹ چڑھ گئے اور اس کے بعد امام حسینؑ ان کے اصحاب ان کی اولاد سب ہی اصلاح کی نذر ہو گئے۔ ائمہ اہل بیت میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جسکو قتل نہ کیا گیا ہو یا زہر نہ دیا گیا ہو یہ سب کے سب امت جد کی اصلاح کی خاطر اسلام کی بھینٹ چڑھ گئے۔

میں یہاں پر اسی مناسبت سے ایک لطیفہ نقل کرنا چاہتا ہوں جس سے آپ کو

---

[۱] جیسے ابوذر کیونکہ انھوں نے زر اندوزی طبقہ کی مخالفت کی تھی جسکی وجہ سے ان کو ملک بدر کر دیا گیا تھا اسی عالم تنہائی میں آپ کا انتقال ہوا۔ [۲] جیسے عبداللہ ابن مسعود کو اتنا پٹوایا کہ پسلی کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور بیچارے کی خطا یہ تھی کہ انھوں نے منافق کو مال مسلمین دینے کی مخالفت کی تھی ـــــ جن لوگوں نے عثمان کے خلاف بغاوت کو لکھا ہے انھوں نے ان تینوں چیزوں کو بھی تحریر کیا ہے

حضرت علیؑ کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو جائے گا۔ ایک شخص نے حضرت علیؑ سے آکر ایک سوال کیا وہ یہ ہے۔

شخص :- اے امیرالمومنین میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں ؟

علیؑ :- جو تیرا جی چاہے پوچھ۔۔

شخص :- آخر ابوبکر و عمر کے امور سب ٹھیک ٹھاک تھے لیکن آپ کے امور بدنظمی کے شکار کیوں ہو گئے ؟

علیؑ :- ابوبکر و عمر ہم جیسے لوگوں پر حکومت کرتے تھے لہذا ان کے امور ٹھیک رہے اور میں تم جیسے لوگوں پر حکومت کرتا ہوں اس لئے میرے امور بدنظمی کے شکار ہو گئے۔

یہ ایک ایسے معلم کا شافی و وافی جواب ہے جس کا مثل رسولؐ خدا کے بعد تاریخ نے نہیں دیکھا حاضرین نے اس روایت کو بہت پسند کیا اور کہنے لگے کیوں نہ ہو حضرت علیؑ باب مدینۃ العلم تھے۔ اس کے بعد میں نے اپنی بات یہ کہہ کر ختم کر دی کہ : استاد کا یہ کہنا کہ میں خلفاء ثلاثہ کی توہین کرتا ہوں اور ان کی عدالت کو مشکوک بناتا ہوں ۔ تو یہ صرف ایسا الزام واتہام ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ میں نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ وہی ہے جسکو بخاری و مسلم نے بھی کہا ہے۔ اور اہل سنت کے مورخین نے کہا ہے اگر یہ باتیں موجب توہین ہیں اور ان لوگوں کی عدالت کو مشکوک بنانا ہے تو آپ لوگ بخاری و مسلم و مورخین کی ملامت کریں میری ملامت نہ کریں ۔

ہاں آپ کو یہ حق ہے کہ مجھ سے اہل سنت کے موثق و معتبر حوالہ کا مطالبہ کریں ۔ آپ لوگوں کو میرے اوپر الزام لگانے کا اس وقت تک کوئی حق نہیں ہے جب تک حوالوں کو تلاش کر کے میرا جھوٹ نہ ثابت کر دیں ۔ اس پر سبھوں نے

کہا اس قسم کے مباحث میں یہی ہونا چاہیئے۔ آپ نے سچ کہا ہے،
پھر سب نے استاد سے کہا مجھ سے معافی مانگیں چنانچہ انھوں نے معافی
مانگی۔

- اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ -

ولایتِ حضرت علیؑ پر دیگر شواہد

معلوم یہ ہوتا ہے کہ پروردگار عالم نے ولایت حضرت علیؑ کو مسلمانوں کے امتحان کا معیار بنایا ہے ۔ جتنے بھی اختلافات ہوئے سب ولایت کی وجہ سے ہوئے چونکہ پروردگار عالم اپنے بندوں پر مہربان ہے ۔ گذشتہ نسلوں کی سزا بعد میں آنے والوں کو نہیں دینا چاہتا، اس لئے اس واقعہ (ولایت علیؑ) کے ساتھ دیگر ایسے واقعات جڑے ہوئے ہیں جو معجزات سے کم نہیں ہیں ۔ اور یہ صرف اس لئے کہ لوگ آمادہ ہو جائیں ۔ موجودہ لوگ ان واقعات کو لکھیں اور بعد والے اس سے عبرت حاصل کریں ہو سکتا ہے کہ بحث وفحص سے وہ راہ حق تک پہنچ جائیں ۔

پہلا شاہد :- اس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو ولایت حضرت علیؑ کی تکذیب کر کے عذاب الہٰی میں گرفتار ہوئے ۔ واقعہ اس طرح ہے : جب غدیر خم کی خبر مشہور ہوئی، اور حضرت علیؑ کو خلیفۃ المسلمین بنانے کی خبر عام ہوئی ۔ اور رسولؐ کا یہ جملہ "موجودہ حضرات اس مجمع میں نہ شریک ہونیوالوں کو مطلع کردیں" زبان زد خاص و عام ہو گیا تو یہ خبر ۔ حارث بن نعمان فہری تک بھی پہنچی مگر اسکو یہ بات پسند نہیں آئی [1]

---

[1] اس کی دلیل یہ ہے کہ مدینہ سے باہر رہنے والے بدو حضرت علیؑ سے بغض رکھتے تھے جسطرح وہ خود آنحضرت سے بھی محبت نہیں کرتے تھے اس لئے آپ دیکھینگے کہ یہ بدو سلام وکلام کے بغیر پہنچتے بولا : اے محمدؐ سچ ہے جو خدا نے فرمایا ہے الاعراب کفراً او نفاقاً و اجدر الا یعلموا حدود ما انزل اللہ علی رسولہ ۔

وہ رسولخداؐ کے پاس آیا اور ناقہ کو مسجد رسولؐ کے سامنے بٹھا کر آنحضرتؐ کے پاس پہنچتے ہی بولا: اے محمدؐ تم نے ہمکو حکم دیا کہ ہم اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ کہیں ہم نے یہ بات مان لی۔ پھر تم نے ہمکو دن رات میں پانچ نمازوں کے پڑھنے اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا، حج کرنے اور اموال کی زکوٰۃ کا حکم دیا ہم نے یہ بھی تسلیم کر لیا، اس کے بعد بھی تم راضی نہیں ہوئے اور تم نے اپنے بھائی کو بلند کیا اور تمام لوگوں پر فضیلت دی اور کہا: مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ! یہ بات خدا کی طرف سے ہے یا تم نے اپنی طرف سے کہا ہے؟

یہ سن کر آنحضرتؐ نے تین مرتبہ فرمایا، اور آپ کی آنکھیں (غصہ سے) سرخ ہوگئیں تھیں: اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی اللہ نہیں ہے یہ خدا کی طرف سے ہے میری طرف سے نہیں ہے۔ حارث یہ سن کر وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور بولا: خدایا محمدؐ جو کہہ رہے ہیں اگر یہ حق ہے تو میرے اوپر آسمان سے پتھر برسا یا ہم کو عذاب الیم میں مبتلا کر۔ راوی کہتا ہے خدا کی قسم ابھی وہ اپنے ناقہ تک نہیں پہنچا تھا کہ آسمان سے اس کی کھوپڑی پر ایک پتھر گرا اور اس کی ماتحت سے نیچے نکل گیا اور وہ وہیں پر ہلاک ہوگیا اور خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔: سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ (پ ۲۹ س (المعارج) آیت (۱) و (۲))

ایک مانگنے والے نے کافروں کے لئے ہو کر رہنے والے عذاب کو مانگا جس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

اس واقعہ کو علماء اہل سنت کے جمع غفیر نے لکھا ہے علاوہ ان لوگوں کے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اگر کوئی مزید حوالہ چاہتا ہے تو علامہ امینی کی "الغدیر" پڑھے

دوسرا شاھد:- ان لوگوں سے متعلق ہے جنھوں نے واقعہ غدیر کی گواہی کو چھپایا تھا اور حضرت علیؑ کی بد دعا ان کو لگی اس کا قصہ یہ ہے: حضرت علیؑ نے اپنے زمانۂ خلافت میں رحبہ کے مقام پر ایک عظیم مجمع سے خطاب فرمایا اور اس میں منبر سے فرمایا: میں ہر اس مسلمان کو خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے رسولخداؐ کو غدیر خم میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہو" من کنت مولاہ فعلی مولاہ " وہ کھڑا ہو جائے اور جو کچھ سنا ہے اس کی گواہی دے لیکن وہی شخص گواہی دے جس نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہو اور دونوں کانوں سے سنا ہو! چنانچہ تیس صحابی کھڑے ہوئے جن میں ۱۲ بدری تھے اور انھوں نے کہا: رسولخداؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میں مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ اولویت رکھتا ہوں؟ سب نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں، اس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ ..... الحدیث۔

لیکن بعض وہ صحابہ جو غدیر میں موجود تھے اور آپؑ سے بغض و حسد رکھتے تھے وہ لوگ گواہی کے لئے نہیں کھڑے ہوئے ان میں انس بن مالک تھے۔ حضرت علی منبر سے اتر کر انس کے پاس آئے اور فرمایا: اے انس تم کو کیا ہو گیا ہے کہ اصحاب رسولؐ کیساتھ تم بھی وہ گواہی کیوں نہیں دیتے (جس کو تم نے سنا ہے) جیسا کہ یہ لوگ گواہی دے رہے ہیں! انس نے کہا یا امیر المومنین میرا سن زیادہ ہو چکا ہے اور میں بھول گیا ہوں۔ اس پر حضرت علیؑ نے کہا اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو خدا تم کو ایسی سفیدی (برص) میں مبتلا کر دے جس کو عمامہ بھی نہ چھپا سکے انس اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہ تھے کہ پورے چہرے پر برص (سفید داغ) ہو گیا۔ اس کے بعد انس رو رو کر کہا کرتے

تھے عبد صالح کی بد دعا کا بیں شکار ہو گیا کیونکہ بیں گواہی چھپائی تھی ۔

یہ واقعہ بہت مشہور ہے ابن قتیبہ نے اپنی کتاب کے صا۲۵ پر اس واقعہ کو تحریر کرتے ہوئے انس کو مبروص لکھا ہے ۔ احمد بن حنبل نے اپنی مسند کے جلد(۱) صا۱۱۹ پر اس کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں : سب نے گواہی دی صرف تین آدمیوں نے گواہی نہیں دی اور ان تینوں کو حضرت علیؑ کی بد دعا لگی ۔

میں یہاں پر ان تینوں آدمیوں کے نام بلاذری کی کتاب انساب الاشراف جلد (۱) و (۲) صا۱۵۲ کے حوالہ سے تحریر کرتا ہوں ۔ بلاذری نے پہلے تو حضرت علیؑ کی قسم دلانے کا ذکر کیا ہے اس کے بعد کہا ہے : ممبر کے نیچے انس بن مالک، البراء بن عازب، جریر بن عبداللہ البجلی، تھے حضرت علیؑ نے اپنی بات کو دہرایا لیکن ان تینوں میں سے کسی ایک نے بھی جب جواب نہیں دیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا : پروردگارا جو شخص بھی اس واقعہ کو جانتے ہوئے جھٹلائے اس کو دنیا سے اس وقت تک نہ اٹھانا جب تک کہ اس میں ایک ایسی علامت نہ پیدا کر دے جس کے ذریعہ سے وہ پہچانا جائے !

بلاذری کہتے ہیں کہ پس انس بن مالک تو مبروص ہو گئے ۔ البراء بن عازب اندھے ہو گئے ۔ جریر ہجرت کے بعد اعرابی ہو گئے اور شرات آ گئے وہاں اپنی ماں کے گھر میں ہلاک ہو گئے ۔

اس واقعہ کی شہرت کی وجہ سے بہت سے مورخین[۱] نے بھی اس کا ذکر

---

[۱] تاریخ دمشق ابن عساکر جلد ۲ صا۷ ، و جلد ۲ صا۱۵ ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید تحقیق محمد ابو الفضل جلد ۱۹ صا۲۱۷ ، عبقات الانوار جلد ۲ صا۳۰۹ ، مناقب علیؑ لابن المغازلی الشافعی صا۲۳ ، سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صا۳۳۷ ۔

کیا ہے لہذا صاحبان عقل عبرت حاصل کرو! اس واقعہ کو حضرت علیؑ نے چوتھائی صدی کے بعد جبکہ لوگ اس کو بھول گئے تھے پھر یاد دلایا اس سے حضرت علیؑ کی عظمت، صفائے نفس، علوِ ہمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ حالانکہ آپ نے ضرورت سے زیادہ صبر کیا اور ضرورت پڑنے پر صرف اسلام و مسلمانوں کی خاطر ابوبکر، عمر، عثمان کو مفید مشورے بھی دیئے۔ اور یہ سب اس وقت کیا جب واقعہ غدیر بجمع معنی الکلمۃ آپ کے دل میں تھا' زندگی کے ہر لمحہ میں یہ چیز آپ کے دل کو کچوکے دے رہی ہوگی۔ اسی لئے جیسے ہی آپ کو موقع ملا آپ نے لوگوں کے سامنے اس واقعہ کو گواہوں کے ذریعہ دہروا دیا ہر محقق اس واقعہ[۲] سے حقیقت کا اندازہ لگا سکتا ہے اور حضرت علیؑ کی عظمت کا اندازہ کر سکتا ہے! آپ ملاحظہ فرمائیے اس مبارک واقعہ کا ذکر حضرت علیؑ نے کتنے دلنشین انداز میں کر دیا اور تمام مسلمانوں پر حجت قائم کر دی خواہ وہ واقعہ غدیر میں رہے ہوں یا نہ رہے ہوں، آپ سوچئے اگر حضرت علیؑ فرماتے: لوگو رسولؐ خدا نے غدیر خم میں میری خلافت پر لوگوں سے بیعت کرائی تھی تو اس کا اثر لوگوں پر زیادہ نہ ہوتا (بلکہ) لوگ یہ کہتے کہ پھر آپ نے اتنی مدت تک کیوں سکوت اختیار کیا؟ لیکن جب عنوان بدل کر فرمایا: میں ہر مسلمان کو قسم دیتا ہوں کہ جس نے رسولؐ خدا کو غدیر میں مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ الخ فرماتے ہوئے سنا ہو وہ کھڑا ہو کر گواہی دے! تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حدیث رسولؐ تیس صحابیوں کی زبان سے نقل ہو گئی جن میں ۱۲ / بدری تھے اس طرح شک کرنے والوں اور جھٹلانے والوں اور ان احتجاج کرنے والوں کا منہ بند کر دیا جو کہا کرتے

---

[۲] یعنی مقام رحبہ میں حضرت علیؑ کا قسم دلانا اور لوگوں کا گواہی دینا۔

تھے آخر حضرت علیؑ نے اتنی مدت تک کیوں خاموشی اختیار کی؟ کیونکہ حضرت علیؑ کے ساتھ یہ تیس صحابی بھی تو خاموش تھے اور یہ لوگ بڑے عظیم المرتبت تھے، ان سب کی خاموشی اس بات کی دلیل ہے کہ حالات بہت ہی خطرناک تھے اور خاموش رہنے ہی میں اسلام کی مصلحت پوشیدہ تھی۔

شوریٰ پر حاشیہ

ہم نے پہلے ہی ذکر کر دیا ہے کہ شیعوں کے نزدیک خلافت خدا کے اختیار میں ہوتی ہے وہ جس کے لئے بھی اپنے رسولؐ پر وحی نازل کر دے ۔ رسول بھی اسی کو خلیفہ بنانے پر مجبور ہے ۔ اور یہ قول اسلام کے تمام احکام و تشریعات کے فلسفہ پر پورا اترتا ہے کیونکہ خدا ہی جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے خلافت کیلئے، اسی کو اختیار کرتا ہے اس میں لوگوں کا کوئی عمل دخل نہیں ہے [۱] نیز چونکہ ارادہ الٰہی یہی تھا کہ امت محمدؐ چونکہ سب سے بہتر امت ہے اس لئے اس کا قائد و رہبر بھی ایک حکیم، رشید، عالم، قوی، شجاع، متقی، زاہد، بڑے پکے درجہ کا مومن ہو اور اس کا علم خدا کے علاوہ کسی کو نہیں ہو سکتا اس لئے ضروری ہے کہ خدا ہی اسکو نامزد کرے ارشاد خداوندی ہے :

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰی مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ۝

(پ ۱۷ / س ۲۲ / (الحج) آیت ۷۵)

خدا ہی فرشتوں میں سے بعض کو اپنے احکام پہنچانے کے لئے منتخب کرتا ہے (اسی طرح) آدمیوں میں سے بھی وہی منتخب کرتا ہے، بیشک خدا سب کی سنتا اور دیکھتا ہے ۔

جس طرح خدا انبیاء منتخب کرتا ہے اسی طرح اوصیا بھی منتخب کرتا ہے، آنحضرتؐ کا ارشاد ہے : ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور میرے وصی علی ابن ابی طالب ہیں [۲]

---

[۱] یخلق مایشاء و یختار ما کان لھم الخیرۃ ۔ س قصص آیت ۶۸ /

[۲] تاریخ ابن عساکر جلد ۳ ص۵، مناقب خوارزمی ص۴۲، ینابیع المودۃ ص۷۹

اور دوسری حدیث میں ہے: میں خاتم الانبیاء ہوں اور علیؑ خاتم الاوصیاء ہیں ۔[۱]

اس بنیاد پر شیعہ خود بھی آرام سے ہیں اور دوسروں کو بھی آرام پہنچایا ہے انھوں نے پورا معاملہ خدا ورسولؐ کے سپرد کر دیا جس کو خدا و رسولؐ معین کر دیں ہم اس کو مان لیں گے اسی لئے ان میں نہ کسی نے خلافت کا دعویٰ کیا نہ اس کی طمع کی نہ نص کے ذریعے اور نہ ہی اختیار کے ذریعہ ۔ اس لئے کہ پہلی بات تو یہی ہے نص کے بعد شوریٰ اور اختیار کی گنجائش ہی نہیں رہتی ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ رسولؐخدا کی طرف سے چند معین ومحدود اشخاص[۲] کے ناموں کیساتھ نص وارد ہوئی ہے لہٰذا اس میں کسی دوسرے کی گنجائش ہی نہیں ہے اور اگر کوئی زبردستی کرے تو وہ فاسق ہے اور دین سے خارج ہے ۔

لیکن اہل سنت والجماعت کے یہاں خلیفہ اختیار وشوریٰ سے معین ہوتا ہے" اس لئے سب کی ڈفلی اور سب کا راگ الگ ہوتا ہے" اور اس طرح ان لوگوں نے ایک ایسا دروازہ کھول دیا ہے جس کو امت کا کوئی فرد بند ہی نہیں کر سکتا اور ہر قریب وبعید آدمی اس کے حصول کی کوشش میں لگ جاتا ہے ، ہر کھوٹا کھرا اس کے چکر میں پڑ جاتا ہے ۔ اسی لئے یہ خلافت قریش سے نکل کر غلاموں تک پہنچی ، فارسیوں تک پہنچی ، ملکوں ملکوں پہنچی ، مغلوں اور ترکوں تک پہنچ گئی ۔ ایک عرب شاعر اسلامی خلافت کے بارے میں کہتا ہے

هَزَلَتْ حَتّىٰ بَانَ مِنَ الْهِزَالِ
كُلَاهَا وَحَتّىٰ اِسْتَامَهَا كُلَّ مُفْلِسٍ

---

[۱] ینابیع المودۃ جلد ۲ ص ۳ منقول از دیلمی ، مناقب خوارزمی ، ذخائر العقبیٰ ۔

[۲] بخاری ومسلم نے فقط تعداد لکھی ہے اور ینابیع المودۃ میں عدد کے ساتھ ساتھ نام بھی مذکور ہیں

اسلامی خلافت لاغر و کمزور ہو گئی یہانتک کہ اس کے گردے کمزوری کی وجہ سے دکھائی دینے لگے (اور اتنی کم قیمت ہو گئی کہ) ہر مفلس وقلاس اس کا معاملہ کرنے پر تیار ہو گیا۔

اور اسی وجہ سے خلیفہ کیلئے جو شروط رکھے گئے تھے جو میعار تھا وہ سب ملیا میٹ ہو گیا اور خلافت بدبودار ہو گئی کیونکہ انسان بہرحال انسان ہوتا ہے اس میں جذبات بھی ہوتے ہیں خواہشات بھی ہوتی ہیں، حب ذات بھی ہوتی ہے اس لئے وہ تخت خلافت پر پہنچتے ہی چولا بدل لیتا ہے۔ اور پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے، تاریخ اسلامی شاہد ہے، آپ خلفاء کی فہرست دیکھئے مسلمانوں پر ایسے لوگ بھی حاکم ہوئے ہیں جو سب سے زیادہ فاسق سب سے زیادہ فاسد، بے غیرت، بے حیا، بے دین، بدخلق تھے

میں سوچ رہا ہوں کہیں میرے بعض محترم قاری حضرات اسکو مبالغہ پر نہ محمول کریں، اس لئے ان سے میری صرف اتنی سی خواہش ہے کہ وہ اموی اور عباسی خلفاءُ کی تاریخ پڑھ لیں تو ان کو خود معلوم ہو جائیگا جو امیرالمومنین تھا وہ کھلم کھلا شراب پیتا تھا، بندروں سے کھیلتا تھا، بندروں کو سونے کا لباس پہنا تھا۔ امیرالمومنین کی کنیز امیرالمومنین کا لباس پہن کر مسلمانوں کو نماز پڑھا دیتی تھی۔ ایک امیرالمومنین کی کنیز جس کا نام "حبابة" تھا اس کے آتے ہی امیرالمومنین پاگل ہو گئے عقل جاتی رہی۔ انتہا یہ ہے کہ امیرالمومنین ایک شاعر کے کلام پر طرب میں آجاتا تھا تو شاعر کے عضو تناسل کو بوسہ دیتا تھا۔ ایسے لوگ جو مسلمانوں پر حکومت کرتے تھے وہ "ملک عضوض" نمایندے تھے۔ خلافت کے اہل ہی نہیں تھے، اور خود اہل سنت حضرت رسولؐ کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں: میرے بعد خلافت تو تیس سال رہے گی اس کے بعد "ملک عضوض" ہو گا۔ اسی لئے عرض کیا کہ یہ خلافت کے نمائندے نہیں تھے۔

مثال کے طور پر خلفائے راشدین کے تیسرے صاحب جنکو اہل سنت حضرت علیؑ سے افضل سمجھتے ہیں اور جن کو "ذوالنورین" کا لقب دے رکھا ہے جن سے ملائکہ رحمان شرماتے ہیں ان کے ناشائستہ افعال و حرکات کی بنا پر کتنا زبردست ہنگامہ ہوا تھا۔ مسلمانوں نے ان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا تھا کیونکہ مسلمانوں نے ان کے خون کو مباح قرار دیدیا تھا، بغیر غسل و کفن کے ان کو یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔ جب جنازہ لیکر چلے تو۔ لوگوں نے سنگ باری کی۔ جو شخص بھی تاریخ کی کتابوں کو پڑھے گا وہ خلیفۃ المسلمین کے، ان افعال قبیحہ کی وجہ سے شرم سے پانی پانی ہو جائیگا جن کا ارتکاب عوام الناس بھی نہیں کرتے ۔

بہرحال یہ ہمارا موضوع بحث نہیں ہے جن صاحب کو شوق ہو وہ "تاریخ طبری" "تاریخ ابن اثیر" "تاریخ ابی الفداء" اور ابن قتیبہ وغیرہ پڑھیں ان کو خود ہی معلوم ہو جائیگا، میں تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اختیار و شوریٰ کے نظریہ میں کتنی خرابیاں ہیں ۔ دراصل یہ نظریہ بنیادی طور ہی سے غلط ہے کیونکہ ہم آج جس کو منتخب کر رہے ہیں کل اس کے مخالف بھی ہو سکتے ہیں اور ہم پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ہم نے ان کو منتخب کر کے غلطی کی ہے جیسا کہ خود عبدالرحمان بن عوف کے ساتھ یہی ہوا تھا کہ انھوں نے عثمان کو خلیفہ بنایا اور بعد میں اس پر نادم و پشیمان ہوئے یہاں تک کہ عثمان سے مرتے دم تک گفتگو نہیں کی ۔ لیکن امت کو کنویں میں ڈھکیل دینے کے بعد پشیمانی کا کیا فائدہ ؟

اور جب ـــــ صف اوّل کے جلیل القدر صحابی عثمان نے عبدالرحمان سے کئے ہوئے وعدوں کو پورا نہیں کیا اور جب ـــــ صف اول کے صحابی عبدالرحمان بن عوف نے انتخاب میں غلطی کی ـــــ تو پھر بھلا کون عقلمند ہے جو اس جنجالی ۔

نظریہ کو قبول کرے گا؟ کیونکہ اس انتخاب کا نتیجہ اضطراب، خون ریزی، انتشار کے علاوہ کیا ہوا؟ اور جب بقول حضرت عمر ابو بکر کی بیعت بے سوچے سمجھے کر لی گئی تھی جس کے شر سے خدا نے مسلمانوں کو بچا لیا۔ اور بکثرت صحابہ نے اس کی مخالفت کی ـــــ اور جب علی الاعلان صحابہ نے حضرت علیؑ کی بیعت کی اور بعضوں نے بیعت توڑ دی اور جنگ جمل، جنگ صفین، جنگ نہروان کا معرکہ بر پا کر دیا گیا ہزاروں بے گناہوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا ـــــ تو اس نظریہ کو عاقل کیونکر قبول کرے گا؟ جبکہ یہ نظریہ تجربہ کے بعد ناکام ہو چکا اور مسلمانوں کیلئے وبال جان بن گیا تو اس کو کون مانے گا؟

خصوصًا جب اس کے ساتھ یہ بھی ہو کہ جو لوگ شوریٰ کے قائل ہیں جو خلیفہ تو منتخب کر سکتے ہیں مگر اس کو بدل نہیں سکتے اور نہ معزول کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا کہ عثمان کو معزول کر دیا جائے مگر مسلمانوں نے یہ کہکر: جس قمیص خلافت کو خدا نے مجھے پہنایا ہے میں اس کو ہرگز نہ اتاروں گا! لوگوں کو ٹھینگا دکھا دیا۔

اس نظریہ سے ہماری نفرت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب ہم آج کل کے ترقی یافتہ مغربی ملکوں میں اس کا حشر دیکھتے ہیں جو رئیس جمہور منتخب کرنے میں جمہوریت کا ڈنکا بجاتے ہیں۔ چناؤ کے وقت آپ نے دیکھا ہوگا پارٹیاں ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے لگتی ہیں۔ سودا بازی ہونے لگتی ہے، ہر قیمت پر ریاست جمہور کی تمنا دلمیں کروٹیں بدلنے لگتی ہے۔ اس کام کے لئے کروڑوں ڈالر خرچ کر دیئے جاتے ہیں، ہر ممکن طریقہ سے پروپگنڈہ کیا جاتا ہے اور غریبوں کی گاڑھی کمائی کا پیسہ ان کی سیاسی شعبدہ بازی کے نذر ہو جاتا ہے ـــــ

اور اس تمام ٹر بونگ کے بعد جب کوئی اپنی چال بازیوں سے متفق علیہ قاعدہ

سے تخت حکومت پر پہنچ جاتا ،، متفق علیہ قاعدہ سے مراد کثرت رای ہے کیونکہ جھگڑا دور کرنے کے لئے صرف یہی ایک حل ان کے پاس ہے ،، تو سب سے پہلے وہ اپنے دوستوں، مددگاروں قرابتداروں پارٹی والوں کو وزارتوں اور ذمہ داری والی پوسٹوں پر مقرر کر دیتا ہے . اور دوسرے لوگ اس کی ریاست کے زمانہ تک اسی کے خلاف ہلڑ ہنگامہ کرتے رہتے ہیں جس کو اتفاق رای سے چناتھا اس کے راستہ میں کانٹے بونے لگتے ہیں اس کے لئے نئی نئی مشکلیں، پیدا کرنے لگتے ہیں، اس کو ذلیل و رسوا کرنے کی ترکیبیں کرنے لگتے ہیں ،اس کو کرسی صدارت سے ہٹانے کیلئے تن من، دھن کی بازی لگا دیتے ہیں ۔ اور ان تمام باتوں سے ہاری ہوئی، پارٹی کا کتنا نقصان ہوتا ہے یہ آپ خود بھی جانتے ہیں ۔ کتنی ہی انسانی اقدار کو پامال کر دیا جاتا ہے اور حریت و جمہوریت کے نام پر، دلفریب نعروں اور چمکدار پوسٹروں کے ذریعہ کتنی شیطانیاں کی جاتی ہیں لواط (لونڈے بازی) کو قانونی حیثیت دی جاتی ہے شادی کے بدلے زنا کو ترقی کی علامت سمجھا جاتا ہے اور یہ سب کس کے طفیل میں ہوتا ہے ؟ شوریٰ جمہوریت ، انتخاب کے نام پر ۔

اسی لئے شیعوں کے معقول و آسان نظریہ کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے اور اسی لئے شیعوں نے امامت و خلافت کو اصول دین میں داخل کر دیا ہے کیونکہ یہی وہ واحد طریقہ ہے جس سے معاشرہ و فرد دونوں صحیح زندگی بسر کر سکتے ہیں ۔

شیعوں کا یہ قول : یہ منصب خدائی ہے ! بہت ہی معقول و صحیح ہے عقل تسلیم کرتی ہے ضمیر کو راحت نصیب ہوتی ہے قرآن و حدیث سے اس قول کی تائید بھی ہوتی ہے ۔ طامعین و ناکثین و منافقین کو دم مارنے کی گنجائش نہیں رہتی سلاطین و حکام، ظالموں جابروں کی ناک رگڑ دی جاتی ہے کتنا اچھا ارشاد خداوندی ہے : فریقاً ھدیٰ و فریقاً حق

عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ● (پ ۸ / س ۷ / (اعراف) آیت ۳۰)

اسی نے ایک فریق کی ہدایت کی اور ایک گروہ (کے سر) پر گمراہی سوار ہو گئی ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا سرپرست بنا لیا اور (پھر بھی) وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں۔

قضا و قدر
اہلسنت کی نظر میں

میری گذشتہ زندگی میں سب سے زیادہ الجھی ہوئی پہیلی مسئلہ قضا و قدر تھی۔ میرے پاس اس کی کوئی ایسی شافی و کافی توجیہ نہیں تھی جس سے میرا دل مطمئن ہو جاتا اور میری فکر کو سکون مل جاتا۔ مدرسہ اہل سنت میں جو کچھ میں نے پڑھا تھا یہ تھا کہ انسان اپنے افعال میں مجبور محض ہے؛ پروردگار عالم بطن مادر میں دو ملک بھیجتا ہے جو بچہ کی موت، رزق، افعال کو لکھ دیتے ہیں اور اسی کے مطابق وہ شقی ہوتا ہے یا سعید [1] اس سے میں متحیر رہا کرتا تھا! یہ مسئلہ کبھی میری سمجھ میں نہیں آیا۔

میں ہمیشہ اپنے اس عقیدے اور عقل و ضمیر کے اس فیصلہ میں کہ خدا عادل ہے اپنی مخلوقات پر ظلم نہیں کرتا ایک مستقل نزاع محسوس کرتا تھا کہ آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا اپنے بندوں کو افعال میں مجبور بنا کر ان پر عذاب کرے۔

میں اور میری طرح دوسرے نوجوان مسلمان اسی فکری تناقض میں مبتلا رہتے تھے کہ خدا قوی و جبار ہے لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ ٥ (پ ۱۷ س ۲۱ (انبیا)، آیت ۲۳) خدا جو کچھ کرتا ہے اس کی پوچھ گچھ نہیں ہو سکتی (ہاں) لوگوں سے (ان کے افعال کے بارے میں) باز پرس ہوگی۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ [1] ہے ـــــ یعنی جو چاہے کر سکتا ہے

---

[1] پ ۳۰ س ۸۵ (البروج) آیت ۱۶

ـــــ اس نے مخلوق کو پیدا کر کے دو قسموں میں تقسیم کر دیا ایک کو جنتی بنا دیا دوسرے کو جہنمی، وہ خدا رحمٰن و رحیم بھی ہے ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا (پ ۵ ر س ۴ النسا، آیت ۴۰) تمہارا خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا (پ ۲۴ / س ۴۱ (حٰم السجدہ) آیت ۴۶) خدا لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں (پ ۱۱ / س ۱۰ (یونس) آیت ۴۴) اسکے علاوہ ماں اپنے بچہ پر جتنا مہربان ہوتی ہے خدا اس سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے [1]

ایکطرف تو قرآن کی آیتیں یہ کہتی ہیں دوسری طرف عقیدہ کہتا ہے کہ خدا بندوں کو مجبور کرتا ہے پھر ان کو جہنم میں ڈال دیتا ہے آخر یہ ظلم نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟ کیا ظلم اس کے علاوہ بھی کچھ اور ہے؟

بسا اوقات تو آیات قرآنی کی تلاوت کرتے وقت بھی مجھے یہ تناقض معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ بعض آیتوں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ بندے اپنے افعال میں مختار ہیں یہی تنہا اپنے افعال کے ذمہ دار ہیں مثلاً ارشاد ہوتا ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (پ ۳۰ س ۹۹ (الزلزال) آیت ۷، ۸) جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسکو دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہے وہ اس کو دیکھے گا اور کبھی یہ بات سمجھ میں آتی تھی کہ انسان مجبور محض ہے اس کے پاس کوئی حول و طاقت نہیں ہے وہ نہ نفع و ضرر کا مالک ہے نہ رزق کا مثلاً وَمَا تَشَاۤءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَاۤءَ اللّٰهُ ۝ (پ ۲۹، س ۷۶ (الدھر) آیت ۳۰)

---

[1] صحیح بخاری جلد ۷ ص ۷۵

تم تو درکنار درکنار، کچھ چاہ بھی نہیں سکتے جب تک خدا نہ چاہے یا مثلاً فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ

(پ ۲۲ / س ۳۵ (الفاطر) آیت ۸)

خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے ان آیتوں سے پتہ چلتا ہے خدا ہی سب کچھ کرتا ہے بندے تو مجبور محض ہیں۔

جی ہاں صرف میں ہی نہیں اکثر مسلمان ان ہی فکری تناقضات میں مبتلا ہیں ۔ اور یہی وجہ ہے جب آپ علماء اور شیوخ سے "قضاو قدر" کے بارے میں سوال کریں تو وہ کوئی ایسا جواب نہیں دے پاتے جس سے اپنے کو مطمئن کر سکیں پھر جائیکہ دوسروں کو۔ چنانچہ وہ جواباً فرما دیتے ہیں : اس موضوع پر غور و فکر کرنا ضروری نہیں ہے اور بعض تو ایسے موضوعات پر غور و فکر کو حرام قرار دیتے ہیں ، وہ کہتے ہیں: مسلمان کا فریضہ صرف اتنا ہے کہ وہ قضاو قدر پر ایمان رکھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ تمام خیر و شر خدا کی طرف سے ہے

اور اگر کوئی مخالف ان علماء سے پوچھے یہ کیونکر ممکن ہے کہ خدا اپنے بندے کو جرم کرنے پر مجبور کرے اور پھر اس کو جہنم میں ڈال دے ؟ تو یہ لوگ فوراً حکم لگا دیتے ہیں: یہ تو کافر ہو گیا ہے زندیق ہو گیا ہے، دین سے خارج ہو گیا ہے وغیرہ وغیرہ (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) عقول منجمد ہو گئیں اور لوگوں کا عقیدہ ہو گیا شادی، بیاہ تو جبری چیز ہے ۔ طلاق قسمت کی بات ہے بلکہ زنا بھی مجبوری ہے حکم خدا ہی یہی تھا اللہ کی مرضی ہی یہی تھی کہ زنا ہو ۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے ہر عورت کی شرمگاہ پر اس کے شوہر کا نام لکھا ہے اسی طرح شراب خواری، نفس محترمہ کا قتل بلکہ کھانا پینا تک جبری ہے آپ صرف وہی چیز کھا سکتے ہیں جسکو کاتب تقدیر نے تحریر کر دیا ہے ۔

میں نے ایکمرتبہ ان تمام چیزوں کو پیش کر کے ایک عالم دین سے عرض کیا:

قرآن ان عقائد کی تکذیب کرتا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ حدیث قرآن کے مخالف ہو۔ آپ چند آیتوں کو ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ (جن عورتوں کو تم پسند کرو ان سے شادی کر سکتے ہو اس کا مطلب ہے کہ شادی کرنے میں انسان کو اختیار ہے وہ مجبور نہیں ہے'

(۲) اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ۝

(پ ۲ ر س ۲ (البقرہ) آیت ۲۲۹)

طلاق (رجعی جس کے بعد رجوع کیا جا سکتا ہے) دو ہی مرتبہ ہے اس کے بعد یا تو شریعت کے مطابق روک ہی لے یا پھر حسن سلوک سے بالکل ہی رخصت کر دے۔ اس آیت میں کھلے طور سے طلاق دینے والے کو مختار بنایا گیا ہے۔

(۳) وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝ (پ ۱۵ س ۱۴ (بنی اسرائیل) آیت ۳۲)

زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی کا کام ہے اور بہت برا چلن ہے۔ اس آیت سے بھی بندے کا مختار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۴) اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝

(پ ۷ ر س ۵ (المائدہ) آیت ۹۱)

شیطان کی تو بس یہی تمنا ہے کہ شراب اور جوئے کی بدولت تم میں باہم عداوت و دشمنی ڈلوا دے اور خدا کی یاد اور نماز سے باز رکھے تو کیا تم اس سے باز آنے والے ہو؟ یہ ممانعت بھی اختیار ہی کے معنی میں ہے۔

(۵) وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ ... اِلَّا بِالْحَقِّ ۝ (پ ۸ س ۶ (انعام) آیت ۱۵۱

کسی جاندار کو جس کے قتل کو خدا نے حرام قرار دیا ہے اسکو قتل نہ کرنا مگر کسی (حق کے عوض میں قتل کر سکتے ہو

(۶) وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا اَلِيْمًا ٥ (پ ۵ رس ۱۴ (نساء) آیت ۹۳)

اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کی سزا دوزخ ہے اور وہ ہمیشہ اس میں رہے گا اس پر خدا نے اپنا غضب ڈھایا ہے اور اس پر لعنت کی ہے اور بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے ـــــ یہ آیت بھی قتل میں اختیار پر دلالت کرتی ہے۔ خاصکر کھانے پینے کی چیزوں میں حد بندی کر کے ہمکو اختیار عطا کیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

(۷) وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ٥ (پ ۸ س ۱ اعراف آیت ۳۱)

کھاؤ پیو (بس) فضول خرچی نہ کرو کیونکہ خدا فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ـــــ اس آیت سے بھی بندوں کا مختار ہونا ثابت ہوتا ہے ـــــ لهذا مولانا صاحب آپ فرمائیے جب یہ قرآنی دلیلیں اختیار پر دلالت کرتی ہیں تو آپ حضرات بندوں کو انکے افعال میں مجبور کیوں کہتے ہیں ؟

مولانا :ـــ نے جواب دیا : اس کائنات کے اندر صرف خدا کا تصرف ہے اس لئے کہ قرآن کہتا ہے : قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥ (پ ۳ رس ۱۱ (آلِ عمران) آیت ۲۶)

(اے رسول) تم یہ کہا کرو اے وہ خدا جو تمام عالم کا مالک ہے تو ہی جس کو چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور

جسے چاہے ذلت دے ہر طرح کی بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے بے شک تو ہی ہر چیز پر قادر ہے ـــــ اس سے ثابت ہوا کہ خدا کے علاوہ کسی بندے کو اختیار نہیں ہے

میں :ـــ دیکھئے مشیت الٰہی کے بارے میں ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اگر وہ کسی چیز کو کرنا چاہے تو انسانوں، جنات اور تمام مخلوقات مل کر بھی اس کو روک نہیں سکتے ۔ ہمارا اختلاف بندوں کے افعال کے بارے میں ہے کہ بندوں کے تمام افعال خود بندوں کی طرف سے ہوتے ہیں یا بندوں کے تمام افعال خدا کی طرف سے ہوتے ہیں ؟

مولانا :ـــ بھائی چھوڑو تمھارا دین تمکو مبارک ہو ۔ ہمارا دین ہم کو ! یہ کہہ کر مولانا نے بحث کا دروازہ ہی بند کر دیا

اکثر اوقات ہمارے علماء کی ایسی ہی دلیلیں ہوتی ہیں جس پر وہ لوگ قانع رہتے ہیں اسمیں کسی بھی قسم کی تغییر کو پسند ہی نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک ہر قسم کی تغییر بدعت ہے ۔

مجھے یاد ہے کہ دو دن کے بعد میں پھر انھیں مولانا کے پاس گیا اور ان سے عرض کیا : جب آپ کا اعتقاد یہ ہے کہ خدا ہی بندوں سے تمام افعال کراتا ہے بندے تو از خود کچھ بھی نہیں کر سکتے تو پھر خلافت کے بارےمیں بھی یہی قول کیوں اختیار نہیں کرتے ؟ دیہ کیوں کہتے ہیں کہ خلیفہ کا معین کرنا بندوں کا کام ہے خدا کا نہیں؟ حالانکہ خدا کا اعلان ہے خدا جو چاہے پیدا کرتا ہے اور جسکو چاہے منتخب کرتا ہے بندوں کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے ۔

مولانا :ـــ ہاں ہم بھی یہی کہتے ہیں کیونکہ خدا ہی نے ابوبکر کو پھر عمر کو پھر عثمان کو

پھر علیؑ کو منتخب کیا اگر خدا چاہتا کہ علیؑ پہلے خلیفہ ہوں تو جن و انس مل کر بھی اس کو روک نہیں سکتے تھے۔

میں :- مولانا اب آپ پھنس گئے! ————————

مولانا :- کیسے پھنس گیا؟ ————————

میں :- یا تو آپ یہ کہیئے کہ خدا نے چاروں خلیفہ کو منتخب کر کے یہ کام لوگوں کے لئے چھوڑ دیا کہ جس کو چاہے منتخب کر لیں اور یا پھر یہ کہیئے کہ خدا نے لوگوں کو کوئی اختیار دیا ہی نہیں خود خدا نے رسولؐ اسلام کی وفات کے بعد سے قیامت تک کے تمام خلفاء کو منتخب کیا ہے۔

مولانا :- میں دوسری بات کا قائل ہوں اس لئے کہ خدا ہی کے ہاتھ میں عزت و ذلت و مال و ملک ہے۔

میں :- اس کا مطلب یہ ہوا کہ بادشاہوں اور امراء کے ہاتھوں جتنے بھی جرائم کا ارتکاب ہوا جتنے بھی انحرافات ہوئے جتنی بھی بدعتیں اور گمراہیاں پھیلیں یہ سب خدا کی طرف سے ہوئیں کیونکہ اسی نے ان لوگوں کو مسلمانوں کی گردنوں پر حاکم بنایا ہے

مولانا :- ہاں ہاں بالکل یہی ہے اسی لئے بعض صالحین نے اس آیت کو اس طرح پڑھا ہے : وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً اَمَّرْنَا فيها (پ ۱۵ س بنی اسرائیل آیت ۱۶)

یعنی جب ہم کسی دیہات کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ہم وہاں کے مالداروں کو امیر بنا دیتے ہیں۔

میں :- میں نے تعجب سے کہا اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابن ملجم کے ہاتھوں حضرت علیؑ کا قتل اور امام حسینؑ کا قتل خدا کی مرضی و ارادہ سے ہوا ہے۔

مولانا :۔ بالکل یہی بات ہے کیا آپ نے رسولؐ اکرم کا قول امام علیؑ کے لئے نہیں سنا : آخرین میں سب سے شقی شخص اے علیؑ تمھارے اس جگہ پر ضرب لگائے گا جس سے یہ بھیگ جائے گی (حضرت علیؑ کے سر اور ڈاڑھی کی طرف اشارہ کیا) اس طرح سیدنا الحسینؑ کے قتل کا علم رسو لخدا کو پہلے سے تھا اور آپ نے جناب ام سلمہ کو بتادیا تھا جس طرح رسولؐ اکرم کو یہ علم تھا کہ سیدنا الحسنؑ مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں میں صلح کرادیں گے یہ ساری چیزیں ازل ہی میں لکھ دی گئیں تھیں ۔ انسان کے لئے اس سے کوئی جائے فرار ہی نہیں ہے جو قسمت میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ لیجئے جناب اب تو آپ خود ہی پھنس گئے ؟

میں :۔ تھوڑی دیر خاموش رہا اور مولانا اپنے جواب پر نازاں تھے اور یہ خیال کررہے تھے کہ میں جیت گیا ۔ اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ مولانا کو کیسے مطمئن کروں کہ خدا کا عالم ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس نے مجبور کردیا ہے (مثلاً ڈاکٹر کو اگر علم ہے کہ فلاں شخص مرجائے گا تو ڈاکٹر کا علم موت کی علت نہیں ہے اور نہ ڈاکٹر نے اس کو مرنے پر مجبور کیا ہے کہ اب اسے مرے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے **مترجم**)

میں چونکہ پہلے سے جانتا تھا کہ ان کی عقل میں یہ بات نہیں آئے گی اس لئے دوبارہ سوال کیا : پھر تو تمام روساء اور ملوک قدیم ہوں یا جدید اور جو لوگ اسلام و مسلمانوں سے جنگ کرتے رہتے ہیں ان سب کو خدا ہی نے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے ؟

مولانا :۔ ہاں اس میں کیا شک ہے ؟

میں :۔ ٹیونس ، الجزائر ، المغرب پر فرانسیسی استعمار کو بھی خدا ہی نے مسلط کیا ہے ؟

مولانا :۔ ہاں اور کیا۔ اور جب وقت معلوم آئیگا تو فرانس ان اطراف سے چلا جائے گا

میں :۔ سبحان اللہ ! پھر آپ اہل سنت کے اس عقیدہ کا کیوں دفاع کرتے ہیں

کہ رسولِ خدا کا انتقال ہو گیا اور آپ نے اپنی زندگی میں کسی کو معین نہیں کیا بلکہ خلافت کو مسلمانوں کی شوریٰ پر چھوڑ دیا جس کو چاہیں خلیفہ بنالیں؟

مولانا:۔ ہاں درست ہے اور میں اسی عقیدہ پر ہوں اور ان شاء اللہ اسی عقیدے پر باقی رہوں گا۔

میں:۔ پھر آپ ان دونوں قولوں کو کیسے جمع کریں گے؟ (۱) خدا نے ان خلفاء کو منتخب کیا ہے (۲) لوگوں نے شوریٰ سے منتخب کیا ہے؟۔

مولانا:۔ چونکہ مسلمانوں نے ابوبکر کو منتخب کیا لہٰذا خدا نے یہی منتخب کیا ہے (کیونکہ بندوں کا ہر فعل خدا کا ہوتا ہے)۔

میں:۔ کیا خدا نے سقیفہ میں وحی بھیجی تھی کہ وہ خلیفہ منتخب کر لیں؟

مولانا:۔ استغفر اللہ محمدؐ کے بعد کوئی وحی نہیں آئی جبکہ شیعہ کہتے ہیں۔

میں:۔ شیعوں اور ان کی خرافات کو جانے دیجئے۔ ہمکو تو آپ اپنی دلیلوں سے مطمئن کر دیں کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ خدا نے ابوبکر کو منتخب کر لیا ہے؟۔

مولانا:۔ اگر خدا اس کے خلاف چاہتا تو مسلمان درکنار پوری دنیا اس کے خلاف نہیں چاہ سکتی تھی۔

میں مولانا کی گفتگو سے اس نظریہ پر پہنچا کہ یہ حضرات فکر نہیں کرتے اور نہ قرآن کو غور سے پڑھتے ہیں ان کی نظر میں کوئی بھی علمی یا فلسفی نظریہ صحیح نہیں ہے۔

اس پر مجھے ایک دوسرا واقعہ یاد آگیا۔ ایک مرتبہ میں اپنے ایک دوست کے ساتھ ایک باغیچہ میں ٹہل رہا تھا جس میں کھجوروں کے بہت درخت تھے اور میں "قضا و قدر" کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ اتفاق سے میرے سر پر ایک پکا پھل گرا جو پھسل کر گھاس میں چلا گیا۔ میں نے اس کو اٹھا کر اپنے منہ میں کھانے کے لئے رکھا ہی تھا میرے دوست

نے تعجب سے کہا: تم وہی چیز کھا سکتے ہو جس کو خدا نے تمھاری تقدیر میں لکھ دیا ہے دیکھو یہ پھل تمھارے ہی نام کا تھا لہذا تم اس کو کھا رہے ہو!

میں:۔ اگر تمھارا یہ عقیدہ ہے کہ یہ پھل میری قسمت میں لکھا تھا تو میں اس کو نہیں کھاؤنگا یہ کہکر میں نے اس کو پھینک دیا۔

دوست:۔ سبحان اللہ! اگر کوئی چیز تمھاری قسمت میں نہیں ہے تو خدا اس کو تمھارے منہ سے نکال پھینکے گا۔

میں:۔ اچھا تو میں اس کو کھاتا ہوں یہ کہکر میں نے اسکو پھر اٹھالیا۔ میں اس پر ثابت کرنا چاہتا تھا کہ مجھے اس کے کھانے یا نہ کھانے کا اختیار ہے میں کسی ایکطرف (کھانے یا نہ کھانے) پر مجبور نہیں ہوں۔ آخر کار میں نے اس کو چبایا اور نگل لیا۔ اور میرا دوست مجھے دیکھتا رہا جب میں کھا چکا تو اس نے کہا:

دوست خدا کی قسم یہ تمھاری قسمت میں لکھا تھا تم اس کے کھانے پر مجبور تھے۔ اس طرح گویا میرا دوست مجھ پر غالب آگیا کیونکہ اب میرے لئے ممکن نہیں تھا کہ اسکو پیٹ سے نکال لوں۔

اب آپ سمجھے کہ "قضاو قدر" کے بارے میں اہل سنت کا کیا عقیدہ ہے؟ یا یہ کہیے کہ جب میں سنی تھا تو میرا بھی یہی عقیدہ تھا جس کا فطری تقاضا تھا کہ میں ان تناقضات کے بھنور میں پھنسکر پریشان فکر کی حالت میں زندگی بسر کرتا رہوں اور یہ بھی طبعی بات تھی کہ ہم جمود دائم میں مبتلا رہ کر یہ انتظار کرتے رہیں کہ خدا ہم میں کب تغیر پیدا کردے۔ ہم اپنی ذمہ داریوں سے فرار کر کے اپنی ساری ذمہ داری خدا کے اوپر ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ کسی زانی، قاتل، چور بلکہ کسی بھی اس مجرم سے کہیں جس نے ایک چھوٹی بچی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا ہو کہ تم نے یہ کیا کیا؟ تو وہ فوراً جواب دے گا اسمیں میری کیا خطا ہے؟

اللہ غالب ہے اس نے میرے مقدر میں یہی لکھا تھا! کیا کہنا اس خدا کا جو انسان کو زندہ بیٹی دفن کرنے کا حکم دیکر قیامت میں اس سے پوچھے یہ لڑکی کیوں زندہ درگور کی گئی؟ یقیناً خدا ان چیزوں سے مبرا ہے یہ خدا پر صریحی بہتان ہے۔

اسی طرح یہ بھی فطری بات ہے کہ مغرب والے ہمارا مذاق اڑائیں اور ہماری بے عقلی پر ہنسیں بلکہ ہمارا نام دھریں اور کہیں یہ تو عربوں کی قسمت ہے۔ اسمیں کسی کا کوئی قصور نہیں ہے اور اسطرح ہمکو بے وقوف اور پچھڑا ہوا سمجھیں۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے ـــــ اور ہر محقق اس کو جان لے گا ـــــ کہ یہ عقیدہ اموی حکومت کا پیدا کردہ ہے اموی حکومت ہمیشہ اس بات کا پروپیگنڈہ کرتی رہی تھی کہ خداوندعالم ہی نے بنی امیہ کو ملک عطا کیا ہے اسی نے ان کو لوگوں کی گردنوں پر حاکم بنایا ہے اس لئے تمام لوگوں پر واجب ہے کہ ان کی اطاعت کریں ان سے سرکشی نہ کریں کیونکہ جو ان کی اطاعت کریگا وہی خدا کا مطیع ہو گا اور جو ان کی مخالفت کریگا وہ خدا سے سرکشی کریگا لہذا اس کا قتل کر دینا واجب ہے۔ ہم اپنی اس بات پر اسلامی تاریخ سے بہت سے شواہد پیش کر سکتے ہیں مثلاً:

(۱) جب حضرت عثمان بن عفان سے مطالبہ کیا گیا کہ آپ خلافت کو چھوڑ دیں تو انھوں نے کہا: یہ نہیں ہو سکتا جس قمیص خلافت کو خدا نے مجھے پہنایا ہے میں اسکو نہیں اتار سکتا[۱] پس عثمان کی نظر میں خلافت ایسا لباس تھی جسکو خدا نے ان کو پہنایا تھا لہذا لوگوں میں سے کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کو اتار دے یہ حق صرف اسی کو ہے جس نے پہنایا ہو

---

[۱] تاریخ طبری حصار عثمان اور تاریخ ابن الاثیر۔

یعنی خدا موت دے دے

(۲) معاویہ نے کہا: (کوفہ والو) میں نے تم سے اس لئے جنگ نہیں کی ہے کہ تم روزے رکھو زکوٰۃ دو۔ بلکہ میں نے تم سے اس لئے جنگ کی ہے کہ تم پر حکومت کروں اور خدا نے مجھے یہ حکومت دیدی چاہے تمکو ناپسند ہی ہو۔

یہ شخص عثمان سے بھی بڑھ گیا کیونکہ یہ خدا پر الزام لگا رہا ہے کہ خدا نے مسلمانوں کے قتل پر میری مدد کی ہے تاکہ میں ان پر حکومت کروں۔ معاویہ کا یہ خطبہ بہت مشہور رہا ہے۔ [1]

(۳) جب معاویہ نے اپنے بیٹے یزیدؑ کو لوگوں کی مرضی کے برخلاف ولی عہد بنایا ہے تو اس نے دعویٰ کیا کہ خدا نے میرے بیٹے یزیدؑ کو خلیفہ بنایا ہے۔ جیسا کہ مورخین نے لکھا ہے جب معاویہ نے یزید کی بیعت کے لئے ہر شہر میں لکھا تو اس وقت مدینہ کا گورنر مروان بن الحکم تھا اس کو بھی لکھا کہ خدا نے میری زبان سے یزیدؑ کی بیعت کا ذکر کرایا ہے [2]

(۴) یہی بات فاسق ابن زیادؑ نے بھی کہی! جب امام زین العابدین کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب دیا گیا علی ابن الحسینؑ! اس نے کہا: کیا خدا نے علی ابن الحسین کو قتل نہیں کیا؟ تو جناب زینبؑ نے فرمایا: میرے بھائی کو خدا نے نہیں بلکہ خدا اور رسولؐ کے دشمنوں نے قتل کیا ہے تب ابن زیاد نے جناب زینبؑ سے (پھر) کہا: تم نے دیکھا خدا نے تمہارے خاندان والوں کے ساتھ کیا کیا؟ جناب زینبؑ نے فرمایا: میں نے خدا سے جمیل ہی دیکھا ہے یہ وہ لوگ تھے جنکے

---

[1] مقاتل الطالبین ص۷۰، ابن کثیر جلد ۸ ص ۱۳۱، ابن ابی الحدید جلد ۴ ص ۱۶ ملاحظہ ہو۔

[2] الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱، ص ۱۵۱ (شام میں معاویۃ نے یزیدؑ کی بیعت کرائی)

لئے خدا نے قتل لکھا تھا لہذا یہ اپنی آرام گاہوں کی طرف آ گئے۔ عنقریب خدا ان کو اور تجھکو اکٹھا کریگا تب وہاں حجت و دلیل پیش کرنا اور وہاں پتہ چلیگا کہ کس کو کامیابی نصیب ہوئی۔ اے ابن مرجانہ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے! ؎

اس طرح بنی امیہ اور ان کے دوستوں کے ذریعہ رفتہ رفتہ یہ عقیدہ سوائے شیعیان اہل بیت کے تمام امت مسلمہ میں پھیل گیا۔

• • •

؎ مقاتل الطالبین .... مقتل الحسین علیہ السلام

قضاء و قدر

شیعوں کے نظر میں

میں نے جب شیعہ علماء[1] کو پہچانا اور ان کی کتابیں پڑھیں تو قضاؤ قدر کے بارے میں جدید انکشاف ہوا۔ اس مسئلہ کو حضرت علیؑ نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس وقت بیان فرمایا ہے جب ایک شخص نے آپ سے قضاؤ قدر کے بارے میں پوچھا تھا حضرت علیؑ نے فرمایا: تجھ پر وائے ہو شاید تو نے لازمی قضا اور حتمی قدر کے بارے میں گمان کیا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ثواب و عقاب سب باطل ہو جاتا اور وعدہ وعید سب ختم ہو جاتا خداوند عالم نے اپنے بندوں کو اختیار دیتے ہوئے حکم دیا ہے اور ڈراتے ہوئے نہی کی ہے، ان کو تھوڑی سی تکلیف دی ہے ناممکن چیزوں کی تکلیف نہیں دی۔ تھوڑے سے (عمل) پر زیادہ (ثواب) دیا ہے۔ خدا کی معصیت نہ مغلوب ہو کر کی جاتی ہے نہ مجبور ہو کر اطاعت کی جاتی ہے۔ خدا نے انبیاء کو بلا وجہ نہیں بھیجا اور نہ بندوں کیلئے کتاب کو عبث نازل کیا ہے اور نہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو باطل پیدا کیا ہے یہ تو ان لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہیں۔ بس کافروں کے لئے ویل ہو۔

آپ دیکھئے یہ کتنا واضح بیان ہے۔ اس موضوع پر میں نے اس سے زیادہ بلیغ کلام

---

[1] جیسے شہید باقر الصدرؒ جنھوں نے اس موضوع پر مجھے بہت کچھ بتایا اور جیسے السید خوئی، علامہ محمد علی طباطبائی السید الحکیم وغیرہ۔ شرح نہج البلاغہ شیخ عبدہ جلد ۴ صفحہ ۶۱۳

نہیں بڑھا اور نہ اس سے زیادہ حقیقت پر دلالت کرنیوالا برھان دیکھا ہے۔ پس مسلمان کو اس بات پر مطمئن ہو جانا چاہیے کہ اس کے تمام اعمال اس کے ارادہ و اختیار سے سرزد ہوتے ہیں۔ کیونکہ خداوند عالم نے ہمکو حکم تو دیا ہے لیکن اختیار کی آزادی بھی دی ہے اور حضرت علیؑ کے اس قول ـــــ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ عِبَادَہٗ تَخْیِیْرًا ـــــ کا یہی مطلب ہے ۔ جیسا کہ خدا نے ہمکو منع کیا ہے اور مخالفت کے عذاب سے ڈرایا بھی ہے۔ پس حضرت علیؑ کے کلام کی دلالت اس بات پر ہے کہ انسان کو تصرف کی آزادی حاصل ہے اس کے امکان میں جہاں یہ ہے کہ اوامر ہی کی پابندی کرے اسی طرح یہ بھی اسکے امکان میں ہے کہ اوامر ہی کی مخالفت کرے ، اور جب مخالفت کریگا تو مستحق عقاب ہوگا نَھَاھُمْ تَحْذِیْرًا کا یہی مطلب ہے

حضرت علیؑ نے مسئلہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: "اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یُعْصَ مغلوبًا" اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر خدا اپنے بندوں کو اپنے اوامر پر مجبور کر دیتا تو بندوں کے بس کی بات نہیں تھی کہ اس کی مخالفت کر سکیں اس سے ثابت ہوا کہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بندوں کو ہے یعنی اطاعت کرنا یا نافرمانی کرنا بندوں کا فعل ہے اور قرآن کی اس آیت کا بھی یہی مطلب ہے : فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فالیکفر (پ ۱۵ س ۱۸ (کہف) آیت ۲۹)

جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے ۔

اس کے بعد حضرت علیؑ نے انسانی ضمیر کو آواز دی ہے تاکہ یہ بات وجدان کی گہرائیوں تک پہنچ جائے ۔ حضرتؑ نے ایک قطعی دلیل یہ پیش کی ہے کہ اگر انسان اپنے افعال میں مجبور ہوتا (جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے) تو انبیاء کو بھیجنا اور

آسمانی کتابوں کا نازل کرنا بیکار ہوتا ۔ ایک بے فائدہ کام ہوتا تعالیٰ اللہ عن ذالک کیونکہ بعثت رسل اور انزال کتب کا مقصد لوگوں کی اصلاح کرنا اور ان کو کفر کی تاریکی سے نکال کر ایمان کے اجالے میں لانا اور ان کے نفسانی امراض کا علاج کرنا تھا اور سعید زندگی بسر کرنے کے لئے صراط مستقیم دکھانا تھا چنانچہ قرآن کہتا ہے : اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (پ ۱۵ س ۱۷ (بنی اسرائیل) آیت ۹)

اسمیں شک نہیں کہ یہ قرآن اس راہ کی ہدایت کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھی ہے ـــــ اور آخر میں حضرت علی اپنے کلام کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں : جبر کا عقیدہ اور زمین و آسمان اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو باطل خیال کرنا دونوں ایک ہی بات ہے ۔ اور یہ کفر ہے جس پر خدا نے جہنم کی وعید کی ہے

قضاؤ قدر کے مسئلہ میں جب ہم نے شیعوں کے قول کی تحقیق و تفتیش کی تو پتہ چلا یہی عقیدہ صحیح ہے اس کے برخلاف جبر و تفویض کے دونوں قول افراط و تفریط کے شکار ہیں اسی لئے جب آئمہ اہل بیت عقیدے کی اصلاح کیلئے آئے تو دونوں کو اس طرح صحیح راستہ بتایا کہ : لَا جَبْرَ وَ لَا تَفْوِیْضَ بَلِ الْاَمْرُ بَیْنَ الْاَمْرَیْنِ[1]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس کی بہت ہی سادہ سی مثال پیش کی ہے جسکو ہر شخص اپنی عقل کے مطابق سمجھ سکتا ہے ۔ چنانچہ ایک شخص نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے پوچھا آپ کے اس قول : لَا جَبْرَ وَ لَا تَفْوِیْضَ وَ لٰکِنْ اَمْرٌ بَیْنَ اَمْرَیْنِ کا مطلب کیا ہے ؟ تو حضرتؑ نے

---

[1] عقائد الشیعہ بحث قضا و قدر ۔

فرمایا: تمھارا زمین پر چلنا اور زمین پر گرنا دونوں ایک بات نہیں ہے بلکہ دونوں میں فرق ہے [1] حضرتؑ کا مطلب یہ ہے کہ زمین پر چلنا ہمارا اختیاری فعل ہے لیکن زمین پر گرنا ہمارا غیر اختیاری فعل ہے۔ بھلا ہم میں سے کس کو یہ بات پسند ہوگی کہ وہ زمین پر گر پڑے جس سے اس کے بعض اعضا ٹوٹ جائیں؟ پس قضا و قدر "بین امرین" ہے ایک قسم ہمارے اختیار میں ہے اور اس کو ہم اپنے ارادہ و اختیار سے بجالاتے ہیں۔ اور دوسری قسم ہمارے ارادہ و اختیار سے باہر کی بات ہے۔ ہم سے پہلی قسم پر محاسبہ ہوگا دوسری قسم پر کوئی محاسبہ نہیں ہوگا۔

بس انسان بعض صورتوں میں مختار ہے اور بعض میں مجبور ہے

---

[1] جبر کا مطلب ہے کہ بندے مجبور محض ہیں کسی قسم کا ان کو اختیار نہیں ہے اور تفویض کا مطلب ہے بندے تمام چیزوں میں مختار ہیں خدا نے ہر کام ان کے سپرد کر دیا ہے یہ تفویض ہے امام ششم نے فرمایا دونوں غلط ہیں بلکہ بندے بعض امور میں مختار اور بعض امور میں مجبور ہیں اس کی تشریح امام نے اس طرح بھی فرمائی ہے کہ جن چیزوں پر انسان کی مدح یا مذمت نہ کی جا سکے اس میں بندے مجبور ہیں جیسے کالا ہونا، گورا ہونا، لمبا ہونا، پستہ ہونا وغیرہ اور جن افعال میں بندوں کی مذمت کی جا سکے اور مدح کی جا سکے اس میں مختار ہیں۔ جیسے نماز پڑھنی، روزہ رکھنا، احسان کرنا، برائی کرنا وغیرہ اسی لئے فرمایا نہ جبر ہے نہ تفویض بلکہ بعض چیزوں میں بندے مجبور ہیں اور بعض میں مختار ہیں۔

مترجم

(۱) جن امور کو انسان غور و فکر کے بعد کرتا ہے یعنی پہلے سوچتا ہے اس کو کروں یا نہ کروں ؟ اس کے بعد اسکو کرتا ہے یا نہیں کرتا ہے ان میں وہ مختار ہے اسی کا ذکر قرآن نے کیا ہے : وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰاهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ٥ (پ ۳۰ س ۹۱ والشمس) آیت ۷ تا ۱۰

اور جان کی اور جس نے اس کو درست کیا (اسکی قسم ہے) پھر اس کی بدکاری اور پرہیزگاری کو اسے سمجھا دیا جس نے اس نفس کو پاک کیا وہ تو کامیاب ہوا اور جس نے (گناہ کر کے) دبا دیا وہ نامراد رہا پس تزکیہ نفس اور عدم تزکیہ نفس ہر انسان کے اختیار کا نتیجہ ہے جیسے کامیابی و ناکامی اسی اختیار کا لازمی نتیجہ ہے ۔

(۲) جن امور کا ارتکاب انسان اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں کرتا بلکہ وہ امور مشیت الٰہی کے تابع ہوتے ہیں اور نوامیس کون کے تابع ہوتے ہیں جیسے انسان اپنے کو مذکر، مونث نہیں بنا سکتا، کالا گورا نہیں بنا سکتا، لمبا، پستہ نہیں بنا سکتا ان چیزوں میں انسان مجبور ہے ان چیزوں میں انسان متعدد عوامل کے زیر اثر ہوتا ہے (جیسے نسلی بیماری) یا فطرت کے قانون کے مطابق اپنے فائدے کیلئے کام کرتا ہے مثلاً تھکنے کے بعد سونا، آرام حاصل کر لینے کے بعد جاگنا، بھوک لگنے پر کھانا، پیاس لگنے پر پینا، خوشی کے وقت ہنسنا، غم کے وقت رونا، خود انسان کے جسم کے اندر ایسے کارخانے ہیں اور مشینیں ہیں۔ جو زندہ خلایا (خلیہ کی جمع) اور ہارمون پیدا کرتی ہیں نطفہ کو نخول کے قابل بناتی ہیں اور عین اسی عالم میں جسم کے توازن کو عجیب طور سے برقرار رکھتی ہیں۔ اور انسانی جسم اس بات سے غافل رہتا ہے کہ عنایت الٰہی زندگی کے ہر ہر لمحہ میں اس کا ہر طرف سے احاطہ کئے ہے لیکن مرنے کے بعد بھی عنایت الٰہی انسان کے شامل حال رہتی ہے چنانچہ قرآن کا ارشاد ہے :

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِ الْمَوْتٰى ٥ (پ ۲۹ س ۷۵ (القیامۃ) آیات ۳۶ تا ۴۰)

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ (ابتداءً) منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو رحم میں ڈالا جاتا ہے، پھر لوتھڑا ہوا پھر خدا نے اسے بنایا پھر اسے درست کیا، پھر اس کی دو قسمیں بنائیں (ایک) مرد (ایک) عورت تو کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ (قیامت میں) مردوں کو زندہ کر دے؟

بلکہ معبود تجھ ہی نے خلق کیا، درست کیا، تو نے ہی قدرت عطا کی پھر ہدایت بخشی، بار الہا تو ہی موت دیتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ تو بابرکت ہے اور بہت بلند ہے، ان لوگوں پر ویل و ہلاکت ہو جو تیری مخالفت کریں اور تجھ سے دور رہیں۔ اور جو حق قدر کرنے کا ہے اس طرح تیری قدر نہ کریں۔

میں اپنی اس بحث کو حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ جو ائمہ اہل بیت کی آٹھویں فرد ہیں ان کے کلام پر ختم کرتا ہوں۔ آپ کی عمر جب ۲۴ سال کی بھی نہیں تھی اسی وقت سے عہد مامون میں آپ کے علم کا شہرہ ہو گیا تھا اور آپ کو اعلم زمانہ مانا جاتا تھا ۔[1]

ایک شخص نے امام رضاؑ سے ان کے جد بزرگوار امام جعفر صادقؑ کے اس قول کا مطلب پوچھا: کہ لَا جَبْرَ وَ لَا تَفْوِیْضَ بَلْ اَمْرٌ بَیْنَ اَمْرَیْنِ - کا کیا مطلب ہے؟

---

[1] العقد الفرید لابن عبدربہ ج ۳ ص ۴۲ -

امام رضاؑ نے اس کے جواب میں فرمایا : جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ ہمارے تمام افعال دکے کرنے والے ہم نہیں ہیں بلکہ تمام افعال) کا کرنیوالا خدا ہے وہی ہم سے ہمارے افعال کرا کے ہم کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے وہ جبر کا قائل ہے ۔ اور جس شخص کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا نے خلق ، کرنے اور رزق دینے کا کام ائمہ کے سپرد کر دیا ہے وہ تفویض کا قائل ہے ۔ جبر کا عقیدہ رکھنے والا کافر اور تفویض کا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے ۔ اب رہا "اَمْرٌ بَیْنَ اَمْرَیْن" کا مطلب تو وہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کو برا کام کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دید یا ہے بندے چاہیں تو بُرا کام کریں نہ چاہیں تو نہ کریں ۔ اسی طرح اچھے کام کے کرنے نہ کرنے کا اختیار بندوں کو دید یا ہے ۔ ویسے اس نے اچھے کاموں کے کرنے اور برے کاموں کے نہ کرنے کا حکم دیا ہے ۔

خدا کی قسم یہ بیان ہر شخص کے سمجھ میں آنے والا ہے اور بہت ہی کافی وشافی بیان ہے ۔ رسولخداؐ نے ائمہ کے بارے میں جو فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے ۔ ارشاد رسولؐ ہے : ان سے آگے نہ بڑھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور ان سے پیچھے بھی نہ رہو ورنہ پھر بھی ہلاک ہو جاؤ گے ان کو تعلیم دینے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ یہ تم سے زیادہ اعلم ہیں ۔[۱]

---

[۱] صواعق محرقہ ص۱۴۸ ، مجمع الزوائد جلد ۹ ص۱۶۳ ، ینابیع المودۃ ص۴۱ ، در منثور جلد ۲ ص۶۰ ، کنز العمال جلد ۱ ص۱۶۸ اسد الغابہ جلد ۳ ص۱۳۷ ، عبقات الانوار جلد ۱ ص۱۸۴ ۔

قضاء وقدر کے ضمن میں

خلافت پر حاشیہ

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرات اہل سنت قضاؤ قدر حتمی کا عقیدہ رکھنے کے باوجود "یعنی اس بات کے قائل ہونے کے باوجود کہ خداوند عالم نے بندوں کو ان کے افعال میں مجبور بنایا ہے بندوں کو کسی بھی فعل کے کرنے یا نہ کرنے کا کسی بھی قسم کا اختیار نہیں ہے" خلافت کے بارے میں کہتے ہیں رسولِ خدا کا جب انتقال ہوا ہے تو آپ نے کسی کو خلیفہ معین نہیں کیا بلکہ خلافت کو مسلمانوں کے شوریٰ کے حوالہ کر دیا جس کو چاہیں خلیفہ بنا لیں۔ سوال یہ ہے کہ جب بندے تمام افعال میں مجبور ہیں تو انتخاب خلیفہ میں کہاں سے مختار ہو گئے **مترجم**

شیعہ اس کے بالکل برعکس کہتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ بندے اپنے افعال میں مختار ہیں جو چاہیں کریں جو چاہیں نہ کریں لیکن خلافت کے سلسلہ میں مجبور ہیں وہ خود کسی کا انتخاب نہیں کر سکتے بلکہ خدا جس کو معین کر دے اسی کو خلیفہ مان لینگے۔

بظاہر دونوں — شیعہ سنی — کے یہاں تناقض معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ حضرات اہل سنت جب یہ کہتے ہیں کہ بندے اپنے افعال میں مجبور محض ہیں تو یہ بات واقع ونفس الامر سے متناقض ہوتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک خدا مخیر فعل ہے (یعنی اصل اختیار اسی کو ہے) اور بندوں کو وہمی اختیار ہے کیونکہ سقیفہ میں

جس شخص نے ابوبکر کو منتخب کیا تھا وہ عمر تھے اس کے بعد بعض صحابہ تھے لیکن حقیقت میں ان لوگوں نے امر خدا کا نفاذ کیا تھا خدا نے ان کو اپنی مرضی کے مطابق انتخاب کیلئے ایک واسطہ قرار دیا تھا اصل کام اللہ کا تھا۔

لیکن شیعہ جب کہتے ہیں کہ بندے اپنے افعال میں مختار ہیں تو ان کا یہ عقیدہ ان کے اس عقیدہ سے کہ خلافت کا مسئلہ خدا کے اختیار میں ہے متناقض نہیں ہے کیونکہ خلافت بھی نبوت کی طرح بندوں کا فعل نہیں ہے اور نہ اس کو بندوں کے سپرد کیا گیا ہے جیسے خدا اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے نبی و رسول بناتا ہے اسی طرح جس کو چاہتا ہے خلیفہ بناتا ہے لوگوں کا فریضہ صرف اتنا ہے کہ خدا کے معین کردہ خلیفہ کی اطاعت کریں جیسا کہ انبیاء کے سلسلہ میں ہوتا آیا ہے۔ بس اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بندے اختیار الہی میں بھی مختار ہوں گے بایں معنی کہ جس کا جی چاہے خدا کے معین کردہ خلیفہ کو مانے اور جس کا جی نہ چاہے نہ مانے مومن اس کو تسلیم کرے گا اور کافر خدا کے منتخب نمایندہ کا انکار کرے گا۔ اسی لئے ارشاد ہے:

فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَىٰ ● (پ ۱۶ س ۲۰ طہ) آیت ۱۲۳)

جو شخص میری ہدایت پر چلیگا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ مصیبت میں پھنسے گا۔ اور جس شخص نے میری یاد سے منہ پھیرا تو اس کی زندگی بہت تنگی میں بسر ہوگی اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے وہ کہے گا الہی میں تو (دنیا میں) آنکھ والا تھا تو نے مجھے

اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ خدا فرمائے گا ایسا ہی (ہونا چاہیے) ہماری آیتیں بھی تو تیرے پاس آئی تھیں تو تو انھیں بھلا بیٹھا اسی طرح آج تو بھی بھلا دیا جائیگا۔

اب آپ اہل سنت کا نظریہ دیکھیں تو کسی پر ملامت نہیں کی جاسکتی کیونکہ جتنی باتیں خلافت کی وجہ سے واقع ہوئیں یا قیامت تک واقع ہوں گی اور جتنے بھی ناحق خون بہائے گئے جتنی بھی ہتک حرمت ہوئی یہ سب تو خدا نے کیا بندے کا کیا قصور ہے؟ چنانچہ ایک صاحب جو مدعی علم تھے انھوں نے فرمایا: اگر خدا چاہتا تو یہ سب کچھ نہ ہوتا

لیکن شیعوں کا نظریہ یہ ہے کہ جو لوگ بھی انحراف کے سبب بنے اور جنھوں نے امر خدا کی نافرمانی کی وہ سب ذمہ دار ہیں اور ہر شخص اپنے گناہوں کا اور اپنی ایجاد کی ہوئی بدعت میں اپنے پیروکاروں کے گناہوں کے بوجھ کو اٹھائیگا۔ خود رسولؐ کا ارشاد ہے: تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے قرآن کا ارشاد ہے: وَقِفُوهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُولُوْنَ (پ ۲۳ س ۳۷ (الصافات) آیت ۲۴) (ذرا) انھیں ٹھہراؤ ان سے (ابھی) کچھ پوچھنا ہے۔

رسولؐ کے ترکہ میں اختلاف

گزشتہ ابحاث میں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ خلافت اور امت کیلئے رسولؐ کا اقدام شیعہ اور سنی دونوں کے عقیدے میں کیا ہے؟ اب سوال یہ ہے کہ کیا اپنے بعد واقع ہونے والے اختلافات کے بارےمیں رسولِ خدا امت کیلئے ایسی کوئی چیز چھوڑ کر گئے ہیں جس کی طرف رجوع کیا جا سکے اور اس کو مستمسک بنایا جا سکے؟ قرآن میں اتنی بات بہر حال ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (پ ۵ س النساء، آیت ۵۹)

اے ایماندارو خدا کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے (رسول ہی کی طرح) صاحبانِ حکم ہوں ان کی اطاعت کرو۔ اور اگر تم کسی بات پر جھگڑا کرو تو اگر تم خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس امر میں خدا اور رسولؐ کیطرف رجوع کرو۔ یہی (تمہارے حق میں) بہتر ہے اور انجام کی راہ سے بہت اچھا ہے۔

جی ہاں چونکہ آنحضرتؐ رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے اور اس بات پر بہت حریص تھے کہ آپ ہی کی امت خیر الامم بنے۔ آپ کے بعد کوئی اختلاف نہ ہو اس لئے حضورؐ کے لئے ضروری تھا کہ امت کے لئے کوئی قاعدہ معین کر کے جائیں اور اسی لئے صحابہ محدثین نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: تَرَكْتُ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَبَدًا كِتَابَ اللَّهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي لَنْ يَفْتَرِقَا

حَتّیٰ یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِی فِیْهِمَا [۱]

تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک تم لوگ ان دونوں سے وابستہ رہو گے گمراہ نہ ہو گے (وہ دونوں چیزیں) قرآن و میری عترت (جو) میرے اہل بیت ہیں۔ ان دونوں میں اختلاف نہ ہو گا یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں اب دیکھو تم لوگ ان کے بارے میں کیسا برتاؤ کرتے ہو۔

یہ حدیث صحیح ہے ثابت ہے محدثین نے خواہ سنی ہوں یا شیعہ سب ہی نے۔ اس کی تخریج کی ہے اور اپنے مسانید و صحاح میں تیس سے زیادہ صحابہ کے واسطہ سے نقل کیا ہے۔ چونکہ میری عادت ہے کہ نہ شیعوں کی کتابوں سے احتجاج کرتا ہوں نہ ان کے علماء کے اقوال سے استدلال کرتا ہوں اس لئے میں صرف ان سنی علماء کا ذکر کروں گا جنھوں نے حدیث ثقلین کی تخریج کی ہے اور اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے تاکہ بحث موضوعی رہے اور عدل و انصاف سے متصف ہو سکے ــــ اگرچہ عدل و انصاف کا تقاضا تو یہی ہے کہ شیعوں کے اقوال سے بھی استدلال کروں ــــ لیجئے ان علمائے اہل سنت کی ایک مختصر سی فہرست پیش کرتا ہوں جنھوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے:

(۱) صحیح مسلم کتاب فضائل علیؑ ابن ابی طالبؑ جلد ۷ ص ۱۲۲ ــــــــ

(۲) " ترمذی جلد ۵ ص ۳۲۸ ــــــــ

(۳) الامام النسائی نے اپنی کتاب "الخصائص" کے ص ۲۱ پر ــــــــ

---

[۱] مستدرک الحاکم جلد ۳ ص ۱۴۸

(۴) مسند احمد ابن حنبل جلد ۳ ص ۱۷ ________________

(۵) مستدرک الحاکم جلد ۳ ص ۱۰۹ ________________

(۶) کنز العمال جلد (۱) ص ۱۵۴ ________________

(۷) الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۲ ص ۱۹۴ ________________

(۸) جامع الاصول لابن اثیر جلد ۱ ص ۱۸۷ ________________

(۹) الجامع الصغیر للسیوطی جلد (۱) ص ۳۵۳ ________________

(۱۰) مجمع الزوائد للھیثمی جلد ۹ ص ۱۶۳ ________________

(۱۱) الفتح الکبیر للنبھانی جلد (۱) ص ۴۵۱ ________________

(۱۲) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد ۲ ص ۱۲ ________________

(۱۳) تاریخ ابن عساکر جلد ۵ ص ۴۳۶ ________________

(۱۴) تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۱۱۳ ________________

(۱۵) التاج الجامع للاصول جلد ۳ ص ۳۰۸ ________________

اس کے علاوہ ابن حجر نے صواعق میں اس کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔ علامہ ذہبی نے اپنی تلخیص میں اس حدیث کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے ذکر کیا ہے مگر شرط شیخین کے ساتھ ___ الخوارزمی الحنفی و ابن المغازلی الشافعی ___ طبرانی نے اپنی معجم میں۔ صاحب سیرت بنویہ نے السیرۃ الحلبیۃ کے حاشیہ پر ذکر کیا ہے صاحب ینابیع المودۃ اور دیگر علماء نے بھی ذکر کیا ہے

ان تمام حوالوں کے بعد بھی کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ حدیث ثقلین کو سنی علماء جانتے ہی نہیں یہ تو شیعوں کی من گھڑت ہے خدا اس تعصب اور

جمود فکری اور حمیت جاہلیت کا ستیاناس کرے خیر ان متعصبین کو چھوڑیئے ۔ آیئے ہم اپنی بحث آزاد خیال لوگوں کے لئے جاری رکھیں جو لوگ صرف قربۃ الی اللہ حق کی تلاش کرتے ہیں اور ہو سکتا ہے خدا ان کو صحیح راستہ تک پہنچادے

پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ اہل سنت کے نزدیک بھی حدیث ثقلین صحیح حدیث ہے اور شیعوں کے نزدیک تو بہت ہی اعلیٰ درجہ کی متواتر حدیث ہے اور ائمہ طاہرین سے اس کی سند مسلم ہے ۔ اس لئے میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ بعض لوگ کیوں اس حدیث میں شبہ کرتے ہیں ؟ اور کیوں اس کو کتاب اللہ و سنتی سے بدل دینا چاہتے ہیں ؟ اور عجیب بات یہ ہے کہ صاحب "مفتاح کنوز السنہ" نے اپنی کتاب کے ص ۴۷۸ پر اس حدیث کو بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ کے حوالے سے اس عنوان کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے وصیت فرمائی ہے کہ کتاب خدا اور سنت رسولؐ سے تمسک کیا جائے ۔ حالانکہ اگر آپ ان چاروں کتابوں کو دیکھیں تو کہیں بھی قریب یا بعید سے اس حدیث کی طرف اشارہ بھی نہیں ہے پھر مفتاح کنوز السنہ نے کیوں اتنا بڑا جھوٹ بولا ؟ ہاں البتہ بخاری میں ایک عنوان "کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ" [1] ضرور موجود ہے لیکن اس حدیث کا اسمیں کہیں ذکر نہیں ہے ۔

زیادہ سے زیادہ صحیح بخاری اور باقی تینوں کتابوں میں جو چیز ملتی ہے وہ صرف یہ ہے : طلحہ بن مصرف کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ ابن ابی اوفیٰؓ سے پوچھا : کیا رسولؐ خدا نے کوئی وصیت فرمائی تھی ؟ انھوں نے کہا : نہیں تو ! میں نے کہا : پھر لوگوں پر وصیت کو کیوں واجب قرار دیا جاتا ہے یا یہ کہا جاتا ہے کہ لوگوں کو وصیت پر عمل کرنا

---

[1] بخاری جلد ۸ صفحہ ۱۳۷

واجب بتایا گیا ہے ؟ تو انھوں نے کہا : ہاں کتاب اللہ کی وصیت فرمائی تھی [۱]

اور رسول خدا کی اس حدیث تَرَکتُ فِیکُمُ الثَقَلَین "کتاب اللہ و سنتی کا کوئی وجود نہیں ہے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ بعض کتابوں میں اس حدیث کا ذکر ہے تو وہ اس لئے قابل اعتبار نہیں ہے کہ اس کے خلاف اجماع قائم ہو چکا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اس کے علاوہ بھی اگر حدیث "کتاب اللہ و سنتی" پر بحث کی جائے تو یہ واقع کا ساتھ نہیں دے سکتی نہ نقل کے اعتبار سے اور نہ ہی عقل کے اعتبار سے۔ لیجئے اس کے بطلان پر چند دلیلیں پیش کرتا ہوں۔

حدیث کتاب اللہ و سنتی کا بطلان :- پہلی :- مورخین اور محدثین کا اجماع ہے کہ آنحضرت نے اپنی حدیثوں کی کتابت سے منع کر دیا تھا اور کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ عہد رسولؐ میں سنت نبوی کی کتابت کرتا تھا تو جب سنت نبوی تھی ہی نہیں تو اس کے چھوڑنے کا کیا مطلب ؟ اسی لئے ترکت فیکم کتاب اللہ و سنتی ! درست نہیں ہو سکتا کیونکہ جب تک کتاب اللہ کا سوال ہے تو وہ کاتبان وحی کے ذریعہ لکھی جا چکی تھی اور حفاظ قرآن کے سینوں میں موجود تھی جو بھی صحابی چاہتا مصحف کو دیکھ سکتا تھا چاہے وہ حافظ قرآن نہ بھی ہو لہذا کتاب خدا کے چھوڑنے کی کیا صورت تھی ؟

اب رہا سنت نبوی تو کوئی شئی کتابی صورت میں یا مجموعہ کی صورت میں عہد رسول میں تھی ہی نہیں تو چھوڑتے کس کو ؟ دیکھئے سنت رسولؐ کا مطلب قول رسولؐ یا فعل رسولؐ یا تقریر رسولؐ [۲] ہوتا ہے۔

---

[۱] بخاری جلد ۳ ص ۱۶۸ ، ترمذی کتاب الوصایا، مسلم الوصایا، ابن ماجہ کتاب الوصایا۔

[۲] تقریر کا مطلب یہ ہے کہ رسول خدا کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور آپ اس سے نہ روکیں۔

یہ بات بھی سب ہی جانتے ہیں کہ آنحضرت اپنے اصحاب کو جمع کر کے سنت نبوی کی تعلیم نہیں دیتے۔ بلکہ کسی مناسبت سے کچھ فرما دیتے تھے اور جب ارشاد فرماتے تھے تو اس وقت کبھی تو کچھ لوگ ہوتے تھے اور کبھی صرف ایک دو صحابی ہوتے تھے جب یہ صورت حال تھی تو رسولؐ یہ کیونکر فرما سکتے تھے کہ میں تم میں اپنی سنت چھوڑ رہا ہوں ؟

دوسری :۔ وفات سے تین دن قبل جب رسول اللہؐ کے مرض میں شدت پیدا ہوئی تو آپ نے قلم و قرطاس مانگا تاکہ ایک نوشتہ لکھ جائیں جس سے آپ کے بعد امت گمراہ نہ ہو۔ اس پر حضرت عمر نے کہا: رسولؐ خدا ہذیان بک رہے ہیں ہمارے لئے کتابِ خدا کافی ہے[1] سوال یہ ہے کہ اگر اس سے پہلے رسولؐ خدا "ترکت فیکم کتاب اللہ وسنتی" فرما چکے تھے تو حضرت عمر کا یہ کہنا: ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے! غلط تھا کیونکہ اس طرح حضرت عمر اور ان کے ساتھیوں نے رسولِ خدا کی بات رد کر دی ___ کیونکہ رسولؐ پہلے ہی کہہ چکے تھے کتاب و سنت چھوڑ رہا ہوں یعنی رسولؐ نے دو چیزیں چھوڑیں اور عمر صرف ایک کیلئے اصرار کریں ___ اور رسولؐ کی بات رد کرنے والا کافر ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ حضرات اہل سنت اس پر راضی ہوں گے اور لطف یہ ہے کہ خود عمر نے ہی اصحاب کو روایت حدیث سے روکا تھا۔

اس لئے میرا ظن غالب ہے کہ بعض ان متاخرین نے جو اہل بیتؑ کے دشمن تھے انھوں نے اس حدیث کو گڑھا ہے خصوصاً جب اہل بیتؑ کو خلافت سے دور کر دیا گیا تو دشمنوں کو اور موقع مل گیا۔ بظاہر جس شخص نے اس حدیث کو جعل کیا ہے اس نے

---

[1] بخاری۔ باب مرض النبی و وفاتہ جلد ۵ ص ۱۳۸ مسلم کتاب الوصیۃ جلد ۲ ص ۱۶

یہ سوچا تھا کہ صرف قرآن پر عمل کرنا اور عترت کو چھوڑ دینا اہل سنت کے لئے قابل طعن ہو سکتا ہے اس لئے ایسی حدیث وضع کرو جس سے اہل سنت کا عمل صحیح ہو جائے اور کوئی ان پر اعتراض نہ کر سکے اور ان صحابہ کی بھی خدمت کی جا سکے جنھوں نے رسولؐ کی وصیت پر عمل نہیں کیا۔

تیسری :۔ دنیا جانتی ہے کہ حضرت ابوبکر کے ابتدائے خلافت میں سب سے پہلا حادثہ جو پیش آیا وہ مانعین زکوٰۃ سے جنگ کرنے کا فیصلہ تھا۔ حالانکہ حضرت عمر اس کے مخالف تھے اور ان کی دلیل یہ تھی کہ رسولؐ خدا کی حدیث ہے : جو بھی "لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ" کہے میری طرف سے اسکی جان اس کا مال محفوظ ہے الا بالحق اور اس کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔ اگر سنت رسولؐ معلوم ہوتی تو سب سے پہلے ابوبکر کو معلوم ہوتی کیونکہ وہ خلیفہ تھے پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث تھی ہی نہیں تو معلوم کیسے ہوتی ؟ یہ تو بعد والوں نے جعل کیا ہے۔

لیکن حضرت عمر کے لئے ملتا ہے کہ وہ بعد میں حضرت ابوبکر کی تاویل سے قانع ہو گئے تھے اور حضرت ابوبکر نے ایک حدیث تو ایسی پیش کی تھی جس کے وہی راوی ہیں۔ دوسرے انھوں نے کہا تھا کہ زکوٰۃ حق مال ہے (لہٰذا اس کے لئے جنگ کی جا سکتی ہے) حالانکہ یہ لوگ رسولؐ خدا کی سنت فعلی سے ناواقف تھے یا پھر تجاہل عارفانہ کر رہے تھے اور آنحضرتؐ کی سنت فعلی قابل تاویل نہیں ہے سنت فعلی سے مراد ثعلبہ کا قصہ ہے جس نے رسولؐ خدا کو زکاۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور اس کے بارے میں آیت قرآنی بھی نازل ہوئی۔ مگر زکوٰۃ نہ دینے کے باوجود حضرت رسولؐ نے اس سے قتال نہیں فرمایا اور نہ اس کو زکوٰۃ دینے پر مجبور کیا (پھر حضرت ابوبکر نے ابن نویرہ سے کیوں جنگ کی ؟ مترجم) اس کے علاوہ ایک اور واقعہ بھی موجود ہے حضرت رسولؐ خدا نے اسامہ کو ایک سریہ (ایسی جنگ جسمیں رسولؐ ساتھ نہ گئے ہوں) پر بھیجا اسامہ جب ان لوگوں پر غالب آ گئے اور وہ لوگ

شکست خوردہ ہو گئے تو ایک شخص نے اسامہ کے پاس آکر کہا : لا الٰہ الا اللہ لیکن اسکے باوجود اسامہ نے اسکو قتل کر دیا۔ جب آپ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے اسامہ سے پوچھا : کیا تم نے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی اسکو قتل کر دیا؟ اسامہ نے کہا وہ تو محض اپنی جان بچانیکے لئے ایسا کہہ رہا تھا اور حضرت نے اتنی مرتبہ اس جملہ کی تکرار فرمائی کہ مجھکو تمنا ہونیلگی کاش میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا! [1]

اسی لئے ہم کہتے ہیں حدیث "کتاب اللہ وسنتی" کو صحیح ماننا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اس کے ماننے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم تسلیم کرلیں کہ سب سے پہلے صحابہ ہی سنت نبوی سے جاہل تھے، پھر ان لوگوں کا کیا عالم ہوگا جو صحابہ کے بعد ہوئے اور وہ لوگ کیونکر عالم ہو سکتے ہیں جو مدینہ سے دور رہتے تھے؟

چوتھی : — یہ بات بہت ہی مشہور ہے کہ صحابہ کے اکثر اعمال سنت رسول کے مخالف تھے اب اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اصحاب سنت رسولؐ کو پہچاننے کے بعد جان بوجھ کر اس کی مخالفت کرتے تھے اور یہ مخالفت نصوص نبیؐ کے مقابلہ میں اپنے اجتہاد کی بنا پر کرتے تھے تو اس صورت میں ان لوگوں پر خدا کا یہ قول صادق آتا ہے : مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا ان يكون لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا (پ ۲۲ س ۳۳ احزاب) آیت ۳۶)

اور نہ کسی ایماندار مرد اور نہ ایماندار عورت کو یہ مناسب ہے کہ جب خدا اور اس کا رسولؐ کسی کام کا حکم دیں تو ان کو اپنے اس کام (کے کرنے نہ کرنے) کا اختیار ہو اور (یاد رہے کہ) جس نے خدا اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی وہ یقیناً کھلم کھلا گمراہی میں مبتلا ہو چکا

---

[1] صحیح بخاری جلد ۸ ص ۳۶، مسلم جلد (۱) ص ۶۷ کتاب الدیات

اور یا پھر یہ لوگ سنت رسولؐ کو جانتے ہی نہ تھے تو ایسی صورت میں رسولؐ کو "ترکت فیکم سنتی" کہنا ہی نہیں چاہیئے تھا کیونکہ جب آپ کو معلوم ہے کہ جو لوگ مجھ سے بہت قریب ہیں وہی لوگ سنت کا علم نہیں رکھتے تو وہ لوگ کیا سمجھ سکیں گے؟ جو میرے بعد آئیں گے اور مجھے دیکھا تک نہیں ہو گا اس صورت میں رسولؐ پر واجب تھا کہ آپ (قرآن کی طرح) سنت کی کتابت کا حکم دیتے تاکہ وہ قرآن کے بعد مسلمانوں کا دوسرا مدرک و مرجع بن سکے۔

لوگوں کا یہ کہنا: کہ اگر سنت کی کتابت کراتے تو سنت و قرآن مخلوط ہو جاتے ایک دوسرے کی تمیز نہ ہو سکتی۔ نہایت ہی غلط بات ہے (کیونکہ قرآن اور اقوال رسولؐ میں زمین آسمان کا فرق ہے جو شخص عربی زبان جانتا ہے وہ دونوں کے لب ولہجہ کو جانتا ہے اختلاط و اشتباہ امر محال تھا **مترجم**) اس لئے آنحضرتؐ کے لئے یہ بات ممکن تھی کہ جس طرح آپ نے قرآن کے کاتب معین کر دیئے تھے سنت کے بھی کاتب معین کر دیتے اور ہر ایک مجموعہ کو الگ الگ کتابی صورت میں کر دیتے جیسا کہ آج بھی ہمارے پاس اسی طرح ہے۔ ہاں اگر یہ کر گئے ہوتے تو "ترکت فیکم سنتی" کہنا صحیح ہوتا۔

پانچویں: دنیا جانتی ہے کہ فتنۂ کبریٰ اور واقعہ حرّہ اور مدینۂ منورہ کی تاراجی اور اصحاب کرام کے قتل کے بعد عباسی حکومت میں سنت کی تدوین ہوئی ہے اور حدیث میں سب سے پہلے موطا امام مالک لکھی گئی ہے اس سے پہلے حدیث کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تھی۔ اور ان راویوں کے اقوال پر کیونکہ بھروسہ کیا جا سکتا ہے جنھوں نے دنیاوی لالچ میں سلاطین وقت کی قربت اختیار کی تھی ___ اور ان کے حسب منشا روایات گڑھتے تھے۔

مترجم ___ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں اضطراب و تناقض پایا جاتا ہے اور امت مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئی ہے جو بات ایک مذہب میں ثابت ہے وہ دوسرے کے

یہاں ثابت نہیں ہے جس کو ایک صحیح بتاتا ہے دوسرا اس کی تکذیب کرتا ہے۔

پھر ہم کیسے مان لیں کہ رسولِ خدا نے فرمایا: ترکت فیکم "کتاب اللہ وسنتی" حالانکہ آپ جانتے تھے منافقین و منحرفین آپ کی طرف جھوٹی بات منسوب کریں گے اسی لئے فرمادیا تھا: کَثُرَتْ عَلَیَّ الْکَذَّابَۃُ فَمَنْ کَذِبَ عَلَیَّ فَلْیَتَبَوَّأْ مُقْعَدَہٗ مِنَ النَّار [1] میری طرف جھوٹ کی نسبت دینے والے بہت ہیں پس جو شخص بھی میری طرف جھوٹ بات منسوب کرے اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جب آپ کی حیات مبارکہ میں جھوٹ بولنے والے بہت تھے یعنی بعض اصحاب جھوٹی حدیثیں بیان کر کے آنحضرتؐ کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے تو آپ اپنی امت کو اتباع سنت کا پابند کیونکر بنا سکتے تھے جبکہ ان لوگوں کو صحیح وسقیم، غث وسمین میں تمیز کرنے کی بھی صلاحیت نہیں تھی۔

چھٹی:۔ اہل سنت نے اپنی صحاح میں روایت کی ہے کہ رسولِ خدا نے ثقلین یا خلیفتین یا شئین چھوڑی ہیں کیونکہ کبھی تو روایت کرتے ہیں "کِتٰبَ اللّٰہِ وَ سُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ" اور کبھی روایت کرتے ہیں عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ تم پر واجب ہے کہ میری سنت پر اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو! یہ حدیث کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے ساتھ سنت الخلفاء کو بھی ضروری بنا رہی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ مصادر تشریع دو کے بجائے تین ہیں قرآن، سنت، سیرت خلفاء اور یہ سب حدیث ثقلین کے مخالف ہیں۔ حدیث ثقلین صحیح ہے اور سنی و شیعہ دونوں کے یہاں متفق علیہ بھی ہے یعنی کتاب اللہ وعترتی والی حدیث جسکو ثقلین کہا جاتا ہے۔ اور ہم اس سے

---

[1] بخاری کتاب العلم، جلد ۱، ص ۳۵

پہلے حدیث ثقلین کے بیس سے زیادہ مصادر ذکر چکے ہیں جو سب اہل سنت کے ہیں اور قابل وثوق ہیں اس لئے اس کے مقابلہ میں جو اس کے مخالف حدیث ہوگی وہ جعلی ہوگی۔ اسی لئے ہم نے کہا کتاب اللہ و سنتی والی حدیث غلط ہے بحدیث ثقلین کے سلسلے میں ہم نے شیعوں کے مصادر کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ساتویں: — جب رسولؐ خدا کو علم الیقین تھا کہ میرے اصحاب جنکے لہجہ اور جنکی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے (جیسا کہ لوگ کہتے ہیں) وہی قرآن کی تفسیر و تاویل نہیں جانتے تو جو لوگ ان کے بعد ہوں گے وہ کیا جانیں گے تو اس علم کے بعد آپ کیوں فرماتے: کتاب و میری سنت؟ اور روم، فارس، حبش والے بلکہ تمام غیر عرب لوگ جو مسلمان ہوں گے وہ بھلا کیونکر تفسیر و تاویل کو جان سکتے ہیں؟ جو نہ عربی جانتے ہیں نہ بولتے ہیں

روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر سے "وَفَاكِهَةً وَّاَبًّا" کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: بھلا کونسا آسمان میرے اوپر سایہ کرے گا اور کونسی زمین مجھے اٹھائے گی اگر میں کہوں کہ کتاب خدا میں ایسی (آیت بھی ہے) جس کو میں نہیں جانتا[۱]

اور خود حضرت عمر بھی اس کا مطلب نہیں جانتے تھے چنانچہ انس بن مالک سے روایت ہے: عمر بن الخطاب نے منبر سے "فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًا وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا" (پ ۳۰ س ۸۰ (عبس) آیت ۲۷ تا ۳۱۔)

پھر ہم نے اس میں اناج اگایا۔ اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے گھنے باغ اور میوے اور چارا اگایا ـــــ اس آیہ مبارکہ کی تلاوت کی اس کے بعد کہا: ان میں سے

---

[۱] قسطلانی نے ارشاد الساری جلد ۱۰ ص ۲۹۸ پر، و ابن حجر نے فتح الباری کے جلد ۱۳ ص ۲۳۰ پر تحریر کیا ہے۔

سب کو میں جانتا ہوں لیکن یہ "آبا" کیا ہے؟ مجھے نہیں معلوم! اس کے بعد کہا خدا کی قسم یہی تکلف ہے۔ اگر تمکو "اب" کے معنی نہیں معلوم تو کوئی حرج نہیں ہے۔ قرآن میں تمھاری ہدایت کے لئے جو بیان کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور جو تم کو معلوم نہ ہو اسکو خدا کے حوالہ کردو[1] اب جو بات کتاب اللہ کی تفسیر میں کہی جائے کتنی ہی حدیث نبوی ہے جو صحابہ اور مذاہب میں محل اختلاف ہے سنی و شیعہ میں محل بحث ہے اب یہ اختلاف چاہے حدیث کی صحت و ضعف کی بنا پر ہو یا فہم تفسیر کی بنا پر ہو میں اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۱۴۳، تلخیص الذہبی، تاریخ خطیب جلد ۱۱ ص ۴۶۸، تفسیر کشاف جلد ۳ ص ۲۵۳، تفسیر خازن جلد ۴ ص ۳۷۴، مقدمہ اصول تفسیر ابن تیمیہ ص ۳۰ تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۴۷۳۔

حدیث کے سچی اور جھوٹی ہونے میں صحابہ

کا اختلاف

پہلا اختلاف تو خود حضرت ابوبکر کے ابتدائے خلافت میں اسوقت ہوا جب حضرت فاطمہ زہراؑ نے فدک کا مطالبہ کیا جس کو ابوبکر نے جناب فاطمہ سے حضرت رسولخداؐ کے انتقال کے بعد چھین لیا تھا۔ اس پر ابوبکر نے حضرت فاطمہؑ کو جھٹلایا کہ آپ کا یہ دعویٰ : رسولخدا نے اپنی زندگی میں مجھے فدک ہبہ کر دیا تھا! غلط ہے ۔ اسی طرح جب جناب فاطمہ زہراؑ نے اپنے باپ کی میراث کا مطالبہ کیا تو ابوبکر نے کہا : رسولخدا نے فرمایا ہے ؛ ہم گروہ انبیا کسی کو وارث نہیں بناتے (یعنی ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا) ہم جو بھی چھوڑتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے ۔ اس پر جناب فاطمہؑ نے ابوبکر کو جھٹلایا کہ یہ حدیث میرے باپ کیطرف غلط منسوب ہے اور معصومہ نے اپنے دعویٰ پر قرآنی آیات سے استدلال فرمایا اور دونوں (ابوبکر و حضرت فاطمہؑ میں) شدید اختلاف ہوگیا یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہوگیا اور مرتے دم تک ابوبکر سے ناراض رہیں گفتگو بھی نہیں فرمائی جیسا کہ یہ واقعہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم (دونوں) میں ہے

دوسرا اختلاف ام المومنین عائشہ اور ابوہریرہ کا ہے ام المومنین فرماتی تھیں : جو شخص ماہ رمضان میں صبح کو جنابت کی حالت میں اٹھے وہ اس دن کا روزہ رکھے اور ابوہریرہ کہتے تھے : ایسا شخص اس دن کا روزہ نہ رکھے لیجئے واقعہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے :

امام مالک نے اپنی کتاب موطا میں اور امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں جناب عائشہ اور جناب ام سلمہ (پیغمبر کی بیویاں) سے روایت کی ہے کہ دونوں نے کہا :

رسولخدا جماع کر کے (نہ کہ احتلام سے) جب ماہ رمضان میں صبح کو جنابت کی حالت میں اٹھتے تھے تو روزہ رکھتے تھے۔ اور ابو بکر بن عبدالرحمان کہتے ہیں: میں اور میرے باپ عبدالرحمان دونوں مروان بن الحکم کے پاس بیٹھے تھے اور مروان اسوقت مدینہ کے امیر تھے باتوں باتوں میں ذکر آگیا کہ ابوہریرہ کہتے ہیں: جو رمضان میں صبح کو جنابت کی حالت میں اٹھے وہ اس دن کا روزہ نہ رکھے! اس پر مروان نے میرے باپ کو مخاطب کر کے کہا: اے عبداللہ میں تمکو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تم ام المومنین عائشہ اور ام سلمہ کے پاس جاکر دونوں سے یہ مسئلہ پوچھو! چنانچہ میرے باپ عبد الرحمان جب چلے تو میں بھی ان کے ساتھ ساتھ چلا یہاں تک کہ جب ام المومنین کے پاس ہم لوگ پہنچے تو میرے باپ نے عائشہ کو سلام کر کے پوچھا: اے ام المومنین ہم ابھی مروان کے پاس تھے وہاں یہ ذکر آیا کہ ابوہریرہ کہتے ہیں: جو شخص صبح کو جنابت کی حالت میں اٹھے وہ اس دن کا روزہ نہ رکھے۔ اس پر عائشہ بولیں کہ: ابوہریرہ نے غلط کہا اے عبدالرحمان کیا تم رسولخدا جو کچھ کرتے تھے اس سے اعراض کرو گے؟ میرے باپ نے کہا: نہیں خدا کی قسم نہیں! تو عائشہ نے کہا: میں رسولخدا کیلئے گواہی دیتی ہوں کہ آپ جماع کرتے تھے (نہ کہ احتلام ہوتا تھا) اور صبح کو اسی جنابت کی حالت میں اٹھ کر روزہ رکھتے تھے۔ راوی کہتا ہے پھر ہم لوگ وہاں سے اٹھ کر ام سلمہ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا تو انھوں نے بھی وہی بات کہی جو عائشہ نے کہی تھی۔ پھر ہم لوگ اٹھ کر مروان کے پاس آئے اور میرے باپ نے جو کچھ عائشہ اور ام سلمہ نے کہا تھا اس کو بیان کیا۔ اس پر مروان نے کہا: اے عبدالرحمان تم کو قسم دیتا ہوں: میرا گھوڑا دروازے پر ہے تم اس پر سوار ہو کر اسی وقت ابوہریرہ کے پاس جاؤ ابھی وہ اپنی زمین عقیق ہی میں ہیں اور ان کو یہ واقعہ بتاؤ۔ چنانچہ اپنے باپ کے ساتھ میں سوار ہو کر ابو ہریرہ کے پاس پہنچا میرے باپ تھوڑی دیر ان سے ادھر ادھر کی بات کرتے رہے پھر پورا

واقعہ دوہرا دیا اس پر ابو ہریرہ بولے : مجھے اس کی اطلاع نہیں ہے مجھے تو کسی خبر دینے والے نے خبر دی تھی ؎

میرے محترم بھائی ابو ہریرہ جیسے صحابی کو دیکھو جو اہل سنت کے یہاں راویۃ الاسلام ہے وہ اپنے ظن و گمان کی بنا پر فتویٰ دے دیتا ہے اور رسولِ خدا کی طرف منسوب کر دیتا ہے اور اس کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کس نے خبر دی تھی اہل سنت کے ایسے احکام مبارک ہوں جنکے مدارک ہی معلوم نہیں!۔

• • •

؎ بخاری جلد ۲ ص ۲۳۳ باب الصائم یصبح جنبًا ، موطأ ابن مالک تنویر الحوالک جلد ۱ ص ۲۹۲
(ماجاء فی الذی یصبح جنبًا فی رمضان)

ابوہریرہ کا اپنے سے تناقض

عبداللہ بن محمد سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا اور ان سے معمر نے اور معمر سے زہری نے اور زہری سے سلمہ نے، اور ان سے ابوہریرہ نے بیان کیا: رسول خدا نے فرمایا: لاعدویٰ[1] و لاصفر[2] ولا ھامۃ ! یعنی ایک اونٹ کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔ اور نہ صفر کا وجود ہے اور نہ ھامہ[3] کوئی چیز ہے۔

اس پر ایک اعرابی نے کہا: اے خدا کے رسولؐ بہت سے اونٹ ریت میں ہوتے ہیں اور (دور سے) ہرن جیسے معلوم ہوتے ہیں ان میں خارشتی اونٹ آ کر مل جاتا ہے اور سب کو خارشتی بنا دیتا ہے تو رسولؐ نے فرمایا: اچھا پھر پہلے اونٹ کو خارش کی بیماری کیسے لگی؟

ابوسلمہ نے اس کے بعد ابوہریرہ کو یہ کہتے سنا کہ: رسول خدا نے فرمایا: بیماری پھیلانے والے اونٹوں کو صحیح وسالم اونٹوں کے ساتھ نہ ملاؤ! ابوہریرہ نے اپنی پہلی والی حدیث کا انکار کر دیا تو ہم نے کہا: کیا تم نے نہیں بیان کیا تھا لاعدویٰ تو ابوہریرہ نے حبشی زبان میں کچھ ایسی بات کہی جو سمجھ میں نہ آسکی — ابوسلمہ کہتے ہیں میں نے ابوہریرہ کو اس حدیث کے علاوہ دوسری حدیث بھولتے ہوئے نہیں دیکھا۔

---

[1] عدوی کا ذکر حدیث میں بہت آیا ہے، اس کا مطلب ہے کہ خارشتی اونٹ کی بیماری دوسرے اونٹ کو لگ جانا مثلاً ایک خارشتی اونٹ ہے اس کے ساتھ اگر سالم اونٹ رہے گا تو

خارش کی بیماری دوسرے اونٹ کو لگ جائے گی۔ اس لئے دوسرے اونٹوں کو اس سے دور رکھا جاتا ہے عربوں کا عقیدہ تھا کہ یہ بیماری بنفسہٖ متعدی ہے تو رسول نے فرمایا ایسا نہیں ہے یعنی عدوی نہیں ہے۔ مترجم

۲ھ۔ عربوں کا عقیدہ تھا کہ انسان کے پیٹ میں ایک سانپ ہوتا ہے جسکو "صفر" کہا جاتا ہے جب انسان بھوکا ہوتا ہے تو یہ سانپ انسان کو اذیت کرنے لگتا ہے اور یہ متعدی بیماری ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ "صفر" سے مراد نسئی ہے جو جاہلیت کی رسم تھی کہ محرم کو صفر میں منتقل کر کے صفر کو شہر الحرام قرار دیدیتے تھے۔ اور محرم میں جنگ و جدال جائز قرار دے لیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں دونوں معانی باطل ہیں مترجم

۳ھ۔ ھامۃ۔ کے معنی سر کے ہیں جیسا کہ میرے استاد نے کہا تھا ؎

لَا تُجَالِسْ بِالرِّجَالِ لَا وَغَدِ ═══ فَاِنَّكَ هَامَةُ الْيَوْمِ اَوْ غَدِ

اور ھامۃ کے معنی ایک مشہور طائر کے بھی ہیں اور حدیث میں یہی مراد ہے چونکہ عرب اس کو منحوس سمجھتے تھے۔ اور اس سے فال بد مراد لیتے تھے لہذا اس سے روک دیا گیا یہ طائر رات کو نکلتا ہے جیسے ہمارے یہاں بلی کے راستہ کاٹ دینے سے تفاول کرتے ہیں ویسے عرب بھی کرتے تھے۔ بعض علماء نے کہا ہے ھامۃ الو کو کہتے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے عربوں کا عقیدہ تھا کہ جس مقتول کا انتقام نہ لیا جائے اسکی روح ھامۃ بن جاتی ہے اور وہ برابر کہتی رہتی ہے مجھے سیراب کرو جب انتقام لے لیا جاتا ہے تو وہ اڑ جاتی ہے اور بعض علماء کا خیال ہے کہ میت کی ہڈیاں اور بعضوں نے کہا ہے کہ میت کی روح ھامہ بن جاتی ہے پھر اڑ جاتی ہے اسی کو الصدی کہا جاتا ہے اور اسی معنی میں توبہ کا یہ شعر مشہور ہے۔ وَلَوْ اَنَّ لَيْلَى الْاَخْيَلِيَّةَ سَلَّمَتْ عَلَيَّ وَدُوْنِيْ جَنْدَلٌ وَصَفَائِحُ ● لَسَلَّمْتُ تَسْلِيْمَ الْبَشَاشَةِ اَوْزَقَا اِلَيْهَا صَدًى مِنْ جَانِبِ الْقَبْرِ صَائِحُ اسمیں بھی صدی سے مراد طائر ہے اور اسکا واقعہ جو بہت مشہور ہے دمامینی نے مغنی کی شرح میں لکھا ہے جس کا جی چاہے مطالعہ کرلے مترجم۔ ۴ھ بخاری جلد ۲ ص ۳۱ (باب لا ھامۃ) مسلم جلد ۲ ص ۳۲ (باب لا عدوی ولا طیرۃ)

میرے محترم قاری! یہ ہے سنت رسولؐ یا جو رسولؐ کی طرف منسوب ہے۔ ابو ہریرہ کبھی تو کہتے ہیں: مجھے پہلی حدیث کا علم نہیں ہے مجھے تو کسی خبر دینے والے نے خبر دی تھی اور کبھی جب لوگ ان کی متناقض باتوں کو پیش کرتے ہیں تو کوئی جواب نہیں دیتے بلکہ حبشی زبان میں ایسی بات کہتے ہیں جو کسی کی سمجھ ہی میں نہ آسکے۔

میں نہیں سمجھ سکتا ایسا شخص اہلسنت کے نزدیک کیونکر راویۃ الاسلام ہوگیا؟

عائشہ و ابن عمر کا اختلاف: ابن جریح کی روایت ہے: میں نے عطاء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے عروۃ بن الزبیر نے بیان کیا: میں اور ابن عمر دونوں حجرۂ عائشہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور عائشہ کے مسواک کرنے کی آواز کو سن رہے تھے۔ میں نے ابن عمر سے کہا: اے ابن عمر کیا رسولؐخدا نے رجب میں عمرہ کیا تھا؟ انھوں نے کہا ہاں! پھر میں نے عائشہ سے کہا: اے اماں کیا آپ ابن عمر کی بات سن رہی ہیں؟ کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں انھوں نے پوچھا کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے کہا یہ کہہ رہے ہیں کہ رسولؐ خدا نے رجب میں عمرہ کیا تھا۔ عائشہ نے کہا: خدا ابن عمر کو بخشے! اپنی جان کی قسم (آنحضرت نے) رجب میں عمرہ نہیں کیا۔ حالانکہ رسولؐخدا نے جو بھی عمرہ کیا تھا یہ ان کے ساتھ تھے۔ عروہ کہتے ہیں ابن عمر سن رہے تھے لیکن نہ تو ہاں کہا اور نہ نا کہا بس چپ بیٹھے رہے [1]

عائشہ کا ازواجِ رسولؐ سے اختلاف: حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ ابو حذیفہ کی بیوی "جو قبیلہ بنی عامر سے تھی اور جس کا نام سہلہ بنت سہیل تھا" ایک مرتبہ رسولؐخدا کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے رسولؐخدا سالم[2] کو ہم اپنا جیسا بیٹا سمجھتے تھے اور یہ میرے پاس اس وقت بھی

---

[1] مسلم جلد ۳ ص ۶۱، بخاری جلد ۵ ص ۸۶ ● [2] سالم ابو حذیفہ کا غلام تھا یہ بڑا ہو جانے کے باوجود بھی گھر میں آتا جاتا تھا جس کو ابو حذیفہ ناپسند کرتے تھے۔

آتا تھا جب میں ایک ہی کپڑے میں ہوتی تھی [۱] اور ہمارے پاس ایک کمرے کے علاوہ دوسرا کمرہ بھی نہیں تھا آپ اس سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں؟ رسولخدا نے فرمایا: تم اس کو دودھ پلا دو سہلہ نے کہا وہ تو اچھا خاصا مسنڈا ہے، داڑھی والا ہے رسولخدا نے کہا تم اسکو دودھ پلا دو تاکہ ابوحذیفہ کا غصہ چلا جائے۔

اس حدیث کا سہارا لیکر ام المومنین عائشہ جس مرد کو اپنے پاس بلانا چاہتی تھیں (یعنی جسکو محرم بنانا چاہتی تھیں) اپنی بہن ام کلثوم بنت ابوبکر سے کہتی تھیں اس کو دودھ پلا دو — اس طرح دودھ پینے والا بھانجہ ہو جاتا تھا اور ام المومنین کے پاس اس کی آمد و رفت شروع ہو جاتی تھی مترجم — اور کبھی بھائی کی لڑکیوں کو حکم دیتی تھیں کہ تم اسکو دودھ پلا دو۔ لیکن پیغمبر کی دیگر بیویوں نے اسے قبول نہیں کیا اور وہ سب کسی بھی مرد کو اس حیلے سے اپنے پاس نہیں آنے دیتی تھیں۔ اور وہ کہا کرتی تھیں کہ رسولخدا نے جو سہلہ بنت سہیل کو حکم دیا تھا وہ صرف سالم کے لئے مخصوص تھا۔ نہیں نہیں خدا کی قسم اس رضاعت کے لئے کوئی مرد ہمارے پاس نہیں آسکتا (یعنی ہمارا محرم نہیں ہو سکتا) [۲]۔

کوئی بھی محقق جب ان روایات کو پڑھے گا تو وہ پہلی مرتبہ اپنی آنکھوں کو جھٹلائے گا اور جو دیکھا ہے اور پڑھا ہے اس پر یقین نہیں کرے گا لیکن دوستو یہ تکلیف دہ حقیقت ہے جس نے عصمت رسولؐ کو داغدار بنا دیا۔ اور آنحضرتؐ کو (معاذ اللہ) پورے درجہ کا بے حیا ثابت کر دیا۔ اور دین خدا کا یہ حکم ایسا ہے کہ جس پر دیوانے بھی خندہ زن ہو گئے۔ اس کو نہ عقل قبول کرتی ہے اور نہ ذوق قبول کرتا ہے نہ مروت قبول کرتی ہے اور نہ شہامت نہ حیا نہ دین! بھلا کونسا مسلمان ہے جو ایسی حدیثوں کو قبول کر سکتا ہے کہ جس رسولؐ نے

---

[۱] فضل کے معنی کام کرتے وقت پہننے والا لباس کے بھی ہیں۔

[۲] مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۶۹۔ (باب رضاعۃ الکبیر) موطا ابن مالک جلد ۲ صفحہ ۱۱۶ (باب ما جاء فی الرضاعۃ بعد الکبر)

غیرت و حیا کو ایمان کا ستون بتایا ہو وہ رسولؐ خود اتنا بے غیرت ہو؟

کیا کوئی مومن اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ اس کی بیوی اپنی چھاتیوں کو نکال کر جوانوں کے منہ میں دیدے تاکہ وہ جوان دودھ پی کر اس کا بچہ اور دودھ پلانے والی اس کی ماں بن سکے ؟ خدا کی قسم یہ بہتان عظیم ہے ۔

میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جو رسولؐ اجنبی عورت کے چھونے اور اس سے مصافحہ کرنے کو حرام قرار دے وہ عورتوں کی چھاتیوں کو چوسنا کیونکر جائز قرار دے سکتا ہے؟ اس قسم کی حدیثوں کو جعل کرنے کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آیا! بلکہ مسئلہ صرف حدیث تک محدود نہیں ہے اس سے دس قدم آگے ہے اس حدیث کو سنۃ متبعۃ بنالیا گیا ہے چنانچہ حضرت عائشہ جن مردوں کو چاہتی تھیں کہ ان کے پاس آجایا کریں ان کو اپنی بہن ام کلثوم بنت ابی بکر کے پاس بھیجدیا کرتی تھیں تاکہ وہ ان کو دودھ پلادیں!

میرے محترم پڑھنے والو! آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ کم از کم وہ مرد پانچ مرتبہ پیٹ بھر جب تک دودھ نہ پی لیں وہ حضرت عائشہ کے پاس نہیں جا سکتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ کی روایت ہے: قرآن میں جو آیت اتری تھی اس میں تھا جب تک دس مرتبہ دودھ نہ پی لے اسوقت تک وہ نشر حرمت کا سبب نہ ہوگا پھر وہ آیت پانچ مرتبہ پینے کے حکم سے منسوخ ہو گئی ۔ اور رسولؐ کا انتقال ہو گیا اور وہ آیت پڑھی جاتی رہی ۔ [1]

اس حدیث کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان کم از کم پانچ مرتبہ ام کلثوم بنت ابی بکر کے پاس جا کر دودھ پیئے تاکہ حضرت عائشہ کا بھانجہ ہو جائے اور پھر اسکے لئے ان کے پاس آنا جانا

---

[1] مسلم جلد ۴ ص ۱۶۷ (باب التحریم بخمس رضعات)

مباح ہو جائے۔

اور شاید یہی وجہ تھی جس کی وجہ سے لوگوں میں کافی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی اور ہر شخص حضرت عائشہ کا مداح ہو گیا تھا اور ان کی عظمت کا قائل ہو گیا تھا اور ان کے پاس جانے کا متمنی رہا کرتا تھا اور اسی لئے حضرت عائشہ کی عظمت اتنی زیادہ ہو گئی تھی کہ بڑے بڑے صحابہ ان کے مقابلہ میں ہیچ نظر آتے تھے۔ اور لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ آدھا دین صرف حضرت عائشہ کے پاس ہے ایسی صورت میں کون ایسا جوان ہوگا "خصوصاً اس زمانہ میں" جو ام المومنین کی قربت کو پسند نہ کرتا ہو؟ مگر کس طرح سے؟ ام کلثوم بنت ابی بکر کا دودھ پی کر یا عائشہ کے بھائی کی لڑکیوں کا دودھ پی کر!

یہ رسوا کن روایات اس عظیم شخصیت کی طرف منسوب کی جاتی ہیں جس سے بڑھ کر تاریخ بشریت نے کسی انسان کو نہیں جانا۔ محترم پڑھنے والو! آپ دیکھیں جب رسولِ خدا نے سہیلہ سے کہا تم اس کو دودھ پلادو تو اس نے کتنی تعجب سے کہا: ارے میں اسکو دودھ پلاؤں وہ تو اچھا خاصا بڑا ہو گیا ہے داڑھی والا ہے۔ اس پر رسولِ خدا ہنسے اور فرمایا: یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ وہ کافی بڑا ہو گیا ہے [۱]

اس حدیث کی قباحت اتنی زیادہ ہے کہ خود راوی اس کو بیان کرنے سے ڈرتا تھا۔ چنانچہ ابن رافع حدیث کو بیان کرنے کے بعد کہتا ہے "اس حدیث کو سال بھر یا تقریباً سال بھر میں نے کسی سے بیان نہیں کیا مجھے ڈر معلوم ہوتا تھا پھر جب القاسم سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے کہا: تم نے مجھ سے ایسی حدیث بیان کی ہے جسکو

---

[۱] مسلم جلد ۴ ص ۱۶۸ (باب رضاعۃ الکبیر)

میں نے اس کے بعد بیان ہی نہیں! اس نے پوچھا کونسی حدیث؟ پھر میں نے بتایا تو اس نے کہا: تم میرے حوالہ سے بیان کرو مجھ سے خود عائشہ نے اس حدیث کو بیان کیا ہے[1]

شاید ام المومنین عائشہ وہ منفرد عورت ہیں جس نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اسی لئے ازواجِ رسولؐ کہا کرتی تھیں: لا واللہ اس رضاعت کے ذریعہ کوئی شخص ہمارے پاس نہیں آسکتا! اور میرا عقیدہ ہے کہ ازواج رسولؐ کا یہ کہنا: ہمارا خیال ہے رسولؐ خدا نے صرف سالم کیلئے اجازت دی تھی یہ عام حکم نہیں تھا! محدثین کا اضافہ ہے کیونکہ ان محدثین نے کہ یہ تو بہت برا ہو جائیگا کہ تمام ازواج عائشہ کے خلاف ہو جائیگی اور اس کی تردید کریں گی جس سے عائشہ کی عظمت میں بٹہ لگے گا لہذا اتنا جملہ اپنی طرف سے اضافہ کر کے ازواج رسولؐ کے سر منڈھ دیا۔

اور صحیح بات تو یہی ہے کہ ازواج کا انکار حق تھا کیونکہ یہ عائشہ سے زیادہ رسولؐ کو پہچانتی تھیں کیونکہ یہ آٹھ تھیں اور انہیں ام سلمہ جیسی نیک خاتون بھی تھی جو عمر رسیدہ کامل العقل تھیں اور یہی چیز رسولؐ خدا کی غیرت کے متقاضی بھی تھی اور ان کی اس عادت کے مناسب تھی کہ محارم کے سلسلہ میں آنحضرتؐ کبھی تساہلی سے کام نہیں لیتے تھے

اور شاید حضرت عائشہ بھی امہات المومنین کی موافقت کریں کہ رسولؐ خدا اس قسم کے معاملات میں تسامح سے کام نہیں لیتے تھے کیونکہ خود ام المومنین عائشہ اپنے بارے میں نقل کرتی ہیں: ایک مرتبہ رسولؐ خدا میرے پاس اس وقت آئے جب ایک شخص میرے پاس بیٹھا تھا اسکو دیکھ آپکو بہت ناگوار ہوا اور میں نے ان کے چہرے پر غیظ و غضب کے آثار دیکھے تو فوراً کہا: خدا کے رسولؐ یہ میرا رضاعی بھائی ہے تو آپ نے فرمایا: چھوڑ اپنے رضاعی بھائیوں کو۔ رضاعت صرف

---

[1] مسلم جلد ۴ ص ۱۶۸ (باب رضاعۃ الکبیر)

بھوک (مراد بچپنے میں) میں ہوتی ہے [1]

شاید ام المومنین رسولخدا کی زندگی میں بھی اجتہاد کرتی تھیں اور آپ کی نظر میں بڑوں کو بھی دودھ پلانا صحیح تھا۔ اس روایت نے یہ بات ثابت کردی کہ وہ رسولؐ کی زندگی میں اسکو مباح سمجھتی تھیں لیکن رسولؐ نے ان کی موافقت نہیں کی بلکہ آپؐ کو غصہ آگیا اور فرمایا: رضاعت صرف مجاعت میں ہوتی ہے یعنی رضاعت صرف ان بچوں کیلئے ہے جن کی غذا دودھ کے علاوہ کچھ اور نہ ہو اور وہ بھوک میں پیئے اور بڑا آدمی چونکہ بھوک کی وجہ سے نہیں پیتا اس لئے اس سے نشر حرمت نہیں ہوگی بس یہ حدیث بڑوں کو دودھ پلانے کے جواز کو باطل کرتی ہے

●●●●

---

[1] مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۷۰ (باب انما الرضاعة من المجاعة) بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۵۰ (کتاب الشہادات)

سنت نبوی میں اختلاف مذاہب

جب حضرت ابوبکر وحضرت عمر سنت نبوی میں اختلاف کر سکتے ہیں ۱؎ اور جب ابوبکر حضرت فاطمہؑ سے سنت نبوی میں اختلاف کر سکتے ہیں ۲؎ اور جب ازواج رسولؐ سنت نبوی میں اختلاف کر سکتی ہیں ۳؎ اور جب ابن عمر حضرت عائشہ سے سنت نبوی میں اختلاف کر سکتے ہیں ۴؎ اور جب عبداللہ ابن عباس اور ابن زبیر سنت نبوی میں اختلاف کر سکتے ہیں ۵؎ اور جب حضرت علیؑ اور عثمان بن عفان سنت نبوی میں اختلاف کر سکتے ہیں ۶؎ اور جب خود صحابہ آپس میں سنت نبوی کے بارے میں اختلاف کر سکتے ہیں ۷؎ جس کی وجہ سے تابعین میں نئے مذاہب ہو گئے، ابن مسعود صاحب مذہب تھے۔ ابن عمر صاحب مذہب تھے، ابن عباس صاحب مذہب تھے، ابن زبیر صاحب مذہب تھے، ابن عیینہ صاحب مذہب تھے، ابن جریج صاحب مذہب تھے حسن بصری صاحب مذہب تھے۔

۱؎ اس سے مانعین زکوٰۃ سے قتال کرنے میں دونوں کا اختلاف مراد ہے جس کے مصادر کو ہم ذکر چکے ہیں

۲؎ اس سے فدک اور نحن معاشر الانبیاء والی حدیث کی طرف اشارہ ہے

۳؎ اس سے رضاعۃ الکبیر کی طرف اشارہ ہے جس کی راوی بی بی عائشہ ہیں۔

۴؎ اس سے رسولؐ خدا کا حالت جنابت میں روزہ رکھنے کی طرف اشارہ ہے۔

۵؎ اس سے ماہ رجب میں عمرہ کرنے کے سلسلہ میں اختلاف کی طرف اشارہ ہے

۶؎ اس سے متعہ کی حرمت و حلیت کے بارے میں اشارہ ہے بخاری جلد ۶ ص ۱۲۸ ملاحظہ فرمائیے۔

۷؎ اس متعۃ الحج کے بارے میں اختلاف کی طرف اشارہ ہے ملاحظہ ہو بخاری جلد ۲ ص ۱۵۳

سفیان ثوری صاحب مذہب تھے امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام شافعی یہ چاروں الگ الگ صاحب مذہب تھے اور ان کے علاوہ بہت سے تھے لیکن عباسی حکومت نے سب کو ختم کرکے صرف ان چاروں مذہبوں کو باقی رہنے دیا جو اہل سنت کے یہاں مشہور ہیں — تو پھر اختلاف مذاہب کو ثابت کرنے کے لئے اور کیا دلیل چاہیئے ؟

اور ان چار مذہبوں میں بھی اکثر فقہی مسائل[۱] کے درمیان اختلاف موجود ہے جس کی وجہ سے سنت نبوی میں اختلاف ہے مثلاً ایک شخص کسی مسئلہ میں حدیث رسول[ص] کی صحت کو تسلیم کرکے حکم دیتا ہے تو دوسرا اپنی رائی سے اجتہاد کرتا ہے یا دوسرے مسئلہ میں نص نہ ملنے کی وجہ سے قیاس کرتا ہے اس لئے آپ دیکھیں گے کہ رضاعت کے مسئلہ میں بہت زیادہ اختلاف ہے کیونکہ حدیثوں میں تناقض ہے ایک شخص ایک قطرہ دودھ سے نشر حرمت کا قائل ہے دوسرا دس مرتبہ پینے پر حرمت کا قائل ہے تیسرا پندرہ مرتبہ پینے پر حرمت کا قائل ہے ۔

---

[۱] جیسے بسم اللہ، وضو، صلاۃ مسافر، اور ایسے اکثر مسائل جن کا شمار ممکن نہیں ہے ۔

سنت نبوی میں شیعہ سنی کا اختلاف

سنت نبوی میں شیعہ سنی کا اختلاف دو اہم اسباب کی بنا پر ہے (۱) شیعہ ان حدیثوں کو قبول نہیں کرتے جن کے راویوں میں ایک راوی بھی غیر عادل ہو چاہے وہ صحابی ہی ہو ۔ کیونکہ شیعہ تمام صحابہ کو عادل نہیں مانتے جیسے کہ سنی بھی غیر عادل کی روایت کو نہیں مانتے ۔ اس کے علاوہ شیعہ ہر اس حدیث نہیں مانتے جو آئمہ اہل بیتؑ کی حدیث سے ٹکرا جائے یہ لوگ آئمہ اہل بیتؑ کی روایت کو دوسروں کی روایت پر مقدم کرتے ہیں چاہے دوسرے لوگ کتنے ہی عظیم المرتبت ہوں ۔ اور یہ لوگ اپنے اس دعویٰ پر قرآن و سنت سے دلیل بھی پیش کرتے ہیں ، بعض کیطرف اشارہ بھی کیا جا چکا ہے ۔

(۲) دوسرا سبب خود مفہوم حدیث کے بارے میں اختلاف ہے ۔ کیونکہ اہل سنت حدیث کی ۔ تفسیر کچھ کرتے ہیں اور شیعہ کچھ ۔ مثلاً "اختلاف امتی رحمۃ" کا مطلب اہل سنت بیان کرتے ہیں کہ فقہی مسائل میں چاروں مذہبوں کا اختلاف تمام مسلمانوں کے لئے باعث رحمت ہے اور شیعہ کہتے ہیں : تحصیلِ علم کیلئے ایک دوسرے کے پاس جانا یہ رحمت ہے ۔ اس حدیث کیطرف اشارہ کیا جا چکا ہے اور امام جعفر صادقؑ کی تفسیر بھی بیان کی جا چکی ہے وہاں مراجعہ فرمایئے

اور کبھی مفہوم حدیث میں اختلاف نہیں ہوتا بلکہ مصداق و مراد میں دونوں فرقوں میں اختلاف ہوتا ہے کہ اس سے مراد فلاں اشخاص ہیں یا فلاں مثلاً "علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی" ۔ اہل سنت کہتے ہیں اس سے مراد ابوبکر ، عمر ، عثمان ، علیؑ ہیں لیکن شیعہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ائمہ اثنا عشر ہیں یعنی حضرت علیؑ سے لیکر محمدؑ

بن الحسن العسکری تک یا مثلاً "الخلفاء بعدی اثنا عشر کلہم من قریش" سے شیعہ بارہ[۱۲] اماموں کو مراد لیتے ہیں اور سنیوں کے یہاں اس کی کوئی تفسیر نہیں ہے۔ ان لوگوں کا اختلاف ان تاریخی واقعات میں ہے جو رسولؐ سے متعلق ہیں جیسے آنحضرتؐ کی ولادت باسعادت! اہل سنت ۱۲ ربیع الاول کہتے ہیں اور شیعہ ۱۷ ربیع الاول، ویسے حقیقت یہ ہے کہ سنت نبوی میں اختلاف فطری بات ہے اس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے جسکو تمام مسلمان مانتے ہوں اور اس کا حکم سب پر لاگو ہو۔ اور اس کی رائے پر سب کو بھروسہ ہو جیسے آنحضرتؐ کی ذات تھی کہ آپ کا حکم و فیصلہ نافذ تھا اور سب ہی اس کو تسلیم کرنے پر مجبور رہتے چاہے ان کا دل قبول نہ کرتا ہو۔

عقل کا فیصلہ ہے کہ امت مسلمہ کی پوری زندگی میں ایک ایسے شخص کا وجود ضروری ہے اس لئے کہ یہ ناممکن ہے کہ آنحضرت اس حکم عقل سے غافل ہوں جبکہ آپ کو خدا نے بتادیا تھا کہ آپ کی امت آپ کے بعد تاویلات کرے گی اس لئے حضور کیلئے ضروری تھا کہ ایک ایسے قائد کو معین کر دیں جو امت کو صحیح راستہ پر قائم رکھے اور اگر انحراف کرے تو صراط مستقیم پر واپس لائے۔

چنانچہ رسولخدا نے اپنی امت کیلئے ایک عظیم قائد کا انتظام فرمایا اور اسکی ولادت سے لیکر سن کمال تک پہنچنے تک اسکی تمام تعلیم و تربیت کی پوری ذمہ داری لی۔ اور وہ پیغمبرؐ کیلئے ایسا ہو گیا جیسے ہارون موسیٰ کیلئے تھے لہذا یہ عظیم عہدۂ قیادت اس کے سپرد کرتے فرمایا: میں ان لوگوں سے تنزیل قرآن پر جنگ کروں گا اور تم تاویل قرآن پر جنگ کرو گے[۱] اور یہ بھی فرمایا: اے علیؑ میرے بعد امت میں ہونے والے اختلافات کو تم بیان کرو گے[۲]

---

[۱] مناقب خوارزمی ص ۴۴، ینابیع المودۃ ص ۲۳۳، الاصابہ جلد ۱ ص ۲۵، کفایۃ الطالب ص ۳۳۴، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۶، احقاق الحق جلد ۶ ص ۳۷

[۲] مستدرک الحاکم جلد ۳ ص ۱۲۲، تاریخ دمشق جلد ۲ ص ۴۸۸، مناقب خوارزمی ص ۲۳۶، کنوز الحقائق ص ۲۰۳، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۳، ینابیع المودۃ ص ۱۸۲

جب قرآن مجید ایسے شخص کا متلاشی ہے جو اس کی تفسیر و توضیح کیلئے جنگ کرے کیونکہ وہ کتاب صامت ہے بول نہیں سکتا اور اس میں متعدد احتمالات ہیں اس کا ظاہر و باطن ہے تو پھر متفرق احادیث نبوی کا کیا حال ہوگا ۔ اور جب کتاب و سنت کا یہ عالم ہے تو ممکن ہی نہیں ہے کہ رسولؐ اپنی امت کے لئے دو ایسے ثقل چھوڑیں جو دونوں گونگے، بہرے ہوں ۔ اور جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ من مانی ان کی تاویلیں کریں تاکہ فتنہ برپا کر سکیں اور اپنے آنے والوں کیلئے سبب گمراہی بن سکیں کیونکہ بعد والے تو ان سے حسن ظن رکھتے ہوں گے اور ان کی عدالت کے قائل ہوں گے یہ اور بات ہے کہ قیامت میں نادم ہوں ۔ قرآن کا ارشاد ہے : يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ●

(پ ۲۲ س ۳۳ (احزاب) آیت ۶۶ تا ۶۸)

جس دن ان کے منہ جہنم میں الٹے پلٹے جائیں گے تو اس دن افسوس ناک لہجہ میں کہیں گے اے کاش ہم نے خدا کی اطاعت کی ہوتی اور رسولؐ کا کہنا مانا ہوتا ! اور کہیں گے ۔ پروردگار (ہم پر تو عذاب ہے ہی) تو ان لوگوں پر دوہرا عذاب نازل کر اور ان پر بڑی سے بڑی لعنت کر ۔

کیا گمراہی اس کے علاوہ کسی اور چیز سے ہوئی ہے؟ خدا نے کسی ایسی امت کو خلق ہی نہیں کیا جس کے لئے رسول نہ بھیجا ہو اور اس رسول نے ان کے لئے راستہ کی وضاحت نہ کی ہو۔ لیکن انھوں نے نبی کے بعد کلام الٰہی میں تحریف و تاویل و تبدیلی کر ڈالی ۔ بھلا کوئی بھی شخص یہ سوچ سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی امت سے کہا ہو میں خدا ہوں؟ حاشا و کلّا خود جناب عیسیٰؑ فرماتے ہیں : میں نے تو ان سے وہی کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا بلکہ

یہ تحریف حب دنیا رکھنے والوں اور خواہشوں کے پجاریوں نے کی ہے ۔

اسی طرح کیا جناب عیسٰیؑ نے حضرت محمدؐ کی بشارت نہیں دی تھی؟ اور ان سے پہلے جناب موسیٰؑ نے ہمارے رسولؐ کی بشارت نہیں دی تھی؟ لیکن لوگوں نے محمد اور احمد کی تاویل (منقذ) سے کر ڈالی جس کے وہ لوگ آج تک منتظر ہیں ۔

اسی طرح امت محمدؐ تاویل کی وجہ سے تہتر ۷۳ فرقوں میں نہیں بٹ گئی جسمیں صرف ایک ہی فرقہ جنتی ہے؟ اور آج ہم انھیں فرقوں کے درمیان زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اچھا بتائیے ان تمام فرقوں میں کوئی ایسا بھی فرقہ ہے جو اپنے کو گمراہ کہتا ہو؟ یا دوسرے لفظوں میں اسطرح سمجھئے کیا کوئی ایسا فرقہ ہے جو کہتا ہو ہم نے کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی مخالفت کی ہے؟ اسکے برعکس ہر فرقہ کہتا ہے کہ کتاب وسنت سے صرف ہم تمسک کرتے ہیں پھر آخر اس کا کوئی حل بھی ہے؟

اور کیا وہ حل رسولؐ خدا کو معلوم نہیں تھا یا خدا کو نہیں معلوم تھا؟ کیونکہ رسولؐ تو صرف مامور تھے جو کہا جاتا تھا کرتے تھے قرآن کہتا ہے: اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ (پ ۳۰ س ۸۸ (غاشیہ) آیت ۲۱ تا ۲۲)

تم تو نصیحت کرتے رہو تم تو بس نصیحت کرنے والے ہو۔ تم ان لوگوں پر داروغہ تو ہو نہیں ۔
استغفر اللہ! خدا تو اپنے بندوں پر لطیف ہے ان کے لئے خیر ہی چاہتا ہے اس لئے اس نے مسئلہ کا حل ضرور پیدا کیا ہوگا۔ خدا کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ اپنی مخلوقات کو مہمل اور بغیر ہدایت کے چھوڑ دے۔ ہاں اگر ہم اپنا عقیدہ یہ قرار دے لیں کہ خدا ہی نے یہ سارے اختلافات ڈلوائے ہیں یہ سب اسی کا کام ہے کہ لوگوں میں اختلاف ڈال کر ان کو گمراہ کر کے جہنم پاٹ دے تو اور بات ہے اور یہ عقیدہ فاسد و باطل ہے۔ میں خدا سے توبہ و استغفار کرتا ہوں کہ اس کی طرف ایسی چیز کی نسبت دوں جو اس کی شان کبریائی اور حکمت کے خلاف ہو۔

پس رسولؐ کا یہ فرمانا : میں تمہارے درمیان خدا کی کتاب اور اپنی سنت چھوڑ تا ہوں!
مسئلہ کا حل نہیں ہے بلکہ مسئلہ کو مزید پیچیدہ کر دینا ہے۔ اور تاویلات کیلئے راستہ ہموار کرنا ہے۔
کیا آپ کو معلوم نہیں ہے جب خوارج نے اپنے امام کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا تو ان کا نعرہ تھا : اے علیؑ حکم تمہارے لئے نہیں ہے حکم تو صرف اللہ کا ہے یہ نعرہ بظاہر بہترین نعرہ ہے لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے والا نعرہ ہے اس کو سن کر آدمی کو خیال آتا ہے یہ شخص احکام الٰہی کی تطبیق چاہتا ہے کسی بھی بشر کا حکم ماننے کو تیار نہیں ہے لیکن حقیقت اس کے برخلاف ہے۔
قرآن کہتا ہے : وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ (پ ۲/س ۲ د بقرۃ) آیت ۲۰۴)
(اے رسولؐ) بعض لوگ (منافقین میں سے) ایسے بھی ہیں جنکی (چکنی چپڑی باتیں اس ذرای) دینوی زندگی میں تمہیں بہت بھاتی ہیں اور وہ اپنی دلی محبت پر خدا کو گواہ بناتے ہیں حالانکہ وہ (تمھارے) دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو ہیں۔

جی ہاں دلفریب نعروں سے ہم لوگ بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں اور ہمکو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے پیچھے کونسا مقصد کارفرما ہے لیکن حضرت علیؑ چونکہ باب مدینۃ العلم تھے اس لئے آپ جانتے تھے لہذا خارجیوں کے نعرہ بازی پر فرمایا : نعرہ تو صحیح ہے لیکن اس سے مراد باطل ہے اور یہ بات تو عام ہے کہ بظاہر حق بات ہی کہی جاتی ہے لیکن اس کے پیچھے باطل کارفرما ہوتا ہے دیکھئے جب خوارج نے کہا : اے علیؑ آپکو حکم کرنے کا حق نہیں ہے یہ تو اللہ کا حق ہے! تو کیا خدا زمین پر ظاہر ہو کر فیصلہ کرتا کہ حق کس کا ہے؟ یا خوارج کو علم تھا کہ حکم خدا قرآن میں ہے لیکن اس تاویل کے ساتھ جو ان کا مقصد تھا؟ ان کی دلیل کیا تھی؟ اور رسولؐ کا فیصلہ کون کرتا کہ حکم خدا کی تاویل ان ہی لوگوں نے کی ہے

حالانکہ حضرت علیؑ سب سے اعلم تھے ۔ سب سے اصدق تھے ۔ اسلام میں سب سے اسبق تھے اور کیا علیؑ کے سوا کوئی قرآن کا علم ان سے زیادہ رکھتا تھا ؟ پس معلوم ہوا کہ یہ دلفریب نعرے اس لئے لگائے جاتے ہیں کہ عوام کو دھوکہ دے سکیں اور ان کی تائید حاصل کر کے اپنی مقصد برآری کریں جیسے کہ آج بھی یہی صورت ہے زمانہ وہی زمانہ ہے اور لوگ بھی وہی لوگ ہیں مکاری، دھوکہ بازی نہ ختم ہوئی ہے نہ ختم ہوگی بلکہ روز افزوں ترقی پر ہے کیونکہ اس زمانے کے دھوکہ بازوں کو پہلے والوں کا تجربہ بھی حاصل ہے ۔ آج بھی کتنی ہی سچی باتیں کہی جاتی ہیں مگر ان کا مقصد در پردہ کچھ اور رہی ہوتا ہے چند مثالیں دیکھئے، وہابیوں کا نعرہ مسلمانوں کے سامنے " توحید و عدم شرک " ہے بھلا کون مسلمان اس کی مخالفت کر سکتا ہے ؟ ہر شخص توحید کا قائل ہے اور شرک کو گناہ سمجھتا ہے ۔ اسی طرح مسلمانوں کا ایک فرقہ اپنے کو " اہل سنت والجماعت " کہتا ہے ۔ آپ ہی بتائیے کون ایسا مسلمان ہے جو اس جماعت کو تسلیم نہ کرے گا جو سنت نبی کی پیرو ہو ؟ یا مثلاً بعض حضرات کہتے ہیں : " امۃ عربیۃ واحدۃ ذات رسالۃ خالدۃ " اب جو شخص حزب بعث کی اندرونی باتوں سے واقف نہ ہو اور اسے یہ معلوم نہ ہو کہ اس حزب کا بانی عفلق عیسائی ہے کیا وہ اس نعرہ سے دھوکہ نہ کھائیگا ؟ ۔

اے علیؑ ہماری جان آپ پر فدا ہو جائے آپ کا حکیمانہ قول اب تک باقی ہے اور جب تک زمانہ باقی ہے وہ باقی ہے کہ بات تو حق ہے مگر مقصود باطل ہے ——— ایک عالم اسٹیج پر جا کر بڑی بلند آواز میں کہتا ہے : جو مجھکو شیعہ کہے گا میں اس کو کافر کہوں گا اور جو مجھکو سنی کہے گا میں اس کو کافر کہوں گا ۔ ہم نہ شیعہ ہیں نہ سنی ہم فقط مسلمان ہیں ۔ یہ جملہ بھی "کلمۃ حق مراد بہا الباطل" کا مصداق ہے ۔ آخر یہ عالم کس اسلام کو کہتا ہے ؟ ہمارے یہاں تو متعدد اسلام ہیں بلکہ صدر اول میں بھی متعدد اسلام تھے علیؑ کا اسلام

معاویہ کا اسلام، دونوں کے ماننے والے بھی تھے اور دونوں میں جنگ بھی ہوئی تو کس کا اسلام مراد ہے؟ اسی طرح ایک اسلام حسینؑ کا ہے اور ایک اسلام یزید کا ہے، اور یزید نے اسلام ہی کے نام پر اہل بیتؑ کو قتل کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ میرے اوپر خروج کرنے کی وجہ سے حسینؑ اسلام سے خارج ہو گئے ایک اسلام ائمۂ اہل بیت اور ان کے شیعوں کا ہے، ایک اسلام حکام کا ہے، ہم نے تو پوری تاریخ میں مسلمانوں میں اختلاف پایا ہے، ایک نرم اسلام ہے جیسا کہ اہل مغرب ان لوگوں کو کہتے ہیں جو یہود و نصاریٰ سے محبت ہی نہیں کرتے بلکہ ان کی جوتیاں چاٹتے ہیں، ایک گرم اسلام ہے جس کو اہل مغرب متعصب، متحجر، دیوانوں کا اسلام کہتے ہیں لیکن اہم بات یہ ہے کہ وہ عالم بعد میں پلٹ گیا۔

بہرحال ان تمام باتوں کی وجہ سے کتاب اللہ و سنتی کسی بھی طرح لائق تصدیق نہیں ہے ___ اس لئے دوسری حدیث ___ جس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے ___ یعنی کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی ہی صحیح ہے کیونکہ اسی حدیث کی وجہ سے تمام مشکلات حل ہو جاتی ہیں اور کسی آیت کی تاویل میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا بشرطیکہ ہم اہل بیت کی طرف رجوع کریں جنکی طرف رجوع کرنے کا حق ہے۔ خصوصاً جب ہم کو معلوم ہے کہ رسولخدا نے ان حضرات کو اسی لئے معین کیا ہے اور وہ اس کے اہل بھی ہیں۔ کوئی مسلمان ان کے کثرت علم، زہد، تقویٰ میں شک نہیں کر سکتا۔ یہی ہر فضیلت میں سب پر سبقت رکھتے ہیں۔ اور خدا نے ان کو تمام نجاستوں سے دور رکھا ہے پاک و پاکیزہ خلق کیا ہے۔ علم کتاب کا وارث بنایا ہے۔ یہ حضرات نہ تو قرآن کی مخالفت کرتے ہیں نہ اس میں اختلاف کرتے ہیں بلکہ قیامت تک قرآن کے ساتھ ہیں۔ رسولؐ نے فرمایا میں تم میں دو قائم مقام چھوڑ کر جا رہا ہوں (ایک تو) خدا کی۔ کتاب جو زمین سے آسمان تک ممدود رسّی ہے اور (دوسرے) میری عترت جو میرے اہلبیتؑ

ہیں اور ان دونوں میں کوئی بھی اختلاف نہ ہوگا یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں[۱]

اور چونکہ میں سچوں کے ساتھ ہونا چاہتا ہوں اس لئے حق بات کہنی ضروری سمجھتا ہوں اور اس میں کسی کی بھی ملامت سے نہیں ڈرتا۔ میرا مقصد رضائے پروردگار اور لوگوں کو راضی کرنے سے پہلے اپنے ضمیر کو مطمئن کرنا ہے کیونکہ مجھے معلوم ہے (اہل سنت) مجھ سے راضی نہیں ہوں گے قرآن کا ارشاد ہے: اے رسولؐ یہود و نصرانی لوگ آپ سے اس وقت تک راضی نہیں ہو سکتے جب تک آپ ان کے مذہب کے پیرو نہ بن جائیں۔

ویسے حق یہی ہے کہ اس موضوع پر حق شیعوں کے حق میں ہے جنھوں نے آلِ رسولؐ کے سلسلہ میں رسولخدا کی وصیت پر عمل کیا اور آل نبی کو اپنے اوپر مقدم کیا اور ان کو امام تسلیم کیا۔ ان کی محبت کرکے اور ان کی پیروی کرکے خدا سے تقرب چاہا ۔۔ ان کو دنیا و آخرت کی کامیابی مبارک ہو کیونکہ انسان جس کو دوست رکھتا ہے اسی کے ساتھ محشور ہوگا اور یہ لوگ تو ان سے محبت بھی کرتے ہیں اور ان کی پیروی بھی کرتے ہیں پھر یہ کیوں کامیاب نہ ہوں گے؟ ۔

اس سلسلہ میں زمخشری نے کہا ہے: ؎

كَثُرَ الشَّكُّ وَالْاِخْتِلَافُ وَكُلٌّ [redacted] يَدَّعِيْ بِاَنَّهُ الصِّرَاطُ السَّوِيُّ
فَتَمَسَّكْتُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحُبِّيْ لِاَحْمَدَ وَعَلِيٍّ

شک اور اختلاف بہت زیادہ ہوگیا اور ہر شخص کا دعویٰ ہے کہ وہی سیدھے راستہ پر ہے

---

[۱] مسند احمد جلد ۵ ص۱۲۲، درمنثور جلد ۲ ص۶۰، کنزالعمال جلد (۱) ص۱۵۴، مجمع الزوائد جلد ۹ ص۱۶۲
ینابیع المودۃ ص۳۸ و ص۱۸۳ مستدرک حاکم جلد ۳ ص۱۴۸ ۔

اور میں نے لا الٰہ الا اللہ سے تمسک کیا اور احمدؐ و علیؑ سے محبت کی ۔

فَازَ کَلْبٌ بِحُبِّ اَصْحَابِ کَهْفٍ   فَکَیْفَ اَشْقیٰ بِحُبِّ آلِ النَّبِیِّ

اصحاب کہف کا کتا ان سے محبت کی وجہ سے کامیاب ہوگیا بھلا پھر میں آل نبی سے محبت کر کے کیونکر کامیاب نہ ہوں گا ؟

پالنے والے ہم کو آل محمدؐ کی حبل ولاء سے تمسک کرنے والوں میں سے قرار دے اور ان کے راستہ پر چلنے والوں میں قرار دے ۔

اِنَّکَ تَهْدِی
مَنْ تَشَاءُ
اِلیٰ صِرَاطٍ
مُّسْتَقِیْم

خمس

جن چیزوں میں شیعہ سنی اختلاف رکھتے ہیں ان میں ایک "خمس" ہے، کسی کے موافق یا مخالف فیصلہ کرنے سے پہلے خمس کے موضوع پر ایک مختصر بحث کرنا چاہتا ہوں اور سب سے پہلے قرآن سے ابتداء کرتا ہوں ارشاد قرآن ہے: وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۝ (پ ۱۰/ س ۸ / (انفال) آیت ۴۱)

اور جان لو جو نفع تم کسی چیز سے حاصل کرو تو اس میں کا پانچواں حصہ خدا اور رسولؐ اور (رسولؐ) کے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسیوں کا ہے

رسولؐ کا ارشاد ہے: تم کو چار چیزوں کا حکم دیا گیا ہے: (۱) خدا پر ایمان (۲) نماز قائم کرنا زکوٰۃ دینا (۳) ماہ رمضان کا روزہ رکھنا (۴) اور جو نفع حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ دینا [۱]

شیعہ حضرات ائمہ اہل بیت کی فرمائش کے مطابق سال بھر جو نفع حاصل ہوتا ہے اس کا خمس نکالتے ہیں اور غنیمت کی تفسیر "حاصل ہونے والی آمدنی" سے کرتے ہیں۔ لیکن اہل سنت کا اجماع ہے کہ خمس صرف جنگ سے حاصل ہونے والی غنیمت میں مخصوص ہے

---

[۱] بخاری جلد ۴ ص ۴۴

اس کے علاوہ کسی چیز میں خمس نہیں ہے اور غنمتم کا ترجمہ "جنگ سے حاصل ہونے والی" چیز سے کرتے ہیں۔ خمس کے سلسلہ میں دونوں فرقوں کے اقوال کا خلاصہ یہی ہے جو میں نے عرض کیا

فریقین کے علماء نے خمس کے موضوع پر بہت سے مقالات تحریر کئے ہیں۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنے کو یا دوسروں کو اہل سنت کے نظریہ پر کیسے مطمئن کروں کیونکہ میرے خیال میں اُنکا نظریہ بنی امیہ کے حکام کے اقوال پر مبنی ہے جن کے سربراہ معاویہ تھے اور جنھوں نے اپنے اور اپنے حاشیہ نشینوں کے لئے تمام اموال مسلمین کو مخصوص کر لیا تھا اور پھر اپنا قائم مقام اپنے بیٹے یزید کو بنایا تھا جو بندروں کتوں کو سونے کے زیورات پہناتا تھا جبکہ بعض مسلمان بھوک سے مر رہے ہوتے تھے۔

اس لئے اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ ان لوگوں نے آیت خمس کی تاویل کر کے صرف غنائم جنگی میں کیوں مخصوص کر دیا ہے اور اس تاویل کی وجہ یہ ہے کہ خمس والی آیت آیات حرب و قتال کے ضمن میں آئی ہے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ جس میں ان کی مصلحت ہوتی ہے اس میں ماقبل و مابعد کے اعتبار سے تاویل کر لیتے ہیں مثال کے طور پر ان لوگوں نے آیت تطہیر کو ازواج رسولؐ کے لئے اس لئے مخصوص کر دیا ہے کہ آیت تطہیر ماقبل و مابعد میں ازواج رسول کا تذکرہ ہے اسی طرح اس آیت : وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۝ کو

(پ ۱۰ س ۹ (توبہ) آیت ۳۴)

اہل کتاب کیلئے مخصوص کرتے ہیں آیت کا ترجمہ یہ ہے! جو لوگ سونا چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اس کو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے ان کو اے رسولؐ تکلیف دہ عذاب کی خبر دے دو!۔

اس سلسلہ میں حضرت ابوذر غفاری کی معاویہ اور عثمان بن عفان سے گفتگو اور اس کی وجہ سے ان کو ربذہ بھیجنے کا قصہ بہت مشہور ہے۔ کیونکہ حضرت ابوذر نے ان لوگوں سے کہا تم سونے چاندی کا ذخیرہ کرتے ہو اور اس پر اسی آیت سے استدلال کیا تو حضرت عثمان نے کعب الاحبار سے پوچھا تمھارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا یہ آیت اہل کتاب کے لئے مخصوص ہے یہ سنتے ہی ابوذر نے کہا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے اے یہودی عورت کے بچے تو ہم کو ہمارا دین سکھاتا ہے۔ حضرت عثمان کو اس پر غصہ آگیا اور انھوں نے ابوذر کو مدینہ سے نکال دیا اور رُبَذہ بھیجدیا۔ وہیں آپ کا عالم غربت میں انتقال ہوگیا اور انکی بیٹی کو۔ کوئی ایسا نہیں مل رہا تھا جو ابوذر کو غسل وکفن دے دے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

اور قرآنی آیات اور نبوی روایات کی تاویل میں اہل سنت کو بہت مہارت ہے ان کا یہ فن مشہور ہے اور یہ سب کچھ پہلے والے خلفاء اور مشہور اصحاب کی پیروی میں تاویل کی جاتی ہے خصوصاً کتاب وسنت کے نصوص صریحہ میں [1]

اگر ہم سلسلہ میں تفصیل سے لکھیں تو ایک مبسوط کتاب ہو جائے، محقق کو صرف کتاب "النص والاجتہاد" کے مطالعہ ہی سے اندازہ ہو جائے گا کہ تاویل کرنے والوں نے احکام الٰہی کے ساتھ کیا کھلواڑ کیا ہے۔ مجھے بھی ایک متلاشی حق کی طرح یہ حق نہیں ہے کہ اپنی خواہش کے مطابق یا اپنے مذہب کے مطابق قرآنی آیات وروایات کی تاویل

---

[1] حضرت امام شرف الدینؒ نے اپنی کتاب "النص والاجتہاد" میں سو موارد سے زیادہ کا ذکر کیا ہے جہاں اہل سنت نے نصوص صریحہ کی تاویل کی ہے تلاش حق کرنیوالوں کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیئے کیونکہ اس میں صرف انھیں چیزوں کا ذکر ہے جس کو علمائے اہل سنت نے لکھا ہے اور اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔

کروں۔ لیکن میں اسکو کیا کروں کہ خود اہل سنت کے علماء نے اپنی صحاح کے اندر لکھا ہے کہ جنگی غنائم کے علاوہ چیزوں میں بھی خمس واجب ہے اور یہ لکھ کر خود انھوں نے اپنے مذہب کی اور اپنے علماء کے تاویل کی رد کر دی ہے ۔

اس کے بعد بھی ایک پہیلی باقی رہتی ہے کہ آخر یہ لوگ وہ بات کیوں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ؟ یہ حضرات اپنی کتابوں میں اپنی صحاح میں انھیں اقوال کے قائل ہیں جو شیعہ کہتے ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے ۔۔۔ آخر کیوں ؟ یہ سوال بغیر جواب کے اپنی جگہ باقی ہے اس میں خمس کا بھی مسئلہ ہے ۔ لیجئے بعض روایات و اقوال کو ملاحظہ فرمائیے

بخاری کے باب " فی الرکاز الخمس " میں ہے : امام مالک و ابن ادریس رکاز جاہلیت کے خزانے ۔۔۔ میں خمس کے قائل ہیں خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اور معدن کا شمار " رکاز " میں نہیں ہے ۔ خود رسولخدا نے فرمایا ہے : معدن میں خمس نہیں ہے رکاز میں خمس ہے [۱] اور (باب مایستخرج من البحر) کے سلسلہ میں ہے : ابن عباس کہتے ہیں عنبر رکاز میں سے نہیں ہے یہ تو ایک ایسی چیز ہے جس کو سمندر نے کنارے پر پھینکدیا ہے (لہذا اس میں خمس نہیں ہے) اور حسن نے کہا ہے عنبر اور موتی میں خمس ہے کیونکہ رسولخدا کا رکاز میں خمس قرار دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو چیز پانی میں ملے اس پر خمس نہیں ہے ۔ [۲]

ان حدیثوں میں تحقیق کرنے والا اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے گا کہ غنیمت کا

---

[۱] بخاری جلد ۲ ص ۱۳۷ (باب فی الرکاز الخمس)

[۲] 〃 〃 ص ۱۳۷ 〃 〃 〃 〃

مفہوم ـــــ جس میں خمس واجب کیا گیا ہے ـــــ جنگی غنائم سے مخصوص نہیں ہے کیونکہ رکاز کا مطلب وہ خزانہ ہے جو زمین کے اندر سے نکالا جاتا ہے اور جو نکالے اس کی ملکیت ہو جاتا ہے لیکن اس خزانہ میں خمس واجب ہے کیونکہ وہ غنیمت ہے جیسے سمندر سے نکالے جانے والے عنبر اور موتی میں خمس واجب ہے اس لئے کہ وہ بھی غنیمت ہے ـــــ پس ثابت ہوا کہ غنیمت صرف جنگ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے **مترجم**

بخاری کی روایت اور ان حدیثوں کو دیکھنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ اہل سنت کے قول و فعل میں تضاد ہے کیونکہ بخاری تو ان کے یہاں معتبر ترین محدث ہیں۔

پس شیعوں کا قول ہی حقیقت کا مصداق ہے جس میں نہ کوئی تناقص ہے نہ اختلاف ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے تمام عقائد احکام میں ائمہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جنکو خدا نے رجس سے پاک قرار دیا ہے اور جو عدل کتاب ہیں جو ان سے متمسک رہے گا وہ گمراہ نہیں ہوگا اور جو ان کی پناہ میں آجائے گا اسکے لئے امن ہی امن ہے۔

اس کے علاوہ اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے جنگوں پر بھروسہ نہیں کر سکتے ـــــ کہ جنگ کرتے رہیں اور اس کے مال غنیمت سے اسلامی حکومت چلاتے رہیں ـــــ کیونکہ جنگ روح اسلام کے خلاف ہے اسلام صلح و سلم کی دعوت دیتا ہے نہ کہ حرب و ضرب کی۔ نیز اسلام کوئی استعماری حکومت بھی نہیں ہے جو پبلک کا مال لوٹتی رہے اور یہی اعتراض مغرب والے ہمارے اوپر اس وقت کرتے ہیں جب ہم رسولؐ اسلام کا ذکر کرتے ہیں تو نہایت ہی بے شرمی سے کہتے ہیں: اسلام تو قہر و غلبہ تلوار اور عوام کو لوٹ کر پھیلا ہے اور وسیع ہوا ہے۔

لیکن مال چونکہ زندگی کی ریڑھ کی ہڈی ہے اور خاصکر جب اقتصاد اسلامی کا

نظریہ ضمان اجتماعی ہو۔ یعنی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اپنے شہریوں کو ماہانہ اتنی رقم مہیا کرتی رہے جس سے ہر شخص زندگی بسر کرسکے اور ناداروں اور عاجزوں کیلئے بھی ذریعہ معاش کی ذمہ داری حکومت پر ہو تب تو مال کی شدید ضرورت مسلم ہے اور یہ اسلامی حکومت اہل سنت کی زکات پر نہیں چل سکتی کیونکہ یہ صرف ڈھائی فیصد سرمایہ مہیا کرسکتی ہے جو حکومت کی ضرورت کو پورا نہیں کرسکتی مثلاً ضرورت بھر فوج، مدرسوں کی تعمیر و تاسیس، اسپتالوں کے اخراجات، سڑکوں کو بنوانا ان کی مرمت کرنا وغیرہ وغیرہ کے لئے یہ زکوٰۃ کافی نہیں ہوگی چہ جائیکہ ہر فرد بشر کیلئے اتنی آمدنی مہیا کرنا جس سے اس کی زندگی کی گاڑی چلتی رہے ۔ اسی طرح اسلامی حکومت دائمی جنگوں اور قتل و غارت کے سہارے بھی نہیں چل سکتی ۔

آج کی ترقی یافتہ بڑی بڑی حکومتوں کو دیکھئے تو پتہ چل جائیگا کہ یہ حکومتیں اپنی بقا کے لئے تمام مواد استھلا کیہ پر اتنا ٹیکس لگاتی ہیں جو تقریباً خمس کے برابر ہے اور یہی ٹیکس اسلام نے خمس کے نام پر مسلمانوں کیلئے واجب قرار دیا ہے کیونکہ یہ لوگ جس کو (T.V.A) کہتے ہیں وہ ۱۸/۵ فیصد کے حساب سے ہے ۔ اور اگر سالانہ آمدنی والے ٹیکس کو شامل کرلیا جائے تو سَو میں بیس یا کچھ زیادہ ہو جاتا ہے ——— اور یہی چیز اسلام نے رکھی تھی ———

پس ائمہ اہل بیت سلام اللہ علیہم مقاصد قرآن سے سب سے زیادہ واقف تھے ۔ اور کیوں نہ ہو آخر یہی حضرات ترجمان القرآن تھے ۔ اگر ان کی بات مانی جاتی تو اسلامی حکومت کے اقتصادیات اور اجتماعیات کا یہ بہترین حل نکالتے لیکن افسوس اسی کا ہے کہ حکومت و قیادت دوسروں کے ہاتھ میں تھی جنھوں نے زبردستی خلافت

پر قبضہ کر لیا تھا اور صحابہ کے صالح افراد کو دھوکہ سے قتل کر دیا تھا جیسے کہ معاویہ کیا کرتا تھا۔ ان لوگوں نے اپنی دنیاوی وسیاسی مصالح کے پیش نظر احکام خداوندی کو بھی بدل دیا تھا۔ یہ لوگ خود تو گمراہ تھے ہی دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا۔ اور امت کو ایسی پستی میں گرا دیا جس سے ابتک وہ ابھر نہ سکی۔ اور اہل بیت کے نظریات وافکار کی پابندی شیعہ کرتے رہے۔ لیکن ان کی تطبیق نہیں کر سکے کیونکہ ان کو مشرق ومغرب میں در بدر کر دیا گیا تھا عباسی واموی حکام ہر وقت انکی تلاش میں رہا کرتے تھے۔

البتہ جب عباسی واموی حکومتوں کا خاتمہ ہو گیا اور شیعوں کو زندگی کی سانس لینے کا موقع ملا تو انھوں نے خمس کی ادائیگی علی الاعلان شروع کر دی جبکہ آئمہ کی زندگی میں ان کو خفیہ طریقے سے دیا کرتے تھے اور اب یہ شیعہ حضرات اپنے خمس کو اس دینی مرجع کو دیتے ہیں جس کی تقلید کرتے ہیں۔ اور جو امام مہدی عجل اللہ تعہ فرجہ کا نائب ہوتا ہے اور یہ مراجع اس خمس کی رقم کو شرعی مصارف میں خرچ کرتے ہیں مثلاً حوزات علمیہ کی تاسیس، امور خیر، عموی کتب خانے، یتیموں کی سرپرستی، وغیرہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اہم کاموں میں خرچ کرتے ہیں جیسے علوم دین حاصل کرنے والے طلاب کو وظیفہ دیتے ہیں۔

ان باتوں سے ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ شیعہ علماء حکومت کے پابند نہیں ہوتے وہ خود مستقل ہوتے ہیں۔ کیوں کہ خمس ان کی ضروریات کے لئے کافی ہوتا ہے، بلکہ صاحب حق کو یہ حضرات خود اس کا حق پہنچاتے ہیں اس لئے یہ حکومت کی قربت نہیں چاہتے۔

البتہ علمائے اہل سنت چونکہ حکومت کے مصارف پر پلتے ہیں۔ ان کیلئے

حاکم شہر کی طرف سے وظائف معین ہوتے ہیں اور حاکم کو اختیار ہوتا ہے جس کو چاہے اپنے سے قریب کرے اور جسکو چاہے دور کرے اس لئے ہر ایک حاکم کی چاپلوسی کرتا ہے تاکہ اس کو قربت نصیب ہو جائے اور حاکم کی مرضی کے مطابق یہ لوگ فتویٰ بھی دیدیتے ہیں۔ لہذا عوام الناس کے بجائے حاکم وقت سے زیادہ قریب ہوتا ہے

محترم پڑھنے والو! آپ خود دیکھیں کہ اس تاویل نے امت کا بیڑا غرق کردیا کہ نہیں؟ اور اس کو اس کے اصلی راستہ سے ہٹا دیا کہ نہیں؟ اس لئے ان نوجوان مسلمانوں کی ملامت نہیں کی جاسکتی جو اسلام چھوڑ کر کمیونسٹ ہوتے جا رہے ہیں کیونکہ ایک تو انھوں نے کمیونسٹ مذہب میں دولت کی تقسیم کو بانسبت مبنی بر عدالت دیکھا ہے کہ ہر فرد کو ثروت کی تقسیم برابر ہوتی ہے برخلاف ہمارے ملکوں میں کہ ہمارے یہاں طبقاتی نظام جیسا نظام ہے اس میں ظلم زیادہ ہے ہمارے یہاں کے لوگ چاہتے ہیں کہ پورے ملک کی ثروت خود سمیٹ لیں اور اکثریت کو فقر و فاقہ میں مبتلا چھوڑ دیں۔ اور دوسرے یہ کہ وہ جوان یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے یہاں مالدار شخص وہ ہے جو سال میں ایکمرتبہ زکوٰۃ نکال دے اور وہ زکواۃ غریبوں میں تقسیم کردی جائے جو دس فیصد لوگوں کے لئے بھی کافی نہ ہوگی۔

● ● ● ●

تقلید

حضرات شیعہ کہتے ہیں : فروع دین ـــــ یعنی شریعت کے وہ احکام عبادی ہوں مثلاً نماز ، روزہ ، حج زکوٰۃ وغیرہ ـــــ میں ہر انسان کے لئے تین چیزوں میں سے کسی نہ کسی ایک کا پابند ہونا چاہیئے ۔

(۱) انسان خود مجتہد ہو یعنی اگر اسمیں صلاحیت ہو تو ادلۂ احکام میں نظر و فکر کر کے خود حکم خدا کا استنباط کرے ـــــــــــــــــــــــ

(۲) اگر مجتہد نہ ہو اور احتیاط پر عمل کر سکتا ہو تو احتیاط پر عمل کرے ۔

(۳) اگر یہ (دونوں باتیں) ممکن نہ ہوں تو مجتہد جامع الشرائط کی تقلید کرے یعنی ایسے مجتہد کی تقلید کرے جو زندہ ہو ، عاقل ہو ، عادل ہو ، عالم ہو ، اپنے نفس کو گناہوں سے بچانے والا ہو ، اپنے دین کی حفاظت کرنے والا ہو ، خواہشات نفس کی مخالفت کرنے والا ہو ـــــــــــــــــــــــ

یہ بات ملحوظ رہے کہ فرعی احکام میں اجتہاد واجب کفائی ہے یعنی واجب تو سب پر ہے لیکن اگر کوئی مجتہد ہو جائے تو دوسروں سے ساقط ہو جائیگا ورنہ سبھی گناہگار ہونگے اور اس سلسلہ میں وہ اشخاص جو اپنی عمر کا بیشتر حصہ اور تمام اوقات تحصیل علم میں صرف کر دیتے ہیں اور ان کو ملکہ حاصل ہو جاتا ہے تو عوام ایسے شخص کی طرف فرعی اعمال میں رجوع کرتے ہیں اور اس کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہیں

اسی کو تقلید کہا جاتا ہے ۔

اجتہاد کوئی آسان چیز نہیں ہے اور نہ ہی ہر شخص کے بس کی بات ہے ۔ اجتہاد کے لئے بہت زیادہ وقت، بہت سے علوم و معارف کا جاننا، کافی اطلاع رکھنا ضروری ہے اور یہ بات اسی شخص کو حاصل ہوتی ہے جو محنت و مشقت کرتا ہے اور تعلیم و تعلم میں اپنی عمر گزار دیتا ہے بلکہ اجتہاد بہت ہی خوش قسمت لوگوں کو حاصل ہوتا ہے، آنحضرتؐ کا ارشاد ہے: جب خدا اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر کرنا چاہتا ہے تو اس کو دین کا فقیہ بنا دیتا ہے، یہی چیزیں اہل سنت کے یہاں بھی ضروری ہیں ۔ اور انھیں شرائط کو وہ بھی تسلیم کرتے ہیں بس مجتہد کا زندہ ہونا ان کے یہاں شرط نہیں ہے ۔

البتہ تقلید پر عمل کرنے کے سلسلہ میں شیعہ اور سنی میں واضح اختلاف موجود ہے، کیونکہ شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جو مجتہد شرائط مذکورہ کا جامع ہوتا ہے وہ زمانۂ غیبت میں امام علیہ السلام کا نائب ہوتا ہے وہی حاکم اور رئیس مطلق ہوتا ہے جس طرح سے قضایا اور لوگوں میں امام کو حق ہوتا ہے وہی حقوق مجتہد جامع الشرائط کو بھی ہوتے ہیں ۔ شیعوں کے نزدیک مجتہد جامع الشرائط صرف مرجع ہی نہیں ہوتا کہ اس سے فقط فتاوی حاصل کیے جائیں بلکہ اس کو اپنے مقلدین پر ولایت عامہ ہوتی ہے اسی لئے تمام مقلدین احکام میں لڑائی جھگڑے میں اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ اسی کو خمس و زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ مجتہد اس مال کو امام علیہ السلام کی نیابت میں شرعی امور میں خرچ کرتا ہے ۔

لیکن اہل سنت کے یہاں مجتہد کو یہ اختیارات نہیں حاصل ہوتے کیونکہ وہ لوگ یہ نہیں مانتے کہ امام علیہ السلام رسول خدا کا نائب ہوتا ہے وہ لوگ صرف فقہی مسائل میں چاروں امام ـــــ ابو حنیفہ، احمد بن حنبل، مالک، شافعی ـــــ میں سے

کسی ایک کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ اور ہمارے معاصرین میں بعض علماء اہل سنت اس بات کے قائل ہیں کہ چاروں اماموں میں سے مخصوصاً کسی ایک کی تقلید واجب نہیں ہے بلکہ یہ حضرات اپنے مصالح کے اعتبار سے کچھ مسائل میں کسی کی تقلید کرتے ہیں اور کچھ مسائل میں کسی دوسرے کی تقلید کرتے ہیں جیسا کہ سید سابق نے ایک فقہ کی کتاب ایسی لکھی ہے جس میں چاروں اماموں سے حسب نظر خود ہر ایک کے فتاویٰ نقل کئے ہیں کیونکہ اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ ان ائمہ کے اختلاف ہی میں رحمت ہے ۔ مثلاً ایک مالکی کو اگر اپنے مسئلہ کا حل امام مالک کے یہاں نہیں ملتا تو وہ اس مسئلہ میں ابو حنیفہ کے فتویٰ پر عمل کر سکتا ہے

میں اپنے پڑھنے والوں کیلئے ایک مثال بیان کرتا ہوں جس سے میرا مطلب مزید واضح ہو جائے گا ہمارے یہاں ٹیونس کے محکمہ قضا میں ایک نوجوان لڑکی تھی جس کا ایک جوان سے عشق ہو گیا ۔ لڑکی نے اس جوان سے شادی کرنی چاہی لیکن اس کا باپ نامعلوم اسباب کی بنا پر لڑکی کی شادی اس جوان سے کرنے پر تیار ہی نہیں ہوا جس کے نتیجہ میں لڑکی اپنے باپ کے گھر سے بھاگ گئی اور اس جوان سے شادی کر لی ۔ باپ نے قاضی کے یہاں اپنی لڑکی کی شکایت کر دی اور جب قاضی کے پاس لڑکی اور اس کا شوہر دونوں حاضر ہوئے اور اور قاضی نے لڑکی سے پوچھا : تم اپنے باپ کے گھر سے کیوں بھاگ گئیں ؟ اور اپنے باپ کی مرضی کے بغیر کیوں شادی کی ؟ تو لڑکی نے جواب دیا : سیدی (مولائی) میری عمر ۲۵ سال کی ۔ ہو چکی ہے مجھے اس جوان سے عشق ہو گیا میں نے خدا و رسولؐ کے حکم کے مطابق اس نو جوان سے شادی کرنی چاہی لیکن میرا باپ راضی نہ ہوا اور وہ میری شادی ایک ایسے جوان سے کرنا چاہتا تھا جسکو میں ناپسند کرتی تھی ، لہذا میں نے حضرت ابو حنیفہ کی رائے کے مطابق اس جوان سے شادی کر لی کیونکہ فتویٰ ہے بالغ لڑکی اپنی پسند سے شادی کر سکتی ہے ۔

قاضی صاحب نے خود مجھ سے اس واقعہ کو بیان کیا تھا ۔ خلاصہ یہ کہ قاضی صاحب نے کہا : اس لڑکی کے بیان کے بعد ہم نے مسئلہ کے بارے میں تحقیق کی تو معلوم ہوا حق لڑکی کے ساتھ ہے (علامہ تیجانی) فرماتے ہیں : میرا خیال ہے کسی عالم نے جس کی معلومات وسیع تھی اس نے ، اس لڑکی کو بتایا ہو گا کہ وہ کیا کہے ۔ قاضی صاحب نے کہا : میں نے باپ کا دعویٰ خارج کر دیا اور شادی کو صحیح قرار دیا ۔ میرے فیصلہ کے بعد باپ ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہوئے غصہ میں وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلا "حَنَّفَتِ الْكَلْبَةُ" کتیا حنفی ہو گئی ــــ اور یہ کتیا کی لفظ اس نے توہین کی خاطر استعمال کی تھی جیسا کہ اس نے بعد میں کہا : اس لڑکی سے بری ہو گیا ہوں ۔ یہ مسئلہ چاروں مذہبوں میں محل اختلاف ہے ۔ جناب مالک کہتے ہیں لڑکی اگر کنواری ہے تو ولی امر کی مرضی کے بغیر شادی نہیں کر سکتی اور اگر کنواری نہیں ہے تو بھی ولی امر شادی میں شریک ہے بایں معنی کی لڑکی تنہا اپنی مرضی سے شادی نہیں کر سکتی بلکہ ولی امر کی موافقت ضروری ہے ۔ اور جناب ابو حنیفہ فرماتے ہیں : بالغ لڑکی خواہ وہ کنواری ہو یا نہ ہو وہ اپنی شادی میں خود مختار ہے اور وہ اپنا صیغہ جاری کر سکتی ہے ۔

مثال کے طور اسی ایک مسئلہ نے باپ بیٹی کے درمیان اختلاف پیدا کر دیا اور باپ نے لڑکی سے بیزاری اختیار کر لی ۔ اور نہ جانے کتنے باپ ہوں گے جو اپنی لڑکیوں سے مختلف اسباب کی بنا پر اظہار برائت کرتے ہوں گے ان میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ لڑکی اپنے عاشق کے ساتھ بھاگ جاتی ہے ۔ اور اظہار بیزاری کے نتائج بڑے بھیانک ہوتے ہیں ۔ کبھی کبھی باپ اپنی لڑکی کو میراث سے محروم کر دیتا ہے اور لڑکی اپنے بھائیوں سے نفرت کرنے لگتی ہے ۔ اور بھائی اس سے اظہار برائت کرنے لگتے ہیں کہ اس نے ہمارا سر ندامت سے جھکا دیا ۔

اس سے پتہ چلا کہ اہل سنت کا یہ کہنا کہ: امت کا اختلاف باعث رحمت ہے صحیح نہیں ہے یا کم از کم ہر جگہ بہر حال اختلافی مسائل میں صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم معاشرے کے مسلمات اور قبائلی تقلیدوں سے باہر نہیں جا سکتے کیونکہ یہ تصور ناممکن ہے کہ معاشرہ کی تربیت چونکہ مالکی نظریہ کے مطابق ہوئی ہے اس لئے ناممکن ہے کہ کوئی لڑکی اپنے باپ کے گھر سے اپنے عاشق کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور اگر کسی نے ایسا کر لیا تو وہ اسلام سے خارج ہو گئی یا اتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کر لیا جو قابل بخشش نہیں ہے حالانکہ اس نے جو کچھ بھی کیا وہ اس کا حق ہے اور شرعاً صحیح ہے پس حنفی معاشرہ مالکی معاشرہ کے مقابلہ میں آسان ہے۔ اور نہ معلوم عورت کے کتنے حقوق انھیں مذہبی اختلافات کی نذر ہو جاتے ہیں اور ان سب کو اسلام کے سر تھوپ دیا جاتا ہے۔ اس لئے ہم بعض لڑکیوں کی مذمت نہیں کر سکتے جو اپنے بزرگوں کے ظلم و جور نا شروع کا شکار ہو کر اپنے دین کا انکار کر بیٹھتی ہیں۔

اس کے بعد ہم پھر اصل موضوع کیطرف آتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک والی تقلید اپنے مقلد کو وہ حقوق نہیں دیتی جس کے شیعہ قائل ہیں یعنی نیابت رسولؐ اور یہ سب کچھ شوریٰ کی دین ہے اور خلیفہ کے انتخابی ہونے کا نتیجہ ہے، چونکہ حضرات اہل سنت نے اپنے کو یہ اختیار دے رکھا ہے کہ جسکو چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں اس لئے اس کا یہ نتیجہ تھہری ہے کہ اس کو معزول بھی کر سکتے ہیں اسکو تخت خلافت سے اتار بھی سکتے ہیں اس کی جگہ اس سے بہتر کو بیٹھا بھی سکتے ہیں پس گویا اماموں کے یہ حضرات امام ہیں اور یہ شیعہ نظریات کے بالکل برعکس ہے

اہل سنت کے پہلے امام ـــــ ابوبکر ـــــ کو دیکھئے خلیفہ ہونے کے بعد انھوں نے جو پہلا خطبہ دیا ہے اس میں فرماتے ہیں: لوگو! مجھے تمہارے اوپر حاکم

تو بنا دیا گیا ہے لیکن میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں اس لئے اگر میں اطاعت کروں تو تم لوگ میری مدد کرو اور اگر میں نافرمانی کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔ پس گویا ان کو اس بات کا اقرار ہے کہ جن لوگوں نے ان کی بیعت کی اور ان کو منتخب کیا ہے خطا و معصیت کی صورت میں ان کو مقابلہ کا بھی حق ہے

اور شیعوں کے پہلے امام ۔۔۔ حضرت علیؑ ۔۔۔ کو دیکھئے کہ جو لوگ ان کی امامت کے قائل ہیں وہ نص کے تابع ہیں اور حضرت علیؑ کی ولایت مطلقہ کے اسی طرح قائل ہیں جیسے خدا و رسولؐ کی ولایت مطلقہ کے قائل ہیں۔ یعنی ان کے یہاں یہ تصور ہی نہیں ہے کہ جسکو خدا و رسولؐ معین کریں گے وہ غلطی بھی کر سکتا ہے اسی طرح امت کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ آپ کے احکام کی نافرمانی کرے یا اس کا مقابلہ کر سکے۔ کیونکہ خداوند عالم کا قرآن میں ارشاد ہے: مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا

(پ ۲۲ س ۳۳ (احزاب) آیت ۳۶ -)

اور نہ کسی ایماندار مرد اور نہ کسی ایماندار عورت کے لئے جائز ہے کہ جب خدا اور اس کا رسولؐ کسی کا حکم دیں تو ان کو اپنے اس کام (کے کرنے نہ کرنے) کا اختیار ہو، اور (یاد رہے کہ) جس شخص نے خدا اور اسکے رسولؐ کی نافرمانی کی وہ یقیناً کھلم کھلا گمراہی میں مبتلا ہو چکا۔

اور چونکہ حضرت علیؑ کی مسلمانوں پر امامت خدا اور رسول کی طرف سے تھی لہذا انکی نافرمانی ناممکن ہے اور ان کے لئے بھی محال ہے کہ کسی گناہ کا ارتکاب کریں اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے

ان دونوں میں حوض کوثر پر میرے پاس پہنچنے تک کسی اختلاف کا امکان نہیں ہے [1]

اور انھیں دونوں نظریوں ـــــ اہل سنت کے یہاں شوریٰ اور شیعوں کے یہاں نص ـــــ سے کیفیت تقلید پر دونوں کا استدلال سمجھ میں آتا ہے، لیکن اس کے بعد دونوں میں ایک اور اختلاف باقی رہ جاتا ہے اور وہ ہے میت کی تقلید کیونکہ اہلِ سنت ایسے اماموں کی تقلید کرتے ہیں جن کو مرے ہوئے صدیاں بیت چکی ہیں اور اسی زمانہ سے ان لوگوں نے اجتہاد کا دروازہ ہی بند کر دیا ہے۔ ائمہ اربعہ کے بعد والے علماء کا کام مذاہب اربعہ کے فقہ پر نظم و نثر کی صورت میں حاشیہ لگانا یا شرح لکھنا پس ان کا یہی کام رہ گیا ہے اسی لئے ہمارے بعض معاصرین نے علم لغاوت بلند کر دیا ہے اور وہ ببانگ دہل کہتے ہیں: زمانے کی مصلحت کے پیش نظر اور ایسے نئے مسائل پیدا ہو جانے کی وجہ سے جو ائمہ اربعہ کے زمانے میں نہیں تھے اجتہاد کا دروازہ کھولنا بہت ضروری ہے اور اجتہاد کی طرف رجوع کرنا واجبی امر ہے۔

لیکن شیعہ چونکہ میت کی تقلید جائز ہی نہیں سمجھتے اس لئے وہ اپنے احکام میں اس زندہ مجتہد کی طرف رجوع کرتے ہیں جو شرائط مذکورہ کا جامع ہوتا ہے اور یہ بھی صرف امام معصوم کی غیبت کے زمانہ میں ہے کیونکہ امام معصوم نظروں کے سامنے نہیں ہے اس لئے عادل علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ لیکن امام معصوم جب ظاہر

---

[1] تاریخ بغداد جلد ۱۴ ص ۳۲۱، تاریخ ابن عساکر جلد ۳ ص ۱۱۹، مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۲۴
تاریخ الخلفاء ابن قتیبہ جلد ۱ ص ۷۳، کنز العمال جلد ۵ ص ۳۰۔ ربیع الابرار زمخشری، صواعق محرقہ ص ۱۲۲، ترمذی جلد ۵ ص ۲۹۷، ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۵۷۲

ہونگے تو پھر علماء کی تقلید نہیں ہوسکتی

اب سنی مالکی کہتا ہے : یہ چیز امام مالک کے قول کی بنا پر حلال ہے یا حرام ہے حالانکہ امام مالک کو مرے ہوئے ۱۴ سو سال ہو گئے اسی طرح حنفی ، حنبلی ، شافعی سنی بھی کہتا ہے : کیونکہ یہ چاروں امام ـــــ ابوحنیفہ ، مالک ، شافعی ، احمد بن حنبل ـــــ ایک ہی زمانہ میں پیدا ہوئے اور ایک دوسرے کے شاگرد رہے اور کوئی بھی سنی ان چاروں کے لئے عصمت کا قائل نہیں ہے جیسے کہ خود ان چاروں نے بھی عصمت کا دعویٰ نہیں کیا ۔ بلکہ اہل سنت ان لوگوں سے غلطی ہونے کو خارج از امکان نہیں سمجھتے بلکہ کہتے ہیں : اگر مجتہد نے مطابق حق بات کہی تو اس کے لئے دو اجر ہے اور غلط کہی تو ایک اجر ہے

لیکن امامی شیعہ کے یہاں تقلید کے دو مرحلے ہیں (۱) آئمہ معصومینؑ کا زمانہ تقریباً ساڑھے تین صدی پر مشتمل ہے اس دور میں شیعہ حضرات اپنے اماموں کی تقلید کرتے تھے اور یہ ائمہ کوئی بات اپنی رای اور اجتہاد سے نہیں کہتے تھے بلکہ اپنے ابا و اجداد سے میراث میں جو علم و روایات ان کو ملی تھیں ان کے مطابق کہتے تھے مثلاً کسی بھی مسئلہ میں وہ حضرات کہتے تھے میرے باپ نے اپنے باپ سے اور انھوں نے رسولؐ خدا سے اور انھوں نے جبرئیل سے اور انھوں نے خدا سے روایت کی ہے

(۲) دوسرا مرحلہ غیبت کا زمانہ ہے جو آج تک ہے اسمیں شیعہ کہتے ہیں : یہ چیز امام خمینی کی نظر میں حلال ہے یا حرام ہے یا یہ چیز سید خوئی کی نظر میں حلال ہے یا حرام ہے اور دونوں زندہ ہیں اور ان کی رای استنباط احکام کے سلسلہ میں قرآن و سنت اور ائمہ اہل بیتؑ سے منقول روایات کے مطابق ہوتی ہے پہلے تو یہ اہل بیتؑ کی روایا

کو لیتے ہیں اس کے بعد عدول صحابہ کی رائی کو مدرک قرار دیتے ہیں ۔ شیعہ حضرات سب سے پہلے ائمہ اہل بیت کی روایات کو معتبر مانتے ہیں کیونکہ آئمہ اہل بیت شریعت میں ذاتی رائی کو استعمال نہیں کرتے ان کا قول ہے : ہر مسئلہ میں خدا کا حکم موجود ہے لہذا وہ حکم خدا کو بیان کرتے ہیں ۔ اب اگر کسی مسئلہ میں ہمکو خدا کا حکم نہیں ملتا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا نے اس مسئلہ کا حکم ہی بیان نہیں کیا ہے بلکہ یہ ہمارا قصور اور ہماری جہالت ہے جس کی بنا پر ہمکو خدا کا حکم نہیں مل پایا کسی چیز کا نہ جاننا اس بات کی دلیل ہرگز نہیں ہے کہ وہ چیز ہی موجود نہیں ہے اور ان کے قول کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے : وَمَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ ۔

(پ ۷ س ۶ (انعام) آیت ۳۸)

ہم نے کتاب (قرآن) میں کوئی بات فروگذاشت نہیں کی ۔

وہ عقائد جنکی بنا پر سنی حضرات شیعوں کا مذاق اڑاتے ہیں

جن عقائد کی بنا پر سنی حضرات شیعوں پر طعن وطنز کرتے ہیں وہ محض اس عناد وتعصب کی بنا پر ہے جسکو صدر اسلام میں حضرت علیؑ سے کینہ رکھنے کی وجہ سے امویوں اور عباسیوں نے ایجاد کیا تھا ان لوگوں کے تعصب وبغض کا عالم یہ تھا کہ اسّی سال تک منبروں سے حضرت علیؑ پر لعنت کی جاتی رہی تھی اس لئے یہ بات قابل تعجب نہیں ہے کہ یہ حضرات شیعوں کو گالیاں دیں اور ہر الزام واتہام شیعوں کے سر تھوپ دیں اور اسی کا نتیجہ یہ آپہنچا ہے کہ کسی سنی کو یہودی کہہ کر پکارا جائے تو اس کو ناگوار نہیں ہوگا لیکن اگر شیعہ کہدیا جائے تو وہ بھنا کر رہ جاتا ہے ہر شہر اور ہر زمانہ میں سنیوں کا یہی طریقہ رہا ہے اور کسی کا شیعہ ہونا ان کے نزدیک گالی کے مرادف ہے کیونکہ شیعوں کے عقائد ان کے عقائد کے خلاف ہیں شیعہ ان کی جماعت سے خارج ہیں لہذا جو جی میں آئے یہ لوگ شیعوں کو بکتے رہتے ہیں اور ہر قسم کی تہمت ان پر لگاتے رہتے ہیں نئے نئے نام رکھتے ہیں اور شیعوں کے ہر قول وہر عمل کی مخالفت کرتے ہیں۔

چنانچہ اب آپ مصنف (الهدایۃ) کا یہ فتویٰ سنیں اور اپنا سر پیٹیں یہ حضرت سنیوں کے بہت ہی مشہور اور معتبر عالم ہیں آپ اپنی مشہور کتاب (الهدایۃ) میں فرماتے ہیں: داہنے[1] ہاتھ میں انگوٹھی پہننا سنت نبوی ہے لیکن اس کا چھوڑ دینا اس لئے واجب ہے کہ اسکو

---

[1] ربیع الابرار میں زمخشری نے لکھا ہے کہ سنت نبوی کے برخلاف بائیں ہاتھ میں جس شخص نے سب سے پہلے انگوٹھی پہنی وہ معاویہ بن ابی سفیان ہے

شیعوں نے اپنا شعار بنالیا ہے یہئے سینوں کے حجۃ الاسلام ابو حامد الغزالی کا بھی فتویٰ سن لیجئے :

قبروں کو چوکور (مسطح) بنانا شرعی امر ہے لیکن چونکہ رافضیوں نے اس کو اپنا شعار بنالیا ہے اس لئے ہم لوگ قبروں کو ماہی پشت بناتے ہیں۔ لگے ہاتھوں ابن تیمیہ کا فتویٰ بھی سن لیجئے جنکو بعض حضرات بیسویں صدی کا مصلح اعظم سمجھتے ہیں وہ منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں : یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے بعض ان مستحبات کو ترک کردینے کا حکم دیا ہے جو شیعوں کے شعار بن گئے ہوں کیونکہ اگرچہ ان مستحبات کا ترک واجب نہیں ہے لیکن ان پر عمل کرنے سے اہل سنت شیعوں کے مشابہ ہوجائیں گے اور شیعہ سنی میں تمیز نہ ہو سکے گی اس لئے ان کا چھوڑ دینا بہتر ہے کیونکہ شیعوں کی مخالفت اور ان کا چھوڑ دینا اس مستحب پر عمل کرنے سے کہیں زیادہ مصلحت رکھتا ہے [1]

اسی طرح حافظ عراقی سے پوچھا گیا : آپ تحت الحنک کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا : میں نے داہنی طرف سے نکالنے کی تعین طبرانی کی ایک ضعیف حدیث کے علاوہ کہیں نہیں دیکھی اور بالغرض اگر ایسا ثابت بھی ہو جائے تو شاید وہ اس طرح ہو کہ داہنی طرف سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالا جاتا ہے جیسا کہ بعض لوگ کرتے بھی ہیں لیکن چونکہ یہ طریقہ امامیہ کا شعار بن چکا ہے اس لئے اس سے اجتناب کرنا چاہیئے تاکہ امامیہ سے مشابہت نہ ہونے پائے [2]

سبحان اللہ ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ! میرے محترم قاری آپ نے اس اندھے تعصب کا اندازہ لگایا ؟ آخر ان (نام نہاد) علماء کے لئے کیسے یہ بات جائز ہوگی کہ چونکہ شیعہ سنت نبوی پر عمل کرتے ہیں لہذا سنت نبوی کو چھوڑ دینا چاہیئے اور پھر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ صریحی طور پر اس کے سنت نبوی ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں ایسی بے حیائی کو سلام

---

[1] منہاج السنۃ جلد ۲ ص۱۴۳ بحث (التشبہ بالروافض)

[2] شرح المواہب للزرقانی جلد ۵ ص۱۳ ۔

علامہ تیجانی فرماتے ہیں : اس خدا کی حمد جس نے آنکھ والوں پر حق واضح کر دیا اور طالب حق کے لئے حق روشن کر دیا اے اہل سنت بتاؤ سنت سے کون تمسک کرتا ہے ؟ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم پر یہ بات واضح کر دی کہ شیعہ ہی سنت کی پیروی کرنے والے ہیں اور آپ ہی نے اس بات کی شہادت بھی دی ہے۔ اور آپ ہی حضرات نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ جان بوجھ کر سنت رسولؐ کی مخالفت آپ ہی حضرات ائمہ اہل بیتؑ اور ان کے مخلص شیعوں کی مخالفت کیوجہ سے کرتے ہیں۔ اور آپ ہی لوگ سنت معاویہ کی پیروی کرتے ہیں جیسا کہ زمخشری نے ربیع الابرار کے اندر بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی بحث میں کہا ہے ——— اسی طرح تراویح کی بدعت میں آپ حضرات نے حضرت عمر کی اتباع کی ہے اور اس سنت رسولؐ کو چھوڑ دیا ہے جس نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ نماز نافلہ لوگ اپنے گھروں میں فرادا پڑھا کریں۔ اسکو جماعت سے نہ پڑھا کریں۔ جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا ہے [1] اور خود حضرت عمر نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ یہ بدعت ہے [2] حالانکہ خود حضرت عمر نے تراویح نہیں پڑھی کیونکہ وہ تراویح کو صحیح نہیں سمجھتے تھے چنانچہ بخاری میں عبدالرحمن ابن عبدالقاری سے مروی ہے کہ عبدالرحمان کہتے ہیں : میں عمر بن خطاب کے ساتھ ماہ رمضان کی ایک رات میں مسجد کی طرف گیا تو دیکھا کہ لوگ مختلف حصوں میں بٹے ہیں کوئی اپنی نماز فرادیٰ پڑھ رہا ہے کوئی اپنے قبیلہ کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے حضرت عمر نے یہ دیکھ کر کہا : میرا خیال ہے کہ اگر یہ سب ایک قاری کے ساتھ پڑھیں تو زیادہ بہتر ہے پھر انھوں نے

---

[1] بخاری جلد ۷ ص ۹۹ (باب مایجوز من الغضب والشدۃ لامر اللہ عزوجل)

[2] بخاری جلد ۲ ص ۲۵۲ کتاب صلوٰۃ التراویح)

اس بات کو طے کر لیا اور ابی ابن کعب کے ساتھ لوگوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیدیا۔ اس کے بعد پھر میں ایک رات حضرت عمر کے ساتھ گیا تو دیکھا تمام لوگوں کو ایک ہی قاری پڑھا رہا ہے یہ دیکھ کر حضرت عمر نے کہا: یہ کتنی عمدہ بدعت ہے [۱]

اے حضرت عمر آپ نے اس کی ابتداء کر کے خود کیوں اس سے فرار کیا؟ حالانکہ جب آپ امیر تھے تو آپ ہی کو یہ پڑھانا چاہیئے تھا نہ یہ کہ آپ تو سب سے الگ ہو کر تفریح کریں اور فرمائیں یہ کتنی عمدہ بدعت ہے۔ اور یہ رسولخدا کی ممانعت کے بعد "عمدہ شئی" کیسے ہو سکتی ہے؟ کیونکہ جب لوگوں نے شور وغل کیا اور آپ کے دروازے پر کنکریاں ماریں اور اصرار کیا کہ آنحضرتؐ نافلۂ رمضان پڑھائیں تو آنحضرتؐ اپنے گھر سے غصہ میں بھرے ہوئے نکلے اور فرمایا: تمھاری عادتیں نہیں بدلیں میرا خیال تھا کہ نافلۂ رمضان تم پر واجب کر دیا جائیگا (اور ایسا نہیں ہوا تو) تم لوگ (نافلہ نمازیں) اپنے گھروں میں پڑھا کرو۔ یاد رکھو نماز واجب کے علاوہ ہر شخص کے لئے بہتر ہے اپنے گھر ہی میں نماز پڑھا کرے [۲]

اسی طرح آپ لوگوں نے سفر میں نماز پوری پڑھکر آنحضرتؐ کی سیرت کی مخالفت کی ہے کیونکہ حضورؐ نے سفر میں نماز قصر پڑھی تھی [۳] اور آپ حضرات نے حضرت عثمان کی پیروی کی ہے۔ کیونکہ انھوں نے یہ بدعت کی تھی کہ سفر میں نماز کو پوری پڑھتے تھے۔ اور اگر میں لکھنے بیٹھوں کہ آپ لوگوں نے کہاں کہاں سنت رسولؐ کی

---

[۱] بخاری جلد ۲ ص ۲۵۲ کتاب صلواۃ التراویح)

[۲]

[۳] بخاری جلد ۲ ص ۳۵، عائشہ نے بھی تاویل کر کے سفر میں چار رکعت پڑھی تھی ملاحظہ ہو ص ۳۶

مخالفت کی ہے تو پوری ایک کتاب اسی موضوع پر تیار ہو جائے لیکن چونکہ آپ لوگوں نے خود ہی اسکا اقرار کر لیا ہے تو اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اور آپ لوگوں نے خود اس بات کی گواہی دی ہے کہ رافضی لوگ سنت رسولؐ کی پیروی کیا کرتے ہیں۔

ان تمام باتوں کے بعد کیا جاہلوں کا یہ کہنا صحیح ہے کہ شیعہ تو صرف حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی پیروی کرتے ہیں؟ یعنی رسولؐ خدا کی پیروی نہیں کرتے میں پوچھتا ہوں کیا اہل سنت رسولؐ خدا کی پیروی کرتے ہیں؟ کیا ان لوگوں کا مقصد یہ ہے کہ وہ ثابت کریں کہ حضرت علیؑ نے رسولؐ خدا کی مخالفت کر کے نیا دین ایجاد کیا ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

حضرت علیؑ ہی تو خالص سنت رسولؐ پر عمل کرنے والے ہیں آپ ہی سنت رسولؐ کے مفسر اور اس پر عمل کرنے والے ہیں خود آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: "علی منی بمنزلتی من ربی"[1] یعنی جس طرح میں وحیداً فریداً اپنے خدا کی تبلیغ کرتا ہوں اسی طرح وحیداً فریداً علیؑ میری تبلیغ کرنے والے ہیں! مگر حضرت علیؑ کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ ثلاثہ کی خلافت کو نہیں تسلیم کیا اور علیؑ کے شیعوں کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انھوں نے اس معاملہ میں حضرت علیؑ کی پیروی کی اور ابوبکر، عمر، عثمان کی خلافت کو چھوڑ دیا لہذا ان کو رافضی کہا جانے لگا۔

اہل سنت شیعوں کے عقائد و اقوال کو صرف دو وجہوں سے نہیں مانتے (۱) اس دشمنی کی وجہ سے جس کی آگ بنی امیہ کے حکام نے جھوٹ بول کر جھوٹے پروپیگنڈے کر کے جھوٹی روایات گڑھ کے بھڑکائی ہے

(۲) شیعوں کے عقائد ان کے نظریات سے میل نہیں کھاتے یہ لوگ خلفاء کی تائید

---

[1] صواعق محرقہ ص۱۰۶، ذخائر العقبیٰ ص۶۴، الریاض النضرۃ جلد۲ ص۲۱۵، احقاق الحق جلد۷ ص۲۱۷۔

کرتے ہیں نصوص صریحہ کے مقابلہ میں خلفاء کی غلطیوں اور اجتہادات کی تصویب کرتے ہیں خصوصاً بنی امیہ اور ان کے گرو گھنٹال معاویہ کی خطاؤں کی تاویل کرتے ہیں۔

اسی لئے ہر محقق اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ شیعہ سنی اختلاف سقیفہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس کے بعد کے جتنے بھی اختلافات ہیں وہ سب اسی کی دین ہیں۔ اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ شیعوں کے جن عقائد پر یہ لوگ اعتراض کرتے ہیں وہ وہی عقائد ہیں جن کی چوٹ خلافت پر پڑتی ہے مثلاً ائمہ کی تعداد، حضرت علیؑ کی خلافت پر نص، عصمت ائمہ، علم ائمہ، بداء، تقیہ، امام غائب کا عقیدہ وغیرہ وغیرہ۔

ہم نے جب جذبات سے الگ ہوکر دونوں کے عقائد سے بحث کی تو پتہ چلا دونوں کے عقیدوں میں بہت زیادہ دوری نہیں ہے اور اہل سنت کے رکیک و بے ہودہ اعتراضات جو شیعوں پر ہوتے ہیں ان کی بھی کوئی معقول توجیہ نہیں ہے کیونکہ جب آپ ان سنیوں کی کتابوں کو پڑھیں گے جو شیعوں کو گالیاں دیتے ہیں تو ایسا معلوم ہوگا کہ شیعوں نے اسلام کی مخالفت کی ہے اس کے مبادی و مقاصد کے مخالف ہیں انھوں نے کوئی الگ دین ایجاد کر لیا ہے، حالانکہ منصف مزاج محقق یہ جانتا ہے کہ شیعوں کا ہر عقیدہ قرآن و سنت سے ثابت ہے بلکہ جو لوگ شیعوں کی مخالفت کرتے ہیں (یعنی سنی حضرات) خود ان کی کتابوں میں بھی شیعوں کے عقیدے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ شیعوں کا کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو عقل یا نقل یا اخلاق کے مخالف ہو اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں اب ان کے عقائد کو تحریر کر رہا ہوں آپ ان کو پڑھیے اور میری بات کی تصدیق کیجئے۔

عصمت

شیعوں کا عقیدہ :- امام کو نبی ہی کی طرح تمام رذائل سے و فواحش ظاہری و باطنی سے مہد سے لحد تک پاک ہونا ضروری ہے امام سے عمداً یا سہواً کوئی خطا نہیں ہو سکتی نہ اس سے بھول چوک خطاء نسیان کا امکان ہے کیونکہ ائمہ رسولؐ ہی کی طرح حافظ شرع متین ہیں جو دلیل عصمت انبیاء پر قائم ہے وہی عصمت آئمہ پر بھی ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے [1]

اب آپ ملاحظہ فرمائیں کیا یہ عقیدہ عصمت قرآن کے منافی ہے ؟ سنت کے مخالف ہے ؟ عقل کی نظر میں محال ہے ؟ اس سے اسلام پر کوئی دھبہ آتا ہے ؟ رسولؐ خدا یا (ائمہ معصومین) کی تنقیص ہوتی ہے ؟

حاشا وکلا ! یہ عقیدہ کتاب و سنت کے مطابق ہے عقل سلیم اس کی تائید کرتی ہے اس سے عظمت رسولؐ میں زیادتی ہوتی ہے بلکہ اس کے برعکس جو عقیدہ ہے ــــ کہ نبی خطا کار گنہگار ہوتا ہے ــــ وہی غلط ہے کیونکہ اس سے سفاہت کا اظہار ہوتا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ نبی غلطی کرے اور عوام الناس اس کی اصلاح کریں ؟

آیئے اب قرآن مجید سے بحث کریں کہ وہ عصمت کا قائل ہے کہ نہیں ؟

(۱) اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

(پ ، ۲۲ ، س ، ۳۳ ، (احزاب) آیت ، ۳۳ -)

---

[1] عقائد الامامیہ ص ۶۷ عقیدہ نمبر ۲۴ -

اے اہل بیت رسولؐ بیشک اللہ کا یہ ارادہ ہے کہ تم کو ہر قسم کی نجاست وگندگی سے پاک رکھے اور جو حق طہارت ہے اسطرح تمکو پاک و پاکیزہ قرار دے ـــــ اب رجس (جسکا مطلب ہر قسم کے خبائث ہیں) کے دور کرنے اور تمام گناہوں سے پاک کرنے کا مطلب کیا عصمت کے علاوہ اور بھی کچھ ہو سکتا ہے؟ اگر کوئی مطلب ہے تو کیا ہے؟

(۲) اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ

(پ ۹، س ۷، اعراف) آیت ۲۰۱)

پرہیزگاروں کو جب کبھی شیطان کا خیال چھو بھی گیا تو وہ چونک پڑتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ـــ یعنی جب شیطان کسی مومن کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو وہ مومن چونک پڑتا ہے اور حق کو دیکھکر اس کی پیروی کرنے لگتا ہے جب متقی کا یہ حال ہے تو جن لوگوں کو خدا نے منتخب کیا ہے اور ان سے اذہاب رجس کیا ہے ان کے بارے میں آپکا کیا خیال ہے؟ ۔

(۳) ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا (پ ۲۲ س ۳۵ فاطر) آیت ۳۲)

پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے صرف ان کو قرآن کا وارث بنایا جن کو اہل سمجھ کر منتخب کیا ـــ ظاہری سی بات ہے جسکو خدا منتخب کرے وہ یقیناً تمام گناہوں سے معصوم ہوگا ۔

اور یہی وہ آیت ہے جب مامون نے تمام علماء کو جمع کر کے حضرت امام علی رضاؑ سے مناظرہ کرایا تھا تو امام نے اسی آیت سے استدلال کر کے ثابت فرمایا تھا کہ اس آیت سے مراد آئمہ معصومین ہیں انھیں کو خدا نے منتخب کر کے وارث کتاب بنایا ہے اور ان لوگوں نے اس کا اعتراف بھی کیا [1]

---

[1] العقد الفرید جلد ۳ صـ ۴۲ ۔

بطور نمونہ مشتے از خروارے" چند آیتوں کو پیش کیا گیا ہے ان کے علاوہ بہت سی دوسری آیتیں ہیں جو آئمہ کی عصمت کو ثابت کرتی ہیں جیسے "ائمۃ یھدون بامرنا" والی آیت — لیکن اختصار کے پیش نظر اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

حدیثوں سے عصمت پر استدلال:

(۱) یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ [۱]

لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم نے اس پر عمل کیا تو گمراہ نہ ہوگے (اور وہ) قرآن اور میری عترت ہیں

یہ حدیث صریحی طور سے آئمہ اہل بیت کی عصمت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ قرآن معصوم ہے وہاں باطل کی رسائی نہیں ہے — اور اہل بیت عدیل قرآن ہیں لہذا یہ بھی معصوم ہونگے — دوسری بات یہ ہے کہ قرآن و عترت سے تمسک کرنے والا گمراہ نہ ہوگا۔ پس حدیث نے بتایا کہ کتاب خدا و عترت دونوں معصوم ہیں کیونکہ جن سے تمسک عدم گمراہی کا سبب ہے تو وہ چیزیں بدرجہ اولیٰ معصوم ہوں گی۔

(۲) اِنَّمَا مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ [۲]۔

تمھارے درمیان ہمارے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے کہ جو اس پر سوار ہو گیا

---

[۱] ترمذی جلد ۵ ص ۳۲۸، مستدرک الحاکم جلد ۳ ص ۱۴۸، مسند امام احمد حنبل جلد ۵ ص ۱۸۹

[۲] مستدرک الحاکم جلد ۲ ص ۳۴۳، کنز العمال جلد ۵ ص ۹۵، صواعق محرقہ ص ۱۸۴ —

اس کو نجات مل گئی اور جو اس سے الگ رہا وہ ڈوب گیا۔

یہ حدیث بھی واضح طور سے دلالت کرتی ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ معصوم ہیں اسی لئے جو بھی ان کی کشتی پر سوار ہوگا اسکو نجات ہے اور جو نہ سوار ہوگا وہ گمراہ ہوگا۔

(۳) مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَحْيَا حَيَاتِيْ وَيَمُوْتَ مَمَاتِيْ وَيَدْخُلَ الْجَنَّةَ الَّتِيْ وَعَدَنِيْ رَبِّيْ وَهِيَ جَنَّةُ الْخُلْدِ فَلْيَتَوَلَّ عَلِيًّا وَذُرِّيَّتَهُ مِنْ بَعْدِهٖ فَاِنَّهُمْ لَنْ يُخْرِجُوْكُمْ بَابَ هُدًى وَلَنْ يُدْخِلُوْكُمْ بَابَ ضَلَالَةٍ ؎۱

جسکو میری جیسی زندگی اور میری جیسی موت اور اس جنت الخلد میں جانا پسند ہو جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اسکو چاہیئے کہ علیؑ سے اور ان کے بعد ان کی اولاد سے محبت کرے کیونکہ یہ لوگ تمکو ہدایت کے دروازے سے نکالیں گے نہیں اور گمراہی کے دروازے میں داخل نہیں کریں گے۔

یہ حدیث بھی صریحی طور سے اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ ائمہ اہل بیت ــــ حضرت علیؑ اور ان کی ذریت پاک ـــــ خطا و غلطی سے معصوم ہیں کیونکہ یہ اپنے ماننے والوں کو کبھی باب ضلالت میں داخل نہیں کریں گے اور واضح ہے کہ جس سے خطا ممکن ہوگی وہ لوگوں کی ہدایت نہیں کر سکے گا۔

(۴) اَنَا الْمُنْذِرُ وَعَلِيٌّ الْهَادِيْ وَبِكَ يَا عَلِيُّ يَهْتَدِي الْمُهْتَدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ

میں انذار کرنے والا ہوں اور علیؑ ہدایت کرنے والے اے علیؑ میرے بعد ہدایت

؎۱ کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۵ مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۸، اصابہ ابن حجر، جامع کبیر طبرانی، تاریخ ابن عساکر جلد ۲ ص ۹۹، مستدرک الحاکم جلد ۳ ص ۱۲۸ حلیۃ الاولیاء جلد ۴ ص ۳۴۹ احقاق الحق جلد ۵ ص ۱۰۸۔

چاہنے والے تم ہی سے ہدایت پاسکیں گے۔ ؂۱

یہ حدیث عصمت امام پر دلالت کرتی ہے ـــــ اس کے علاوہ خود حضرت علیؑ نے اپنے لئے اور اپنے بعد والے آئمہ کے لئے عصمت کا اثبات فرمایا ہے جہاں آپ نے فرمایا ہے: کہاں جا رہے ہو؟ کہاں ڈانواں ڈول پھر رہے ہو؟ حالانکہ پرچم ہدایت بلند ہیں نشانیاں واضح ہیں۔ مینار ہدایت منصوب ہیں پس تم کو کہاں گمراہ کیا جا رہا ہے؟ ارے تم اندھے کیوں ہو گئے ہو جب کہ تمہارے نبیؐ کی عترت تمہارے درمیان میں ہے۔ (سنو) عترت نبی ہی زمام حق ہے، دین کا پرچم ہے، سچائی کی زبان ہے، بہترین منازل قرآن کی جگہ ان کو سمجھو، شدت پیاس تڑپتے ہوئے جانوروں کی طرح ان کے پاس (علوم دین حاصل کرنے کیلئے) دوڑ کر آؤ۔ لوگو! اپنے رسولؐ کی بات مانو: ہم میں سے جو مرتا ہے وہ مرتا نہیں ہے۔ ہم میں سے جس کو تم کہنہ سمجھتے ہو وہ کہنہ نہیں ہوتا۔ جو بات نہیں جانتے ہو اسکو نہ کہو۔ زیادہ تر حق وہی ہوتا ہے جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ جس شخص کے خلاف تمہارے پاس کوئی دلیل نہ ہو (اور وہ میں ہوں) اس کو معذور سمجھو کیا میں نے تمہارے درمیان ثقل اکبر پر عمل نہیں کیا؟ اور تم میں ثقل اصغر کو نہیں چھوڑا، تمہارے لئے ایمان کا جھنڈا نہیں گاڑا۔ ؂۲

قرآن، سنت اور اقوال حضرت علیؑ جو سب کے سب ائمہ کی عصمت پر دلالت

؂۱ تفسیر طبری جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۸ تفسیر رازی جلد ۵ صفحہ ۲۷۱ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۵۰۲ تفسیر شوکانی جلد ۳ صفحہ ۷، درمنثور جلد ۴ صفحہ ۴۵، نورالابصار صفحہ ۷۱ مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۹، تفسیر ابن جوزی جلد ۴ صفحہ ۳۰۷، شواہد التنزیل جلد ۱ صفحہ ۲۹۳ الفصول المہمۃ، ینابیع المودۃ۔ ● ؂۲ نہج البلاغۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ اس خطبہ کی شرح کرتے ہوئے محمد بن عبدہ نے لکھا ہے: اہلبیت کے جو لوگ مرتے ہیں وہ درحقیقت مرتے نہیں کیونکہ انکی روح عالم ظہور میں باقی رہتی ہے اور ساطع رہتی ہے

کرتے ہیں کیا اس کے بعد عقل قبول نہیں کرتی کہ جس کو خدا نے ہدایت کے لئے منتخب کیا ہے اسکو معصوم ہونا چاہیئے ؟ یقیناً عقل اس کو قبول کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ایسے لوگوں کا معصوم ہونا واجب ہے کیونکہ جس کے سپرد قیادت اور بشری ہدایت کی ذمہ داری سونپی جائے گی ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ ایسا عادی انسان ہو جو قدم بہ قدم ٹھوکریں کھائے اور بھول، چوک، خطا، نسیان، کا شکار ہو گناہوں اور خطاؤں سے اس کی پشت سنگین ہو اور لوگ اس پر نقد و اعتراض کریں اور اس کے معائب بیان کریں، اس کے بخلاف عقل کا مسلم فیصلہ ہے کہ ایسے شخص کو اپنے زمانہ کا سب بڑا اعلم سب سے زیادہ بہادر سب سے زیادہ متقی ہونا ضروری ہے، یہ ایسی صفات ہیں جس سے قائد کی شان عظیم ہوتی ہے لوگوں کی نظروں میں اس کا وقار بڑھتا ہے، دنیا اس کا احترام کرتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بغیر کسی دباؤ یا چاپلوسی کے لوگ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

اور جب صورت حال یہ ہے تو جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے ان کے خلاف یہ طعن و طنز کیا ؟ ۔ ان کے خلاف یہ ہلڑ ہنگامہ کیوں ؟ آپ برابر اہلسنت کا اعتراف شیعوں کے خلاف سنتے ہی ہوں گے کہ شیعہ لوگ تو وہی ہیں کہ جس سے بھی محبت کرتے ہیں اس کو عصمت کا تحفہ دیدیتے ہیں : یہ کہ عصمت کا قائل کفر کا قائل ہے ۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ عصمت ائمہ کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ائمہ کو (خدا کی طرح) نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ، جی نہیں نہ یہ ہے نہ وہ ہے، اور نہ عصمت کا قول کوئی عجیب و غریب بات ہے اور نہ محال ہے، شیعوں کے نزدیک عصمت کا مفہوم یہ ہے کہ معصوم عنایت الٰہی اور رعایت ربانی سے گھرا ہوتا ہے ۔ نہ تو شیطان اس کو گمراہ کر سکتا ہے اور نہ ہی نفس امارہ کا اس کی عقل پر غلبہ ہو سکتا ہے جس سے وہ گناہ کر سکے اور یہ بات تو خدا نے اپنے متقین بندوں کیلئے

جائز قرار دی ہے جیسا کہ آیت :۔ اَلَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ● میں کہا ہے اور یہ عصمت خدا نے اپنے بندوں کیلئے معین حالت میں رحمت فرمائی ہے کہ اگر سبب عصمت زائل ہو گیا تو عصمت بھی زائل ہو جائیگی اور وہ سبب تقویٰ ہے جب بندہ تقوائے الٰہی سے دور ہو جاتا ہے تو پھر خدا کیطرف سے وہ عنایت و رعایت ربانی بھی ختم ہو جاتی ہے لیکن جس امام کو خدا منتخب کرتا ہے وہ تقوائے الٰہی و خشیت خدائی سے ہٹ ہی نہیں سکتا لہذا اس سے اس کی عصمت بھی دور نہیں ہو سکتی۔

قرآن مجید نے جناب یوسفؑ کے بارے میں فرمایا ہے: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ● (پ ۱۲ س ۱۲ (یوسف) آیت ۲۴)

زلیخا نے یوسفؑ کے ساتھ (برا) ارادہ کر ہی لیا تھا اور اگر یوسفؑ نے اپنے پروردگار کی دلیل نہ دیکھ لی ہوتی تو وہ بھی) قصد کر بیٹھتے (ہم نے ان کو اس لئے بچایا) تاکہ ان سے برائی اور بدکاری کو دور رکھیں بیشک (یوسفؑ) ہمارے خالص بندوں سے تھے۔

بعض مفسرین نے جو یہ لکھدیا ہے کہ جناب یوسفؑ نے بھی برائی کا ارادہ کیا تھا وہ غلط ہے حاشا وکلا انبیائے خدا اس فعل بد کا ارادہ کر سکتے تھے؟ بلکہ ہَمَّ بِہَا کا مطلب یہ ہے کہ یوسفؑ نے زلیخا کو ہٹانے کا ارادہ کیا تھا اور اگر ضرورت پڑے تو زلیخا کو مارا بھی جا سکتا ہے لیکن خدا نے جناب یوسفؑ کو اس غلطی سے بچالیا کیونکہ اگر وہ ایسا کرتے تو وہ بھی متہم ہو سکتے تھے اور زلیخا کی دلیل یوسفؑ کے خلاف قائم ہو جاتی اور ان کی طرف برائی منسوب ہو جاتی ——— درحقیقت اگر ہَمَّ بِہَا پر وقف کیا جائے جیسا کہ موجودہ قرآن پر اعراب لگا ہے تب تو جناب یوسفؑ سے بھی ارادہ ثابت ہوتا ہے اور اس وقت ارادہ کا مطلب یہی ہو گا کہ

یوسفؑ نے اس کو دور کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اگر ہَمَّتْ بِہٖ پر وقف کیا جائے تو ھم زلیخا کا ارادہ سوٗ ثابت ہوتا ہے اور یوسفؑ کے ارادے کو متعلق کرکے منفی بنایا گیا ہے یعنی اگر یوسفؑ نے برھان رب نہ دیکھا ہوتا تو وہ بھی برائی کا ارادہ کرتے لیکن چونکہ انھوں نے برھان رب دیکھ لیا تھا اس لئے برائی کا ارادہ نہیں کیا **مترجم** ———

دوسری جگہ قرآن اعلان کرتا ہے: وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ۔ پ ۱۳ س ۱۲ (یوسف) آیت ۵۳
جب خدا اپنے بندوں میں سے اولیاء منتخب کرتا ہے تو ان کو تعلیم دیتا ہے اور ان سے فحشاء وسوء کو دور کر دیتا ہے جس طرح کہ ان کے نفوس پر رحم کرتا ہے تاکہ وہ نفوس زیغ و کجی کے شکار نہ ہو سکیں اور یہ سب اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ اولیاء خدا کے خالص بندے ہوتے ہیں۔
اور اگر کوئی شخص خدا کے خالص بندوں کی عصمت کا قائل نہیں ہے تو وہ اپنی رائے میں آزاد ہے ہم اسکو مجبور نہیں کرتے کہ وہ جب تک خود قانع نہ ہو جائے ہماری بات مان ہی لے اور ہم اسکے عدم عقیدۂ عصمت کے باوجود اس کی رائے کا احترام کرتے ہیں اسی طرح اس کی بھی ذمہ داری ہے کہ دوسروں کی رائے کا احترام کرے ایسا نہ ہونا چاہیئے جیسا کہ ایک صاحب پیرس میں تقریر کرنے جب آئے تو آتے ہی عصمت کے عقیدے کے ماننے والوں پر زبردست نقد و تبصرے کی بھرمار کر دی یا جیسا کہ بہت سے علماء اہل سنت اپنی کتابوں میں عقیدۂ عصمت کا مذاق اڑاتے ہیں ۔

آئمہ کی تعداد

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت کے بعد بغیر کسی کمی یا زیادتی کے آئمہ کی تعداد بارہ اور صرف بارہ ہے۔ خود رسولِ خدا نے ان کے ناموں اور ان کی تعداد کا (اس طرح) اعلان کر دیا تھا[1]

(۱) حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔
(۲) حضرت امام حسن علیہ السلام
(۳) حضرت امام حسین علیہ السلام
(۴) حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام (زین العابدینؑ)
(۵) حضرت امام محمد ابن علی علیہ السلام (الباقرؑ)
(۶) حضرت امام جعفر ابن محمد علیہ السلام (الصادقؑ)
(۷) حضرت امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام (الکاظمؑ)
(۸) حضرت امام علی ابن موسیٰ علیہ السلام (الرضاؑ)
(۹) حضرت امام محمد ابن علی علیہ السلام (الجوادؑ)
(۱۰) حضرت امام علی ابن محمد علیہ السلام (الھادیؑ)
(۱۱) حضرت امام حسن ابن علی علیہ السلام (العسکریؑ)

---

[1] ینابیع المودۃ جلد ۳ ص ۹۹

(۱۲) حضرت امام محمد ابن الحسن عجؔ علیہ السلام (المہدی المنتظر)

یہی وہ صرف بارہ امام ہیں جن کی عصمت کے شیعہ حضرات قائل ہیں۔ لہٰذا کوئی شخص مسلمانوں کو دھوکہ نہ دے کہ شیعہ تو اہل بیت کی عصمت کے قائل ہیں لہٰذا شاہ حسین ملک اردن اور ملک حسن ثانی بھی تو اہل بیت سے ہیں اور اب شیعوں نے امام خمینی رحؔ کا اضافہ کر دیا ہے پس یہ سب معصوم ہیں اگر کوئی یہ کہتا ہے تو افترا و کذب کا مرتکب ہے یہ بات تو معمولی اور عام شیعہ بھی نہیں کہتا چہ جائیکہ پڑھا لکھا طبقہ اور علمائے کرام۔ دراصل یہ پروپیگنڈہ کرنے والے خیال کرتے ہیں کہ اس طرح نوجوانوں کو گمراہ کر سکیں گے حالانکہ یہ محض خام خیالی ہے شیعہ ابتدا سے آج تک صرف انھیں بارہ کی عصمت کے قائل ہیں اور ان بارہ کا نام رسولخداؐ نے اس وقت بتا دیا تھا جب یہ حضرات پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ خود بعض علمائے اہل سنت نے بھی ان کے اسما تحریر کیئے ہیں جیسا کہ ہم لکھ چکے۔ بخاری و مسلم نے بھی ائمہ کی تعداد بارہ ہی لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ سب قریش سے ہونگے [۱] اور یہ حدیثیں اسی وقت صحیح ثابت ہونگی اور انکے معانی درست ہونگے جب ائمہ سے مراد آئمہ اہل بیت مراد لیے جائیں جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں۔ ورنہ سنی تو آج تک اس پہیلی کو حل نہیں کر سکے کیونکہ آئمہ کی تعداد تو وہ بھی ۱۲ مانتے ہیں لیکن وہ کون بارہ ہیں؟ اس کا جواب ان کے پاس نہیں ہے اور شیعوں کی بات وہ مان نہیں سکتے اس لئے یہ پہیلی اپنی جگہ پر لاینحل ہے

---

[۱] بخاری جلد ۸ صـ۱۲۷ ، مسلم جلد ۶ صـ۳ ۔

علم ائمہ

اہلسنت شیعوں پر جو اعتراض کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے: شیعوں کا عقیدہ ہے کہ پروردگار عالم نے ائمہ کو ایسا علم دیا ہے جسمیں کوئی شریک نہیں اور امام اعلم زمانہ ہوتا ہے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ امام سے کوئی بات پوچھی جائے اور وہ جواب نہ دے سکے!

آیئے دیکھیں شیعوں کے اس دعویٰ پر ان کے پاس کوئی دلیل ہے کہ نہیں؟

ہم اپنی عادت کے مطابق پہلے قرآن سے شروع کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن اعلان کرتا ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ● (پ ۲۲۔ س ۳۵، فاطر آیت ۳۲)

پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے صرف ان ہی لوگوں کو قرآن کا وارث بنایا جن کو اہل سمجھ کر منتخب کیا۔ یہ بات بتاتی ہے کہ خدا نے اپنے بندوں میں سے کچھ مخصوص لوگوں کو منتخب کر کے علم قرآن کا وارث بنایا ہے کیا ہمارے پاس کوئی ذریعہ ہے جس سے ہم خدا کے ان منتخب بندوں کو پہچان سکیں؟ "ہاں حدیث و قرآن ہے جہاں تک حدیث کا تعلق ہے"، ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ۔

مامون نے مشہور ترین قاضیوں میں سے چالیس کو منتخب کر کے امام علی رضا علیہ السلام ثامن الائمہ سے مناظرہ کرایا تھا ان چالیسوں نے اپنی اپنی جگہ چالیس چالیس مشکل مسائل چنے تھے کہ امام رضاؑ کا ان سے امتحان لیں گے۔ چنانچہ امام رضاؑ نے تمام سوالوں کے جوابات دے کر ان کو شکست دی اور سب نے بیک زبان اقرار کیا: اس زمانہ کے سب سے زیادہ اعلم آپ ہیں [1]

[1] العقد الفرید جلد ۳ صہ ۴۲

جب امام رضاؑ نے چودہ سال سے کم عمر میں اس مناظرے کے اندر سب کو مبہوت کر دیا اور سب نے امام کی اعلمیت کو تسلیم کر لیا تو پھر اس کے بعد شیعوں کے اس عقیدہ پر کیونکر تعجب کیا جا سکتا ہے: آئمہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے اعلم ہوتے ہیں اور خود علماء اہل سنت اس کا اعتراف کرتے ہیں تو پھر تعجب کی کیا وجہ ہے ؟

آیئے اب قرآن کو بھی دیکھیں! اگر ہم قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے کریں تو بہت سی ایسی آیات موجود ہیں جو اس مطلب کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ خداوند عالم نے ائمہ اہل بیت کو علم لدنّی عطا کیا تھا تاکہ وہ تاریکیوں کے چراغ اور ہدایتوں کے امام بن سکیں۔ ارشاد پروردگار ہے: يُؤتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝ (پ ۳ س ۲ (البقرہ) آیت ۲۶۹)

وہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو (خدا کی طرف سے حکمت عطا کی گئی اس کو خیر کثیر عطا کر دیا گیا اور عقلمندوں کے علاوہ کوئی نصیحت مانتا ہی نہیں۔ دوسری جگہ خدا کا ارشاد ہے: فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝۔

(پ ۲۷، س ۵۶، (واقعہ) آیت ۷۵ تا ۷۸)۔

میں تاروں کے منازل کی قسم کھاتا ہوں اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے اور یقیناً یہ قرآن کریم ہے جو کتاب مکنون میں ہے اور اس پر تصرف صاحبان تطہیر کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا! اس آیت میں خداوند عالم نے عظیم قسم کھا کر فرمایا ہے کہ قرآن کے بہت سے اسرار اور مخفی و باطنی معانی ہیں ان معانی کے حقائق کو المطہرون کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور المطہرون سے وہی اہل بیت مراد ہیں جو آیت تطہیر کے مصداق ہیں۔

پس آیت نے بتایا کہ قرآن کے علوم باطنی کا علم صرف ائمہ اہل بیتؑ ہی کو ہے دوسرا شخص ان کے واسطہ کے بغیر ان کو جان ہی نہیں سکتا

اسی طرح ایک جگہ ارشاد ہے: هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰیَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ ● (پ ۳ س آل عمران) آیت ۷)

(اے رسولؐ) وہی وہ (خدا) ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی اس میں کی بعض آیتیں تو بہت محکم (بہت صریح) ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور کچھ آیتیں متشابہ (گول مول) ہیں پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے (وہ) انھیں آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فساد برپا کریں اور اس خیال سے کہ انھیں اپنے مطلب پر ڈھال لیں حالانکہ خدا اور ان لوگوں کے سوا جو علم میں ڈوبے ہوئے ہیں کوئی بھی اس کا مطلب نہیں جانتا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے قرآن میں کچھ اسرار ودیعت کر دیئے ہیں جن کو اس کے اور راسخون فی العلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ جس طرح پہلی آیتوں کے مدلول سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ راسخون فی العلم اہل بیتؑ ہیں اسی لئے رسول خداؐ نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ان سے آگے نہ بڑھنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور ان کے بارے میں کوئی کمی نہ کرنا (ان سے پیچھے نہ ہٹنا ان سے اعراض نہ کرنا) ورنہ برباد ہو جاؤ گے ان کو تعلیم دینے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ یہ تم

سے زیادہ اعلم ہیں!!۔[1]

اور حضرت علیؑ نے فرمایا: وہ لوگ کہاں ہیں جو ہماری دشمنی میں جھوٹ کہتے ہیں کہ وہ راسخون فی العلم ہیں؟ (اسی جھوٹے دعویٰ کی وجہ سے) خدا نے ہمکو بلند کیا اور ان کو ذلیل کیا، ہم کو عطایا دیئے، انکو محروم کیا، ہمکو (باب ہدایت میں) داخل کیا ان کو خارج کر دیا، ہمارے ذریعہ سے ہدایت مانگی جاتی ہے اور ہماری (مخالفت کی) وجہ سے انسان گمراہ ہوتا ہے...

...... آئمہ قریش ہی سے ہوں گے جن کی داغ بیل ہاشم نے ڈالی ہمارے علاوہ ہدایت کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے۔ ہمارے علاوہ کسی کیلئے بھی حکومت درست نہیں ہے...

.....[2] سوال یہ ہے کہ اگر ائمہ اہل بیتؑ راسخون فی العلم نہیں ہیں تو پھر کون ہے؟ میرے علم میں یہ بات ہے کہ گذشتہ اور اس زمانہ میں امت کے اندر کوئی ایسا نہیں گزرا جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ وہ اہل بیتؑ سے زیادہ اعلم ہے۔

لیجئے اک آیت اور ملاحظہ فرمائیے: فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (پ ۱۴ رس ۱۶ (نحل) آیت ۴۳) اور (پ ۱۷ رس ۲۱ / (انبیاء) آیت ۷) تم اگر نہیں جانتے تو اہل ذکر (اہل بیت) سے پوچھو! یہ آیت اہل بیتؑ کی شان میں ہے[3]

یہ آیت صاف طور سے بتاتی ہے کہ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد امت کیلئے فرد کی

---

[1] صواعق محرقہ ص۱۳۸، درمنثور جلد ۲ ص۶، کنز العمال جلد ۱ ص۱۶۸، اسد الغابۃ، جلد ۳ ص۱۳۷

[2] نہج البلاغہ جلد ۲ ص۱۴۳، شرح محمد عبدہ خطبہ نمبر۱۴۴ ● [3] تفسیر طبری جلد ۱۴ ص۱۳۴، تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص۵۷۰، تفسیر قرطبی جلد ۱۱ ص۲۷۲، شواہد التنزیل جلد ۱ ص۳۳۴، ینابیع المودۃ وغیرہ۔

ہے کہ حقائق معلوم کرنے کیلئے اہل بیت کی طرف رجوع کرے ۔ اور صحابہ نے حضرت علیؑ کیطرف جب بھی کوئی مشکل مسئلہ آتا تھا برابر رجوع کیا ہے جیسے ہر زمانہ میں لوگ حرام وحلال جاننے کے لئے اہل بیت کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور ان کے علوم ومعارف واخلاق سے استفادہ کرنے کے لئے ہمیشہ ان کی بارگاہ میں جانے کیا کرتے تھے خود ابو حنیفہ فرماتے ہیں :

"لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ" اگر دو سال نہ ہوتے تو ابو حنیفہ ہلاک ہو جاتا۔ ان دو سالوں سے مراد وہ دو سال ہیں جو ابو حنیفہ نے امام جعفر صادقؑ کی شاگردی میں گزارے تھے اور امام مالک ابن انس کہتے تھے : علم وفضل ، ورع ، تقویٰ اور عبادت میں امام جعفر صادقؑ سے افضل نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ایسا خیال پیدا ہوا ہے [1]

جب اہل سنت کے ائمہ اس کا اعتراف کرتے ہیں اور مسلمانوں کی تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ ائمہ اہل بیت اپنے زمانے میں سب سے اعلم ہوا کرتے تھے اور دلیلیں بھی قائم ہو چکی ہیں تو پھر یہ انکار کیوں ؟ یہ استبعاد کیوں ؟ اور کیوں یہ طعن وتشنیع ؟ اور آخر اس میں کونسا عجوبہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا اپنے اولیاء میں سے کچھ لوگوں کو حکمت وعلم لدنی سے مخصوص کر دے اور ان کو قدوۃ المومنین وآئمہ مسلمین بنا دے ؟

اگر مسلمان ایک دوسرے کی کتابوں کو پڑھتے اور ان کی دلیلوں کو دیکھتے تو خدا ورسولؐ کے قول پر قانع ہو جاتے اور امت واحدہ بن جاتے ایک دوسرے کی کمر تھامتے ! اور پھر آپس میں اختلاف نظریات ہوتے نہ مدارس اختلافات ہوتے نہ مذاہب میں اختلافات

---

[1] مناقب آل ابی طالب فی احوال الامام صادقؑ ۔

ہوتے نہ جلتیں ہوتیں!

لیکن ایسا ہونا بھی ضروری تھا تاکہ جو جنت میں جائے دلیل سے جائے اور جو جہنم میں جائے اس کے لئے بھی دلیل ہو ۔

البداء

اس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے پھر اس کی رائے بدل جائے اور پہلے ارادے کے برخلاف کام کرے ــــــ لیکن بداء کی تفسیر یہ کرنا: بداء جہالت یا نقص کا نتیجہ ہوتا ہے تو یہ غلط تفسیر ہے اور اسی غلط تفسیر کی نسبت اہل سنت شیعوں کی طرف دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیعہ خدا کو جاہل مانتے ہیں اس کو ناقص مانتے ہیں اور یہ تفسیر کر کے شیعوں کے خلاف دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں اور ان کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں ــــــ لیکن یہ شیعوں پر افتراء ہے بہتان ہے شیعہ ہرگز اس کے قائل نہیں ہیں لیجئے شیعوں کے قدیم و جدید علماء کے اقوال میں ذکر رہا ہوں آپ اس سے خود ہی فیصلہ کر لیں ۔

مرحوم علامہ شیخ رضا المظفر اپنی کتاب "عقائد الامامیہ" میں فرماتے ہیں: اس معنی سے بداء خدا کے لئے محال ہے کیونکہ جہالت یا نقص کا لازمہ ہے جو خدا کیلئے محال ہے اور شیعہ اس کے قائل نہیں ہیں ــــــ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جو شخص گمان کرے کہ خدا کو بداء باین معنیٰ ہوتا ہے کہ وہ اپنے پہلے فعل پر نادم و پشیمان ہوتا ہے وہ شخص ہمارے نزدیک کافر ہے ۔ دوسری جگہ امام صادقؑ ہی نے فرمایا: جس کا گمان یہ ہے کہ خدا کو بداء ہوا یعنی گذشتہ کل تک وہ نہیں جانتا تھا تو میں اس شخص سے برأت کرتا ہوں ۔

لہٰذا شیعہ جس بداء کے قائل ہیں وہ حدود قرآن سے خارج نہیں ہے ارشاد پروردگار عالم ہے :

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ ۝ (پ۱۳ س۱۳ رعد) آیت ۳۹)

خدا جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اصل کتاب اسی کے پاس ہے

دیکھئے اس محو و اثبات کے عقیدے کو سنی بھی اسی طرح مانتے ہیں جس طرح شیعہ!

پس یہ شیعوں پر ہی اعتراض کیوں؟ سنیوں پر یہ اعتراض کیوں نہیں کیا جاتا؟ وہ بھی تو اس بات کے قائل ہیں کہ خدا احکام کو بدل دیتا ہے اور عمر و رزق میں کمی زیادتی کر دیتا ہے کیا کوئی شخص اہل سنت سے پوچھ سکتا ہے کہ جب خدا نے مخلوقات کی تمام چیزوں کو ازل میں یا بقول اہل سنت ام الکتاب میں لکھ دیا تھا تو پھر یہ تبدیلی اور تغیر جو بطور بداء خدا کے یہاں مخلوق کے سلسلہ میں ہوئی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے رسولِ خدا سے اس آیت : یمحو اللّٰہ ما یشاء و یثبت الخ کے بارے میں پوچھا تو سرور کائنات نے فرمایا : اے علیؑ میں تمہاری آنکھوں کو اور بعد میں آنے والی اپنی امت کی آنکھوں کو اس آیت کی تفسیر سے ٹھنڈی کر دوں گا سنو، صحیح صدقہ دینا۔ والدین کے ساتھ احسان کرنا لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا، بدبختی سے بدل دیتا ہے عمر میں زیادتی کرتا ہے اور ان کو برائیوں کو گڑھے میں گرنے سے بچا لیتا ہے۔

ابن منذر نے اور ابن ابی حاتم نے اور بیہقی نے الشعب میں قیس بن عبادہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں : اشہر الحرام ــــ وہ چار مہینے جن میں جنگ حرام ہے رجب، ذی قعدہ، ذی الحجۃ، محرم ــــ کے ہر شب دہم کو ایک مخصوص امر خدا کی طرف سے ہوتا ہے لیکن محرم کی دسویں رات کو خدا جو چاہتا ہے اس کو محو کر دیتا ہے۔

اور جو چاہتا ہے اس کو ثابت رکھتا ہے ـــــ عبد ابن حمید، ابن جدیر اور ابن المنذر نے عمر بن خطاب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر نے طواف کرتے ہوئے فرمایا: پروردگارا اگر تو نے میرے لئے بدبختی یا کوئی گناہ لکھا ہے تو اس کو محو کر دے اس لئے کہ تو جو چاہتا ہے اس کو محو کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے، اصل کتاب تو تیرے ہی پاس ہے اس کو سعادت و مغفرت قرار دیدے [1]۔

بخاری نے اپنی صحیح میں معراج رسولؐ کے سلسلہ میں خدا سے ملاقات کا ایک عجیب و غریب واقعہ نقل کیا ہے اس میں تحریر کرتے ہیں کہ رسولخدؐا نے فرمایا: پھر میرے اوپر پچاس نمازیں واجب کی گئیں اور جب واپس آیا تو موسیٰؑ سے ملاقات ہوگئی انھوں نے پوچھا کیا ہوا؟ میں نے کہا میرے اوپر پچاس نمازیں واجب کی گئیں ہیں اس پر حضرت موسیٰؑ نے کہا: میں آپ سے زیادہ لوگوں کو جانتا ہوں اور بنی اسرائیل کے ساتھ بڑی مشکلات پیش آئی تھیں آپ کی امت اس بار کو برداشت نہیں کر سکے گی۔ لہذا آپ اپنے رب کی طرف واپس جاکر (تخفیف کا) سوال کیجئے۔ چنانچہ میں نے واپس آکر سوال کیا تو چالیس نمازیں واجب کی گئیں پھر موسیٰ سے ملاقات ہوئی اور ان کے اصرار پر رسولؐ نے سوال کیا اور چالیس سے تیس نمازیں ہوگئیں پھر وہی صورت حال پیش آئی اور خدا نے بیس نمازیں کر دیں پھر موسیٰؑ کے اصرار پر نبی نے سوال کیا اور دس نمازیں کردی گئیں، پھر موسیٰؑ کے پاس آئے اور موسیٰؑ کے کہنے پر پھر سوال کیا تو پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اس کے بعد جب موسیٰؑ کے پاس آئے تو انھوں نے پوچھا (اب) تمھارے ساتھ کیا کیا گیا؟ میں نے کہا اب پانچ نمازیں ہوگئی ہیں حضرت موسیٰؑ نے پھر کہا تو میں نے کہا اب میں نے

---

[1] درمنثور، جلد ۴ ص ۶۶۱

تسلیم کر لیا ہے اتنے میں آواز آئی : میں نے فریضہ کا امضا کر دیا ہے اور اپنے بندوں پر تخفیف کر دی ہے میں ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دوں گا۔[1]

ایک دوسری روایت میں ہے اس کو بھی بخاری نے نقل کیا ہے ۔ آنحضرت کے متعدد مرتبہ خدا سے مراجعہ کرنے کے بعد اور پانچ نمازوں کے رہ جانے کے بعد جناب موسیٰ نے پھر رسولخداؐ سے کہا کہ آپ پھر جا کر سوال کیجئے کہ آپ کی امت پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکتی ۔ لیکن آنحضرتؐ نے فرمایا : مجھے اب اپنے رب سے شرم آرہی ہے۔[2]

اب آپ اہل سنت کے عقائد کو پڑھیئے اور سر پیٹیئے ۔ اس کے باوجود یہ حضرات شیعوں پر اعتراضات کی بھرمار کرتے ہیں کہ یہ لوگ بداء کے قائل ہیں ۔ حالانکہ اسی واقعۂ معراج میں یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ جب پچاس نمازیں واجب ہو چکیں تو ۔ رسول خدا کے مراجعہ کے بعد خدا کیلئے بداء واقع ہوا اور اس نے چالیس نمازیں کر دیں پھر دوبارہ مراجعہ کرنے کے بعد خدا کو بداء ہوا اور اس نے تیس نمازیں کر دیں ۔ تیسری مرتبہ مراجعہ کے بعد خدا کیلئے بداء ہوا اور اس نے بیس نمازیں کر دیں ۔ چوتھی مرتبہ رسولؐ کے مراجعہ کے بعد پھر بداء ہوا اور خدا نے دس نمازیں کر دیں ۔ پانچویں مرتبہ جب بداء ہوا تو پانچ نمازیں کر دیں ـــــ اور کسے معلوم ہے اگر رسولخدا شرمانہ جاتے تو خدا ایک ہی کر دیتا یا بالکل ساقط ہی کر دیتا اس قبیح قول سے میں استغفار کرتا ہوں لیکن سنیوں کے قائل با لبداء ہونے کی وجہ سے استغفار نہیں کر رہا ہوں حاشا و کلا ! میں تو پہلے

---

[1] بخاری جلد ۴ ص ۸۱ (باب بدأ الخلق باب ذکر الملائکہ) ● [2] بخاری جلد ۸ ص ۲۰۴ (باب المعراج) مسلم جلد ۱، ص ۱۰۱ (باب الاسرا برسول اللہ و فرض الصلوٰت)

ہی تسلیم کر چکا ہوں : یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَ یُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ ــــ اور سنیوں کا عقیدہ بھی ذکر کر چکا ہوں کہ ان کے نزدیک بھی صدقات ، والدین کے ساتھ احسان نیک کام انجام دینا، شقاوت کو سعادت سے بدل دیتا ہے اور عمر میں اضافہ کا سبب بنتا ہے

اور بدیہی بات ہے اور ایسا عقیدہ ہے جو روح قرآن اور دین اسلام کے مفاہیم سے موافقت کرتا ہے ــــ خدا کسی قوم کی حالت اسوقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے ــــ اور اگر ہم تمام مسلمانوں ــــ خواہ شیعہ ہوں یا سنی ــــ کا یہ عقیدہ نہ ہوتا کہ خدا تغیر و تبدل کر دیتا ہے تو پھر ہماری نمازوں، دعاؤں کا کوئی فائدہ ہی نہ ہوتا اور نہ اس کی معقول تفسیر و تعلیل کی جا سکتی . اسی طرح ہم لوگوں کا عقیدہ ہے خدا احکام کو بدل دیتا ہے شریعتوں کو منسوخ کر دیتا ہے، انتہا یہ ہے کہ خود ہماری شریعت میں ناسخ بھی ہے منسوخ بھی ہے . لہذا بداء کا قائل ہونا نہ کفر ہے نہ دین سے خارج ہونا ہے اور نہ سنیوں کو حق ہے کہ اس عقیدہ کی بناء پر شیعوں کو ہدف ملامت بنائیں . جس طرح شیعوں کو بھی حق نہیں ہے کہ سنیوں کو ہدف ملامت بنائیں

البتہ میرا اعتراض اس واقعہ معراج پر براہ راست ہے . کیونکہ اس سے خدا کی جہالت کے ساتھ تاریخ بشری کے عظیم ترین انسان کی توہین لازم آتی ہے . کیونکہ روایت کا فقرہ ہے جناب موسیٰؑ نے آنحضرتؐ سے کہا : میں آپ سے زیادہ لوگوں کو جانتا ہوں . اس کے علاوہ اس روایت سے جناب موسیٰؑ کی آنحضرتؐ پر فضیلت لازم آتی ہے کہ اگر حضرت موسیٰؑ نہ ہوتے تو آنحضرت کی امت پر تخفیف نہ ہوتی .

نیز میری سمجھ میں یہ بات بھی نہیں آتی کہ حضرت موسیٰؑ کو تو یہ معلوم تھا کہ امتِ محمدؐ پانچ نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی لیکن خدا کو یہ بات نہیں معلوم تھی کہ اس کے

بندے پچاس نمازوں کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے اس نے پچاس نمازیں واجب کر دیں۔

میرے بھائی میرے ساتھ ذرا آپ بھی سوچئے کہ ایک دن میں آدمی پچاس نمازیں کیسے پڑھ سکتا ہے؟ کیا انسان کے پاس نہ کوئی مشغلہ ہے نہ عمل ہے نہ تحصیل علم ہے نہ کسب معاش ہے نہ کسی چیز کے لئے کوشش کرنا ہے نہ اس کی کوئی اور ذمہ داری ہے صرف نماز ہی نماز ہے؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ انسان انسان نہیں وہ ملک ہے جس کو نماز و عبادت کے علاوہ دنیا میں کوئی کام ہی نہیں ہے۔

آیئے ایک سادہ سا حساب کر کے دیکھیں جس سے پتہ چل جائیگا کہ یہ روایت ہی صحیح نہیں ہے ایک نماز کے لئے دس منٹ کا متوسط وقت فرض کیجئے، اب پچاس نمازوں کے پانچسو منٹ ہوئے یعنی تقریباً دس گھنٹے ہو گئے، لہذا یا تو آپ صبر کیجئے اور روزآنہ دس گھنٹے صرف کیجئے یا اس دین کو چھوڑ دیجئے جو اپنے ماننے والوں پر ایسی تکلیف عائد کرتا ہے جسکو وہ برداشت ہی نہیں کر سکتے۔ ہو سکتا ہے یہودیوں اور عیسائیوں کا عذر مقبول ہو جس کی بنا پر انھوں نے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ سے سرکشی کی۔ لیکن دین محمدؐ کے ترک کرنیکے لئے کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اس نے تو تمام قید و بند سے آزاد کر دیا ہے۔ اب اگر سنی شیعوں پر اعتراض کریں کہ یہ لوگ بداء کے قائل ہیں تو ان کو چاہیئے کہ اپنے اوپر بھی اعتراض کریں کیونکہ یہ بھی قائل ہیں کہ خدا کو بداء ہوتا ہے تو وہ حکم کو بدل دیتا ہے۔ ایک رات میں ـــــ شب معراج ـــــ ایک نماز کیلئے پانچ مرتبہ بداء ہوا

خدا اس اندھے تعصب اور دشمنی پر لعنت کرے جو حقائق کو چھپا دیتا ہے اور اسکو برعکس پیش کرتا ہے اور متعصب شخص اپنے مخالف پر واضح چیزوں میں بھی الزام لگاتا ہے

اس کے خلاف پروپیگنڈے کرتا ہے اور معمولی بات کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے حالانکہ خود اس سے زیادہ کا قائل ہوتا ہے۔

اس بات سے مجھے حضرت عیسیٰؑ کا وہ قول یاد آتا ہے جو آپ نے یہودیوں سے کہا تھا: تم کو لوگوں کی آنکھ کا تنکا تو نظر آجاتا ہے لیکن اپنی آنکھ کی شہتیر نظر نہیں آتی۔

ہوسکتا ہے کوئی صاحب اعتراض کریں کہ اہل سنت کے یہاں لفظ بداء نہیں آئی ہے اور اس واقعہ کا مطلب اگرچہ تبدیل و تغییر ہے لیکن یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں خدا کو بداء ہوا ہے میں نے یہ اعتراض اس لئے ذکر کیا کہ جب میں اہل سنت کے خلاف معراج کے واقعہ سے ثبوت بداء پیش کرتا تھا تو بعض حضرات نے یہی اعتراض کیا تھا، لیکن جب میں نے ان کو بخاری کی ایک اور روایت دکھائی جس میں صریحی طور سے لفظ بداء استعمال ہوا ہے تو جواب نہیں بن پڑا۔

چنانچہ بخاری نے ابوہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے: رسولؐ خدا نے فرمایا: بنی اسرائیل کے تین شخصوں کے لئے خدا کو بداء ہوا ہے کہ ان کا امتحان لے اور وہ تین، مبروص، اندھے، گنجے تھے، پس خدا نے ایک ملک کو بھیجا۔ ملک نے مبروص سے پوچھا تم کو سب سے زیادہ کیا چیز محبوب ہے؟ اس نے کہا اچھی جلد، اچھا رنگ، لوگ مجھے گندا سمجھتے ہیں اور مجھ سے نفرت کرتے ہیں تو ملک نے اپنا ہاتھ اس پر پھیرا تو اس کا برص جاتا رہا اور بہت اچھی جلد اور بہت اچھا رنگ ہوگیا۔ اس کے بعد ملک نے اس سے پوچھا کونسا مال تم کو پسند ہے؟ اس نے کہا اونٹ ملک نے اس کو ایک ایسی اونٹنی دی جو دس ماہ کی حاملہ تھی۔

اس کے بعد ملک گنجے کے پاس آیا اور پوچھا: تم کو سب سے زیادہ کیا چیز پسند

ہے ؟ اس نے کہا : خوبصورت بال اور یہ گنجاپن چلا جائے ۔ ملک نے ہاتھ پھیرا تو خوبصورت بال اُگ آئے پھر ملک نے کہا : تم کو کونسا مال محبوب ہے ؟ گنجے نے کہا گائے ! ملک نے اس کو حاملہ گائے دیدی ۔ اس کے بعد اندھے کے پاس آیا اور پوچھا : تم کو کیا چیز بہت پسند ہے ؟ اس نے کہا : میری آنکھیں مجھے مل جائیں ملک نے ہاتھ پھیرا تو آنکھیں واپس آگئیں ، پھر پوچھا تم کو کونسا مال پسند ہے ؟ اندھے نے کہا غنم ! ملک نے ایک بہت بچہ دینے والی غنم اس کو دیدی ۔ اور جب ہر ایک کے پاس اونٹوں ، گایوں ، بھیڑوں کے گلے کے گلے ہو گئے تو ملک پھر ان تینوں کے پاس انھیں کی صورت میں آیا اور ہر ایک سے سوال کیا تمہارے پاس جو ہے اس میں سے مجھے بھی دیدو ! گنجے اور مبروص نے انکار کر دیا تو خدا نے ان دونوں کو ان کی اصلی حالت پر پلٹا دیا ۔ اندھے نے ملک کے سوال کو پورا کر دیا تو خدا نے اس کو اور برکت دی اور اس کو بینا رہنے دیا ؎

اسی لئے میں اپنے بھائیوں کو خدا کا یہ قول یاد دلاتا ہوں : یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَکُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ

(پ ۲۶ ، س ۴۹ ، الحجرات) آیت ۱۱)

اے ایماندارو ! تم میں سے کوئی کسی کی ہنسی نہ اڑائے ، ممکن ہے وہ لوگ (خدا کے نزدیک) اچھے ہوں ۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں ہو سکتا ہے وہ ان سے اچھی ہوں ۔ اور تم آپس میں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو ! نہ ایک دوسرے کا برا نام دھرو ، ایمان لانے کے بعد بدکاری (کا) نام ہی برا ہے اور جو لوگ باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں ۔

میری دلی تمنا ہے کہ مسلمان اپنے رشد کیطرف پلٹ آئیں تعصب چھوڑ دیں، جذبات سے الگ ہو جائیں تا کہ جذبات کی جگہ عقل لے لے۔ اور دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف سے کام لیں۔ قرآن مجید سے بحث و نقد و جدال کا طریقہ سیکھیں خدا نے اپنے رسول سے کہا آپ دشمنوں سے کہئے: ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں دیکھئے رسول خدا ان مشرکین کی کتنی قدر و قیمت بڑھا رہے ہیں۔ اور اپنے کو ان کی منزل تک پہنچا رہے ہیں تا کہ ان کے ساتھ انصاف کر سکیں۔ اور اگر وہ سچے ہیں تو اپنی دلیل و برھان کو پیش کریں ——— لیکن ہمارے پاس یہ خلق عظیم کہاں؟

تقیہ

جو صورت بداکی ہے وہی تقیہ کی ہے کہ اہل سنت اس کو ناپسند کرتے ہیں اور اپنے شیعہ بھائیوں پر طعن وطنز کرتے ہیں اور ان کو منافق کہتے ہیں کہ یہ لوگ ظاہر کچھ کرتے ہیں اور باطن میں کچھ عقیدہ رکھتے ہیں۔

میں نے بعض لوگوں سے گفتگو بھی کی اور ان کو اس بات پر قانع کرنا چاہا کہ تقیہ نفاق نہیں ہے مگر وہ کسی بھی طرح مطمئن نہ ہو سکے۔ وہ اپنے مذہبی تعصب پر اڑا رہا اور اسی بات پر قانع رہا جسکو اس کے بزرگوں نے سکھا دیا تھا، اور ان کے بزرگوں کی ہمیشہ سے عادت رہی ہے کہ حق پوشی کر کے لوگوں کو گمراہ کریں اور جو منصف مزاج محقق شیعوں کے بارے میں معرفت حاصل کرنا چاہے ان کے عقائد کو سمجھنا چاہے تو اس کو یہ کہکر بھڑکا دیں کہ شیعہ تو عبد اللہ بن سبا یہودی کا فرقہ ہے۔ شیعہ لوگ رجعت، بداء، تقیہ، عصمت، متعہ اور نہ جانے کن کن خرافات کے قائل ہیں جیسے مہدی منتظر عج اللہ وغیر ذالک۔

ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سننے والا کبھی تو کبیدہ خاطر ہو جاتا ہے کبھی اس کو تعجب ہوتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ یہ سارے عقائد بدعت ہیں۔ اور شیعوں کے مزخرفات و بدعتوں میں سے ہیں ــــــ لیکن جب محقق بحث کرتا ہے اور منصف مزاج انصاف پر اترتا ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہی عقائد تو اصلی اسلام ہیں۔ اور قرآن و سنت کے زیر تربیت پروان چڑھے ہیں بلکہ اسلامی مفاہیم ان عقائد کے بغیر نامکمل ہیں۔

اہل سنت کے یہاں طرفہ تر تماشا یہ ہے کہ جن عقائد کے وہ خود قائل ہیں اور ان کی کتابیں صحاح، مسانید جن عقائد سے بھری پڑی ہیں اور یہ چیز خود ان کے خلاف گواہ ہیں انہیں عقائد کو شیعوں کیلئے ناپسند کرتے ہیں شیعوں پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتے پھر آپ ہی بتایئے ان لوگوں کا کیا علاج ہے جو کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ؟ یا یوں کہئے کہ اپنے ہی عقائد کا مذاق صرف اس لئے اڑاتے ہیں کہ شیعہ ان پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ آپ نے بداء کے بارے میں پڑھا کہ خود تو قائل ہیں مگر شیعوں پر اعتراض کرتے ہیں۔

آپ اب میرے ساتھ آیئے اور جس مسئلہ تقیہ پر اہل سنت شیعوں کو منافق کہا کرتے ہیں اسی مسئلہ میں یہ حضرات کیا فرماتے ہیں چنانچہ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقَاةً[1] (پ ۳ س ۲، (آلِ عمران) آیت ۲۸ ۔ کے سلسلہ میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے العوفی کے واسطہ سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ تقیہ زبان سے ہوا کرتا ہے یعنی جسکو کسی ایسی بات کہنے پر مجبور کیا جائے جس میں خدا کی معصیت ہو اور وہ لوگوں کے خوف سے وہی بات کہدے لیکن اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو (تو یہ زبان سے کہی ہوئی بات) اس کے لئے ضرر رساں نہیں ہے کیونکہ تقیہ[2] تو زبان ہی سے ہوتا ہے حاکم نے اپنی کتاب میں بیہقی نے اپنی سنن میں عطاء کے حوالہ سے ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح بھی کہا ہے وہ قول یہ ہے کہ ابن عباس نے اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا منهم تُقَاةً کے بارے میں فرمایا : التقاة کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے تو کہدے

---

[1] مگر کسی طرح ان (کے شر) سے بچنا چاہو (تو خیر) ● [2] تفسیر در منثور ۔

مگر اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو ۔

عبد بن حمید نے حسن سے نقل کیا ہے : تقیہ قیامت تک جائز ہے [۱] ۔ عبد بن ابی رجاء سے منقول ہے کہ وہ آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے الا اَن تتقوا منهم تقیۃ [۲]

عبد الرزاق اور ابن سعد اور جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے تخریج کی ہے اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے دلائل میں اس کی تصدیق کی ہے کہ : ایکمرتبہ مشرکوں نے عمار بن یاسر کو پکڑ لیا اور ان پر سختیاں شروع کر دیں اور ان کو اسوقت نہیں چھوڑا جب تک عمار نے رسولخدا کو گالیاں نہ دیدیں اور ان کے خداؤں کی تعریف نہ کر دی ۔ جب عمار کو رہائی ملی اور یہ رسول خدا کے پاس آئے تو آنحضرت نے پوچھا : عمار کیا بات ہے ؟ عمار نے کہا حضور بری بات ہے ۔ مجھے مشرکوں نے اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک میں نے آپ کو برا اور ان کے خداؤں کو اچھا نہ کہدیا ؛ آنحضرت نے پوچھا : تم اپنے دل میں کیا محسوس کر رہے ہو ؟ عمار نے کہا ایمان سے مطمئن ہوں تب آنحضرت نے فرمایا : اگر وہ لوگ تمکو دوبارہ مجبور کریں تو پھر کہدینا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ۔ الا مَن اُکرِہَ وَقلبُہ مُطمَئِنٌ بالایمان (پ ۱۴ / س ۱۶ (النحل) آیت ۱۰۶)

اس شخص کے علاوہ جو (کلمۂ کفر پر) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو (جو بھی کفر اختیار کرے گا ...... اس پر خدا کا غضب ہے)

ابن سعد نے محمد بن سیرین سے روایت کی ہے : رسولخدا نے عمار سے ملاقات کی (اس عالم میں کہ) وہ رو رہے تھے آنحضرت عمار کے آنسو پونچھتے جاتے تھے اور فرما رہے

---

[۱] سنن بیہقی، مستدرک الحاکم ۔

[۲] الدر المنثور جلد ۲ ص ۱۷۶

تھے : کافروں نے تمکو پکڑ کر پانی میں ڈبو دیا تب تم نے یہ یہ کہدیا (خیر کوئی بات نہیں ہے) اگر وہ لوگ دوبارہ ایسا کریں تو تم پھر کہدینا ۔[1]

ابن جریر ، ابن المنذر ، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت علی[2] سے ابن عباس کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ : مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ الخ اس آیت میں خدا نے خبر دی ہے کہ جو شخص ایمان لانے کے بعد کافر ہوگا اس پر خدا کا غضب نازل ہوگا اور اس کیلئے عذاب عظیم ہے ۔ لیکن جسکو مجبور کر دیا گیا ہو اور وہ اپنی زبان سے قلبی ایمان کے برخلاف ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے کلمات کفر کہدے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ خدا اپنے بندوں سے ان تمام باتوں پر مواخذہ کرتا ہے جو ان کے دلوں میں ہوتی ہیں[2]

ابن ابی شیبۃ ، ابن جریر ، ابن المنذر ، ابن ابی حاتم (وغیرہ) نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں : یہ آیت مکہ کے ان چند آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو ایمان لے آئے تھے ، لیکن بعض اصحاب نے مدینہ سے ان کو لکھا کہ تم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے آؤ ۔ کیونکہ ہم لوگ تم لوگوں کو اس وقت تک اپنوں میں شمار نہیں کریں گے جب تک آپ ہمارے پاس نہ آجائیں چنانچہ وہ لوگ مدینہ کیلئے نکل کھڑے ہوئے اور راستہ ہی میں ان کو کفار قریش نے جالیا اور مجبور ہو کر ان لوگوں نے کلمات کفر اپنی زبان پر جاری کر دیئے تو ان لوگوں کے لئے یہ آیت اتری اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ الخ[3]

اسماعیل بخاری نے اپنی صحیح کے اندر باب (المداراۃ مع الناس) ۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ ۔ ابن سعد ● [2] سنن بیہقی ۔
[3] الدر المنثور جلد ۲ ص ۱۷۸

میں حضرت ابولدرداء سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ہم کچھ لوگوں سے بہت ہی ہنس مکھ ہو کر ملتے ہیں لیکن ہمارے دل ان کے اوپر لعنت کرتے رہتے ہیں [1]

حلبی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے: جب رسولخداؐ نے خیبر فتح کیا تو حجاج بن علاط نے رسولخداؐ سے کہا: اے خدا کے رسولؐ مکہ میں میرا مال بھی ہے اور اہل وعیال بھی ہیں میں ان کے پاس جانا چاہتا ہوں، وہاں اگر میں آپکو برا بھلا کہدوں تو آپؐ مجھے معاف فرما دیں گے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں جو تمہارا جی چاہے کہنا [2]

امام غزالی نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ: مسلمان کے خون کی حفاظت واجب ہے لہذا اگر کوئی مسلمان ظالم کے خوف سے چھپ گیا ہو تو اس کے بارےمیں جھوٹ بولنا واجب ہے [3]۔ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "الاشباہ والنظائر" میں لکھا ہے: اضطرار کی حالت میں مردار کا کھانا، شراب کا پینا کلمۂ کفر کہنا، سب جائز ہے۔ اور اگر کہیں حرام ہی حرام ہو جس میں حلال بطور نادر پایا جاتا ہو تو بمقدار ضرورت استعمال جائز ہے۔ ابوبکر رازی نے اپنی کتاب (احکام القرآن) کے اندر اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا تُقَاۃً کی تفسیر میں لکھا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ اتلاف جان یا بعض اعضاء کا خطرہ ہو تو اعتقاد کے خلاف اظہار کر سکتا ہے ظاہر لفظ سے یہی بات مفہوم ہے اور جمہور اہل علم کا یہی مسلک ہے جیسا کہ قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے:
لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ● (پ ۳ س ۳ آل عمران آیت ۲۸)

---

[1] صحیح بخاری جلد ۷ ص ۱۰۲ ● [2] سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۶۱ ۔
[3] احیاء العلوم غزالی ●

کہ مومن کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ کافر کو اپنے دین میں ولی قرار دے اور خدا کا یہ قول
اِلَّا اَنۡ تَتَّقُوۡا مِنۡهُمۡ تُقٰىةً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تقیہ کے وقت اظہار
کفر جائز ہے [1]

صحیح بخاری میں (بحذف الاسناد) ہے کہ حضرت عائشہ نے عروہ کو بتایا
کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے اذن باریابی چاہی تو آنحضرتؐ نے فرمایا: اس کو اجازت دیدو
اس لئے یہ بدترین ابن العشیرہ ہے یا فرمایا بدترین اخو العشیرہ ہے اور جب وہ شخص اندر آیا
تو آنحضرت نے بڑی نرمی سے اس سے گفتگو فرمائی تو میں (عائشہ) نے کہا اے رسولخداؐ ابھی
تو آپ نے اس شخص کیلئے ایسا ایسا فرمایا اور پھر اس کے بعد اس سے بڑے نرم لہجہ میں
گفتگو فرمائی؟ تو آنحضرت نے فرمایا: اے عائشہ خدا کے نزدیک بدترین شخص وہ ہے جس کے فحش
کے خوف سے لوگ اسکو چھوڑ دیں [2] ۔

ان باتوں کا یہ نتیجہ نکلتا ہے :

(۱) تقیہ قیامت تک جائز ہے جیسا کہ گزر چکا ۔

(۲) جھوٹ واجب ہے جیسا کہ امام غزالی نے فرمایا

(۳) اظہار کفر جائز ہے جیسا کہ جمہور اہل علم کا قول ہے اور رازی نے اس کا اعتراف کیا ہے ۔

(۴) ظاہری مسکراہٹ سے پیش آنا اور دل میں گالیاں دینا جیسا کہ بخاری نے اعتراف کیا ہے جائز ہے ۔

---

[1] "احکام القرآن" رازی جلد ۲ صفحہ ۱۰ ● [2] بخاری جلد ۷ صفحہ ۸۱ (باب لم یکن النبی فاحشا ولا متفحشا)

(۶) لوگوں کے ڈر سے ایسی بات کہہ سکتا ہے جسمیں خدا کی معصیت ہو جیسا کہ سیوطی نے اعتراف کیا ہے۔

لھذا سنیوں کو حق نہیں ہے کہ جس عقیدے کے وہ خود قائل ہیں اور جسکو اپنی صحاح و مسانید میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے اسی عقیدہ پر شیعوں کو برا بھلا کہیں جب کہ شیعہ اس سے زیادہ کے قائل نہیں ہیں جس کے سنی قائل ہیں۔ بس اتنی سی بات ہے کہ شیعہ اس عقیدہ پر عمل کرنے کے سلسلہ میں دوسروں سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔ کیونکہ امویوں اور عباسیوں کے جو ظلم و ستم انھوں نے برداشت کئے ہیں دوسروں نے نہیں کیئے ہیں اس زمانہ میں تو یہ حال تھا کہ کسی کو شیعہ آلِ محمد کہدینا اس کی موت اور بدترین قتل کا سبب بن جاتا تھا۔ اس لئے شیعوں پر ائمۂ اہل بیتؑ کے فرمان کی وجہ سے تقیہ واجب تھا چنانچہ امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے: تقیہ میرا اور میرے اباء کا دین ہے دوسری جگہ فرمایا: جس کے پاس تقیہ نہیں ہے اس کے پاس دین نہیں ہے ـــــ اور ائمہ اہل بیت کا۔ شعار ہی اپنے سے اور اپنے ملنے والوں سے دفعِ ضرر کیلئے تقیہ رہا ہے اور اسی تقیہ سے مسلمانوں کی حفاظت بھی جیسا کہ عمار بن یاسر کے ساتھ پیش آیا تھا۔

لیکن اہل سنت ان بلاؤں سے دور تھے کیونکہ ظالم حکام کے ہمنوا تھے اس لئے نہ ان کو قتل کا خطرہ تھا نہ ظلم کا نہ مال لوٹ لیئے جانے کا۔ اس لئے فطری بات ہے کہ وہ تقیہ کا انکار کرتے رہے اور تقیہ پر عمل کرنے والوں کا مذاق اڑاتے رہے۔ بنی امیہ اور بنی عباس مدت دراز تک شیعوں کو تقیہ پر مطعون کرتے رہے تھے اور انھیں کی سیرت کو اہل سنت نے اپنایا ہے۔

اے منصف مزاج قاریو! جب خدا نے تقیہ کو قرآن میں اتارا جس کی تلاوت اب تک کی جاتی ہے اور اس کے مطابق حکم دیا جاتا ہے اور جب رسولِ خداؐ نے خود اس تقیہ پر عمل کیا (کما فی البخاری) اور عمار بن یاسر کو اجازت دیدی کہ اگر کفار تم کو پھر ستائیں تو جو وہ چاہیں تم کہدو بلکہ کلمات کفر بھی کہدو اور جب خود کتاب خدا و سنتِ رسول کی اقتدا میں خود علمائے اسلام نے جواز تقیہ کا فتویٰ دیا ہے تو پھر شیعوں پر یہ طعن و تشنیع کیوں ؟

ظالم حکام کے زمانہ میں جیسے معاویہ جو ہر اس شخص کو قتل کر دیتا تھا جو حضرت علیؑ پر لعنت کرنے سے انکار کر دیتا تھا جناب حجر بن عدی الکندی اور ان کے اصحاب کا قصہ مشہور ہے یا جیسے یزید، ابن زیاد، حجاج، عبد الملک بن مروان وغیرہ کے زمانے میں خود صحابۂ کرام تقیہ کرتے تھے ۔ اور اگر میں اصحاب کرام کے واقعات کو لکھنے بیٹھوں تو پوری کتاب مکمل ہو سکتی ہے، لیکن میں نے اہل سنت کی کتابوں سے جو دلیلیں پیش کی ہیں الحمد للہ وہ اثبات مطلب کے لئے کافی ہیں ۔

یہاں پر میں اپنی اس ملاقات کا ذکر ضرور کرونگا جو میری اور ایک اہل سنت کے عالم سے ہوئی تھی واقعہ یہ ہے کہ برطانیہ میں اسلامی کانفرنس کے لئے چند آدمیوں کو دعوت دی گئی تھی ان میں سے ایک میں بھی تھا ہوائی جہاز میں ایک سنی عالم سے ملاقات ہوئی وہ بھی کانفرنس میں جا رہے تھے تقریباً دو گھنٹے ہم لوگوں نے شیعہ سنی کے بارے میں گفتگو کی، یہ عالم اتحاد کے علمبردار تھے مجھے ان کی باتیں پسند آئیں صرف ایک بات ناگوار گزری اور وہ یہ کہ انھوں نے فرمایا: اب زمانہ یہ آگیا ہے کہ شیعوں کو اپنے بعض ان عقائد کو ترک کر دینا چاہیئے جن سے مسلمانوں میں اختلاف ہوتا ہے اور ایک دوسرے پر طعن کا سبب بنتے ہیں! میں نے پوچھا آخر وہ کونسے عقائد ہیں ؟ انھوں نے کہا:

مثلاً متعہ، تقیہ، وغیرہ اس کے بعد میں نے لاکھ کوشش کی اس شخص کو اس بات پر قانع کردوں کہ متعہ شرعی شادی ہے اور تقیہ کی خدا کی طرف سے اجازت ہے مگر وہ شخص اپنے اصرار پر اڑا رہا نہ میری بات مانی اور نہ میری دلیل تسلیم کی اور کہنے لگا: ہوسکتا ہے۔ جو آپ کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہو لیکن ایک اہم مصلحت ـــــ اتحاد المسلمین ـــــ کی خاطر چھوڑ دینا چاہئیے۔

مجھے مولانا کی یہ منطق بڑی عجیب وغریب لگی جو فرمارہے تھے کہ اتحاد کی خاطر احکام الٰہی کو چھوڑ دینا چاہیئے اور پھر میں نے ان سے کہا: اگر اتحاد المسلمین اسی پر موقوف ہو جائے تو سب سے پہلے آپ کی بات میں قبول کروں گا۔ مختصر یہ کہ ہم لوگ لندن ایرپورٹ پر اترے اور میں ان کے پیچھے ہی پیچھے چل رہا تھا۔ ہم دونوں جہاز کی پولیس کے پاس پہنچے تو پولیس نے پوچھا آپ لندن کس لئے آئے ہیں؟ مولانا نے کہا علاج کیلئے! اور میں نے کہا اپنے دوستوں سے ملاقات کے لئے اور پھر بغیر کسی تاخیر کے ہم لوگ وہاں پہنچ گئے جہاں سے سامان لیا جاتا ہے اس وقت میں نے بہت ہی آہستہ سے مولانا سے کہا: آپ نے دیکھا تقیہ ہر زمانہ میں کار آمد ہے؟ انھوں نے کہا کیسے؟ میں نے کہا ہم دونوں نے پولیس سے غلط بیانی کی۔ میں نے کہا کہ دوستوں سے ملاقات کے لئے آیا ہوں اور آپ نے کہا علاج کے لئے حالانکہ یہ دونوں باتیں جھوٹ ہیں کیونکہ ہم تو کانفرنس میں شرکت کیلئے آئے ہیں مولانا مسکرائے اور سمجھ گئے کہ یہ میرے سامنے جھوٹ بول گئے لھذا فرمایا: کیا کانفرنس میں ہمارے نفوس کا علاج نہیں ہوتا؟ میں نے ہنستے ہوئے کہا: کیا دوستوں سے ملاقات نہیں ہوتی؟۔

اب میں اصل موضوع کی طرف پلٹتا ہوں! تقیہ نفاق نہیں ہے جیسا کہ حضرات

اہل سنت کہتے ہیں بلکہ تقیہ نفاق کا الٹا ہے کیونکہ نفاق کا مطلب زبان سے ایمان کا اظہار کرنا اور دل میں کفر کو چھپائے رکھنا ہے اور تقیہ کا مطلب زبان سے کفر کا اظہار کرنا اور دل میں ایمان کو چھپائے رکھنا ہے دونوں میں دیکھئے کتنا فرق ہے ؟

نفاق کے بارے میں قرآن کہتا ہے : وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۔

(پ (۱) س (۲) (بقرۃ) آیت ۱۴)

اور جب یہ منافق مومنین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں : ہم تو ایمان لا چکے ہیں اور جب اپنے شیطانوں سے تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمھارے ساتھ ہیں ہم تو (مسلمانوں کو) بیوقوف بناتے ہیں ۔

تقیہ کے بارے میں قرآن کہتا ہے : وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ ۝ (پ ۲۴ س (۴۰) (مومن) آیت ۲۸)

اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک شخص (حزقیل) نے جو اپنے ایمان کو چھپائے رکھتا تھا (لوگوں سے) کہا ۔ ۔ ۔ پہلی آیت میں ایمان ظاہر ہے اور کفر باطنا ہے اسی کو نفاق کہتے ہیں اور دوسری آیت میں کفر ظاہر ہے اور باطن میں ایمان ہے اسکو تقیہ کہتے ہیں کیونکہ مومن آل فرعون باطن میں مومن تھا جس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں تھا اور بظاہر فرعون اور لوگوں پر ظاہر کرتا تھا کہ وہ فرعون کے دین پر ہے ۔ اور خدا ایسے شخص کی قرآن میں مدح سرائی کرتا ہے ۔

میرے محترم قاری آپ میرے ساتھ آیئے اور تقیہ کے بارے میں شیعوں کا قول پڑھیئے تاکہ آپ کو شیعوں کے بارے میں دھوکہ نہ ہو کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں علامہ شیخ

رضا مظفرؒ اپنی کتاب " عقائد الامامیۃ " میں فرماتے ہیں : خوف ، ضرر کے مواقع میں اختلاف ہونے کی وجہ سے تقیہ کے وجوب و عدم وجوب کے سلسلہ میں متعدد احکام ہیں جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں ۔ تقیہ ہر حالت میں واجب نہیں ہے بلکہ بعض اوقات میں جائز ہے مثلاً اگر دین کی نصرت اور اسلام کی خدمت اور راہ خدا میں جہاد کیلئے اظہار حق ضروری ہو تو ایسی صورت میں تقیہ کے خلاف عمل کرنا واجب ہے یہاں پر نہ مال و دولت کی پرواہ کی جائیگی نہ جان کو بچایا جائے گا ۔ اسی طرح نفس محترمہ کا اگر قتل ہو رہا ہو یا باطل کا رواج ہو رہا ہو یا دین میں فساد کا خوف ہو یا مثلاً مسلمانوں کے گمراہ ہونے کا ڈر ہو یا مسلمانوں میں ظلم وجور کے پھیلنے کا اندیشہ ہو تو پھر تقیہ حرام ہے ۔

بہر حال امامیہ فرقہ کے نزدیک تقیہ کا مطلب کوئی پوشیدہ جماعت تخریب کاری کے لئے بنانا نہیں ہے ــــ جیسا کہ شیعوں کے بعض وہ دشمن جو باتوں کا صحیح ادراک نہیں کر سکتے اور نہ اپنے لئے یہ کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک صحیح بات کیا ہے ؟ اس کو سمجھیں وہ لوگ ہمارے بارے میں اسی قسم کا تصور لوگوں کے ذہنوں میں بٹھانا چاہتے ہیں ــــ اسی طرح تقیہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دین و احکام دین کو ایک راز مخفی بنا دیا جائے ۔ کہ جو لوگ اس دین کو نہیں مانتے ان کے سامنے اس کا اظہار ہی نہ کیا جائے (یہ سب کچھ نہیں ہے) اور اگر آپ کو یقین نہ ہو تو امامیہ فرقہ کی فقہی ، کلامی ، عقائدی کتابوں کو پڑھ لیجئے جو پوری دنیا میں پھیلی ہیں اور کسی بھی دین کے ماننے والوں سے جو کتابوں کے بارے میں توقعات وابستہ ہوتی ہیں ان سے کہیں زیادہ شیعہ کتب موجود ہیں انتہی ۔

آپ نے دیکھا نہ تو کوئی نفاق ہے نہ ملاوٹ ہے نہ دسیسہ کاری ہے ، نہ جھوٹ

ہے نہ دھوکہ بازی ہے جیسا کہ دشمن لوگوں کو سمجھانا چاہتے ہیں۔ بلکہ تقیہ ایک عقلی و مذہبی ضرورت ہے"

• • •

متعہ یا موقتی شادی،

اس کو نکاح متعہ، عقد منقطع، موقت شادی کہا جاتا ہے نکاح کی طرح اس میں بھی ایجاب و قبول ہوتا ہے اس کے بغیر متعہ صحیح نہیں ہے مثلاً عورت مرد سے کہے: میں نے اپنے نفس کو اتنے مہر اور اتنی مدت کے لئے تمھاری تزویج میں دیا اس کے بعد مرد کہے: میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوں۔

اس عقد منقطع کے لئے امامیہ کی فقہی کتابوں میں شروط کا مفصل ذکر ہے مثلاً مہر اور مدت کا تعین کہ دونوں جس مدت و مہر پر راضی ہوں۔ اور محرمات سے متعہ نہیں کیا جا سکتا جیسے نکاح نہیں کیا جا سکتا اور متاعی عورت کو نکاحی عورت کیطرح مدت ختم ہونے کے بعد دو حیض کی مدت بھر عدہ رکھنا پڑے گا اور شوہر کے مرنے پر نکاحی عورت کی طرح چار ماہ دس دن کا عدۂ وفات رکھنا ہوگا۔ متاعی عورت اور اس کے شوہر میں میراث کا سلسلہ نہیں ہوگا نہ عورت شوہر کی وارث ہوگی اور نہ شوہر عورت کا وارث ہوگا نہ بیوی کا نان و نفقہ اس پر واجب ہوگا البتہ متعہ سے پیدا ہونے والے بچے ان تمام حقوق کے مالک ہونگے جن کے نکاح سے پیدا ہونے والے بچے ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً میراث، نفقہ اور تمام ادبی اور مالی حقوق اور یہ بچے اپنے باپ سے ملحق ہوں گے۔

یہ متعہ کے شرائط ہیں اور ظاہر ہے کہ اس کا زنا سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے ۔ اور اہل سنت حضرات بھی اپنے شیعہ بھائیوں کی طرح اس کے شرعی ہونے کے قائل ہیں جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ (پ ۴ س ۴ (النساء) آیت ۲۴ ۔

پس جن عورتوں سے تم نے متعہ کیا ہو تو انھیں جو مہر معین کیا ہے دیدو اور مہر کے مقرر ہونے کے بعد اگر آپس میں (کم و بیش پر) راضی ہو جاؤ تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے بیشک خدا ہر چیز سے واقف اور مصلحتوں کا پہچاننے والا ہے ـــــــ اسی طرح شیعہ و سنی اس بات پر بھی متفق ہیں کہ رسولخدا نے اس کی اجازت دی ہے اور صحابہ نے آنحضرت کے زمانے میں متعہ کیا تھا ۔

البتہ دونوں میں یہ اختلاف ہے کہ یہ حکم منسوخ ہوا ہے کہ نہیں ہوا ہے اہلسنت کہتے ہیں : متعہ کا حکم حلال ہونے کے بعد منسوخ ہو گیا ہے اور اب متعہ حرام ہے اور نسخ (قرآن کے ذریعہ سے نہیں بلکہ) سنت کے ذریعہ سے ہوا ہے اور شیعہ کہتے ہیں یہ حکم منسوخ نہیں ہوا ہے قیامت تک باقی ہے ۔

بس نزاع نسخ وعدم نسخ کے بارے میں ہے اب ہمارا فریضہ ہے کہ فریقین کی دلیلوں کو دیکھ کر فیصلہ کریں کہ حق پر کون ہے ؟ جو حق پر ہو اسی کی پیروی کریں عصبیت یا جذبات سے فیصلہ نہ کریں ۔

شیعوں کی دلیلیں :- (۱) یہ بات ثابت نہیں ہے کہ رسولخدا نے اپنی زندگی میں اس سے منع کیا ہو (۲) ائمہ اہل بیتؑ اس کے حلیت کے قائل ہیں اگر رسولخداؐ نے اس کو منسوخ کر دیا ہوتا تو ائمہ اہل بیت کے سردار حضرت علیؑ اس سے ضرور واقف ہوتے کیونکہ گھر والے گھر کی بات زیادہ جانتے ہیں (۳) ہمارے یہاں یہ بات مسلم ہے کہ حضرت عمر نے متعہ کو

اپنے اجتہاد سے منع کیا ہے اور حرام قرار دیا ہے (اور علماء اہل سنت بھی اس کے گواہ ہیں) اور ہم خدا اور رسولؐ کے احکام کو کسی شخص کے اجتہاد کی بنا پر ترک نہیں کر سکتے یہ شیعوں کی دلیلوں کا خلاصہ ہے اور یہی صحیح قول ہے (اگر ثابت ہو جائے) کیونکہ تمام مسلمانوں کو خدا و رسولؐ کے احکام کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے اس کے علاوہ کوئی کتنا ہی بلند مرتبہ ہو اس کے قول کی پابندی ضروری نہیں ہے خصوصاً جبکہ اس کا اجتہاد نصوص قرآنی یا سنت نبوی کے مخالف ہو

سنیوں کی دلیلیں :۔ (۱) یہ درست ہے کہ متعہ حلال تھا اور اس کے لئے قرآن نے حکم دیا ہے اور رسولخدا نے اجازت دی ہے اور صحابہ نے کیا بھی ہے لیکن یہ بعد میں منسوخ ہو گیا تھا اس لئے جائز نہیں ہے ۔۔۔ البتہ سنی حضرات اس کے ناسخ میں اختلاف رکھتے ہیں اور وہ اس طرح ہے (۱) کچھ لوگ کہتے ہیں رسولخداؐ نے مرنے سے پہلے ممانعت کر دی تھی (۲) کچھ کہتے ہیں عمر بن الخطاب نے حرام قرار دیدیا تھا اور ان کا قول ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے : تم لوگوں پر واجب ہے کہ میرے بعد میری سنت پر اور خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو

اب جو حضرات متعہ کو اس وجہ سے حرام کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے حرام قرار دیا تھا اور ان کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے ان لوگوں سے نہ ہم گفتگو کریں گے نہ بحث کریں گے کیونکہ یہ محض تعصب ہے بھلا خدا اور رسولؐ خدا کے کلام کو چھوڑ کر ان کی مخالفت کر کے کون مسلمان ہے جو ایک ایسے انسان کی پیروی کرے گا جو اجتہاد میں صحیح حکم تک پہنچنے کے بہ نسبت غلطیاں زیادہ کرتا ہو ؟ یہ تو اس صورت میں ہے جب خطا کار انسان ایسے مسئلہ میں اجتہاد کرے جس میں قرآن و سنت کی نص موجود نہ ہو ۔ لیکن اگر نص موجود ہو تو بقول قرآن : مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا

(پ ۲۲، س ۳۳) (احزاب) آیت ۳۶)

نہ کسی ایمان دار مرد کو یہ مناسب ہے اور نہ کسی ایماندار عورت کو کہ جب خدا اور اس کے رسولؐ کسی کام کا حکم دیں تو ان کو اپنے اس کام (کے کرنے نہ کرنے) کا اختیار ہو اور (یاد رہے کہ) جس شخص نے خدا اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی وہ یقیناً کھلم کھلا گمراہی میں مبتلا ہو چکا۔ اور اگر کسی کو اس قاعدہ پر اتفاق نہ ہو تو وہ تشریع اسلامی اور دراستہ القرآن و سنت نبوی کے بارے میں اپنی معلومات کے بارے میں پھر سے تحقیق کرے۔

قرآن نے تو صاف صاف کہدیا کہ قرآن و سنت کی بات نہ ماننے والے گمراہ و کافر ہیں جیسا کہ اِذَا قَضَی اللّٰہُ الخ میں ہے اور اس کے علاوہ دوسری آیتوں میں بھی ہے اور جہاں تک سنت نبوی کا تعلق ہے تو ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن ہم صرف رسولخدا کے ایک قول کو پیش کرتے ہیں: محمدؐ کی حلال کردہ چیز قیامت تک حلال اور حرام کردہ چیز قیامت تک حرام ہے! لھذا کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ جس مسئلہ میں خدا یا اس کے رسولؐ کا حکم حرمت یا حلیت کا موجود ہو اس کے خلاف کوئی حکم دے ـــــ انھیں تمام باتوں کی وجہ سے ہم ان لوگوں سے "جو ہمکو اس بات پر قانع کرنا چاہتے ہیں کہ خلفائے راشدین کے افعال اور ان کے اجتہادات ہمارے اوپر حجت ہیں" کہتے ہیں:

اَتُحَاجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝ (پ ۱، س ۲، (بقرہ) آیت ۱۳۹)

اے رسولؐ ان سے کہدو کہ کیا تم ہم سے خدا کے بارے جھگڑا کرتے ہو حالانکہ وہی ہمارا (بھی) پروردگار ہے اور (وہی) تمھارا بھی پروردگار ہے ہمارے اعمال ہمارے ساتھ اور تمہارے اعمال تمھارے ساتھ ہیں اور ہم تو نرے کھرے اسی کے ہیں! ـــــ بہرحال

اصل جواز میں تو یہ لوگ بھی شیعوں کے ساتھ ہیں

اس لئے ہماری بحث صرف ان لوگوں سے ہے جو کہتے ہیں کہ رسولخدا نے متعہ کو حرام قرار دیا اور اس کو نسخ فرمایا ہے یعنی قرآن کو حدیث کے ذریعہ منسوخ کیا گیا ہے ۔ ان لوگوں کے جہاں اقوال مضطرب ہیں وہیں ان کی دلیلیں بھی پھس پھسی ہیں کسی مضبوط بنیاد پر قائم نہیں ہیں ۔ اگرچہ رسولخدا کی ممانعت کو مسلم نے اپنی صحیح میں لکھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر واقعی رسولخدا نے ممانعت فرمائی ہوتی تو یہ بات ان اصحاب کرام سے مخفی نہیں رہ سکتی تھی جو حضرت ابوبکر کے پورے زمانہ میں اور حضرت عمر کے کچھ زمانہ تک متعہ کرتے رہے تھے جیسا کہ خود مسلم نے اپنی صحیح میں لکھا ہے [1] (اگر رسولخدا نے متعہ کو روک دیا ہوتا تو حضرت یہ نہ کہتے کہ میں دونوں کو حرام کر رہا ہوں بلکہ یہ کہتے کہ رسولخدا نے حرام قرار دیا ہے) **مترجم**

عطاء کہتے ہیں : جابر بن عبداللہ عمرہ کے لئے تشریف لائے تو ہم لوگ ان کے جائے قیام پر گئے لوگوں نے بہت سی چیزوں کے بارے میں سوالات کئے اسی میں متعہ کے بارے میں پوچھا تو جناب جابر نے فرمایا : ہم لوگوں نے رسولخدا اور ابوبکر و عمر کے زمانہ میں متعہ کئے تھے ـــــــ اب اگر رسولخدا نے متعہ سے روک دیا ہوتا تو اصحاب ابوبکر و عمر کے زمانہ میں کیسے متعہ کرتے ؟

واقعہ یہ ہے کہ نہ رسولخدا نے روکا تھا اور نہ ہی حرام قرار دیا تھا ۔ یہ کام صرف حضرت عمر نے اپنے دور میں کیا تھا جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا ہے ملاحظہ فرمائیے :

(بحذف الاسناد) عمران بن حصین کہتے ہیں : متعہ کی آیت قرآن میں نازل ہوئی اور ہم

---

[1] مسلم جلد ۴ ص ۱۵۸ ۔

نے رسولخدا کے زمانہ میں متعہ کیا۔ نہ قرآن میں اس کے بعد حرمتِ متعہ کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی اور نہ آنحضرتؐ نے مرتے دم تک اس کی ممانعت فرمائی ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہدیا محمدؐ کہتے ہیں لوگوں کا بیان ہے عمر نے حرام کیا تھا [1]

محترم قاری! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ صحابی نے صریحی طور سے کہا: رسولخدا مرتے دم تک متعہ سے ممانعت نہیں فرمائی اور یہ بھی دیکھئے کہ اس نے حرمت کی نسبت بغیر کسی ابہام کے عمر کیطرف دی اور یہ اضافہ بھی کیا کہ انھوں نے اپنی رائے سے جو چاہا کہدیا۔

لیجئے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں: ہم لوگ رسولخدا اور ابوبکر کے زمانہ میں ایک مٹھی کھجور اور آٹے پر متعہ کیا کرتے تھے یہاں تک کہ عمر نے عمرو بن حریث والے معاملہ کی وجہ سے حرام قرار دیدیا [2]

بعض صحابہ عمر کی رائے کے قائل تھے (اور یہ کوئی عجیب بات نہیں) جیسا کہ قصہ قرطاس میں پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ جب عمر نے کہا: رسولخدا ہذیان بک رہے ہیں ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے! تو بعض صحابہ بھی عمر کے موافق تھے۔ جب اتنے اہم موقع پر جس میں رسولؐ پر صریحی طعن و طنز تھا بعض اصحاب عمر کے موافق تھے تو پھر وہ لوگ کیا عمر کے اجتہادات کی موافقت متعہ کے سلسلہ میں نہ کرتے۔ اب آئیے ایک اور شخص کا بیان سنیئے وہ کہتا ہے: میں جابر بن عبداللہ کے پاس تھا اتنے میں ایک شخص نے آکر کہا: ابن عباس اور ابن الزبیر دونوں متعہ (متعۃ النساء و متعۃ الحج) کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں اس پر جابر نے کہا ہم لوگ دونوں متعہ رسولخدؐ کے زمانہ میں کرتے تھے پھر ہمکو عمر نے ان دونوں

---

[1] بخاری جلد ۵ ص ۱۵۸ ● [2] مسلم جلد ۴ ص ۱۳۱

سے روک دیا اس کے بعد ہم نے نہیں کیا [1]

قولِ مولف:۔ میرا ذاتی عقیدہ ہے کہ بعض اصحاب نے جو حرمت متعہ کی نسبت رسولؐ خدا کی طرف دی ہے وہ صرف عمر کے موقف کو صحیح بنانے کے لئے ہے ورنہ بھلا یہ ممکن ہے کہ جس چیز کو قرآن نے حلال کر دیا ہو اسکو رسولؐ خدا حرام کر دیں؟ تمام اسلامی احکام میں ایک حکم بھی ایسا نہیں ہے کہ خدا نے اسکو حلال کیا ہو اور رسولؐ خدا نے اس کو حرام قرار دیا ہو۔ اور نہ ہی کوئی اس کا قائل ہے ہاں کوئی متعصب یا دشمن یہ بات کہے تو اور بات ہے۔ اچھا بفرض محال ہم تسلیم بھی کر لیں کہ رسولؐ خدا نے حرام قرار دیدیا تھا تو پھر حضرت علیؑ "جو رسولؐ خدا سے سب سے زیادہ قریب اور اعلم بالاحکام تھے" کو کیا ہو گیا تھا کہ آپ نے فرمایا:

اِنَّ الْمُتْعَةَ رَحْمَةٌ رَحِمَ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهُ وَلَوْلَا نَهْیُ عُمَرَ مَا زَنَا اِلَّا شَقِیٌّ [2]

متعہ کو ایک رحمت کی صورت میں خدا نے اپنے بندوں پر نازل کیا تھا اگر عمر نے اس سے روک نہ دیا ہوتا تو بدبخت و شقی انسان کے علاوہ کوئی زنا نہ کرتا۔

یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ عمر نے بھی حرمت کی نسبت رسولؐ خدا کیطرف نہیں دی بلکہ

مُتْعَتَانِ كَانَتَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْهٰى عَنْهُمَا وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا مُتْعَةُ الْحَجِّ وَمُتْعَةُ النِّسَاءِ [3] رسولؐ خدا کے زمانہ میں دو متعہ (متعہ الحج و متعہ النساء) رائج تھے میں ان دونوں کی ممانعت کرتا ہوں اور (اگر کسی نے ایسا کیا تو) اس پر عقاب کروں گا۔

مزید بات مسند بن حنبل سے سنیئے کہ اہل سنت متعہ کے بارے میں بہت

---

[1] صحیح مسلم جلد ہم ص ۱۳۱ • [2] تفسیر کبیر، ثعلبی اور آیت متعہ کی تفسیر کرتے ہوئے طبری نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ • [3] تفسیر فخر رازی فما استمتعتم الخ کی تفسیر کے ذیل میں!

زیادہ اختلاف رکھتے ہیں ۔ کچھ لوگ تو رسول خدا کی پیروی کرتے ہوئے متعہ کو حلال جانتے ہیں اور کچھ لوگ حضرت عمر کی اتباع کرتے ہوئے حرام کہتے ہیں لیجئے مسند کی روایت کا ترجمہ پڑھیئے : ابن عباس نے کہا : رسولخدا نے متعہ فرمایا تھا اس پر عروۃ ابن الزبیر نے کہا : ابوبکر و عمر نے متعہ سے روک دیا تھا تب ابن عباس نے فرمایا : یہ عریہ (عروۃ کی تصغیر) کیا کہتا ہے ؟ کہا وہ کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر نے روک دیا تھا ۔ تب ابن عباس نے فرمایا : میرا خیال ہے یہ لوگ ہلاک ہو جائیں میں تو کہتا ہوں رسولخدا نے فرمایا اور یہ (رسولخدا کے مقابلہ میں) کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر نے منع کر دیا تھا [۱]

صحیح ترمذی میں روایت ہے : ابن عمر سے متعۃ الحج کے لئے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا : حلال ہے اس پر سوال کرنے والے نے کہا آپکے باپ نے تو حرام کر دیا تھا ؟ ابن عمر نے کہا : تمھاری کیا رائی ہے اگر رسول خدا نے کیا تھا اور میرے باپ نے منع کر دیا تھا تو میں کس کی پیروی کروں اپنے باپ کی یا رسولخدا کی ؟ سائل نے کہا : رسول اللہ [۲] ۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ خود سنیوں نے حضرت عمر کی متعۃ النساء کے سلسلہ میں جہاں موافقت کی ہے وہاں متعۃ الحج کے بارے میں حضرت عمر کی مخالفت کی ہے کیونکہ عمر نے مخالفت تو دونوں کی تھی پھر ایک ہی میں موافقت کیوں ؟

ان تمام باتوں میں اہم بات یہ ہے کہ ائمہ اہل بیت نے اور ان کے شیعوں نے عمر کی مخالفت کی ہے اور یہ لوگ متعۃ الحج اور متعۃ النساء کی حلیت کو قیامت تک تسلیم کرتے ہیں ۔ بلکہ اہل سنت کے بعض علماء بھی شیعوں کے تابع ہیں ۔ اور متعہ کی حلیت کے قائل

---

[۱] مسند احمد جلد ۱، ص ۳۳۷ • [۲] ترمذی جلد ۱، ص ۱۵۷

ہیں مثال کے طور پر جامعہ زیتونیہ کے زعیم ٹیونس کے عظیم عالم فضیلۃ الشیخ الطاہر ابن عاشورؒ نے اپنی مشہور تفسیر "التحریر والتنویر" کے اندر فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے متعہ کی حلیت کا فتویٰ دیا ہے [1] ہر عالم کو اسی طرح حریت ضمیر و آزادئ فکر کا حامل ہونا چاہیئے جذبات و تعصب سے خالی ہو کر فیصلہ کرنا چاہیئے اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت پر توجہ نہیں کرنی چاہیئے۔

اس مختصر سی بحث کے بعد اہل سنت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ شیعوں پر اس لئے اعتراض کریں کہ یہ لوگ تو متعہ کو حلال جانتے ہیں ہاں کوئی خواہش کا بندہ ہو یا تعصب رکھتا ہو تو اس کی بات ہی الگ ہے۔ اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ حق شیعوں ہی کے ساتھ ہے سچ ہے "اَلْحَقُّ يَعْلُو وَلَا يُعْلىٰ عَلَيْه" حق ہمیشہ بلند ہوتا ہے اس پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کو حضرت علیؑ کے قول کے بارے میں سوچنا چاہیئے کہ متعہ رحمت الٰہی ہے اور واقعاً متعہ سے بڑھ کر کونسی رحمت ہو سکتی ہے؟ یہی متعہ ہے جو شہوت کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اسی شہوت کی وجہ سے انسان درندہ ہو جاتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت نہ معلوم کتنی جوان لڑکیاں اسی شہوت کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں اور نہ معلوم کتنی ابھی اور چڑھیں گی ــــــ

تمام مسلمانوں کو خصوصاً جوانوں کو یہ بات معلوم ہو جانی چاہیئے کہ خداوند عالم نے جب شوہر دار عورت اور بیوی والے مرد پر زنا کرنے کی سزا رجم قرار دی ہے ــــــ یعنی زنا کار کو گردن تک گڑھے میں دفن کر کے اتنے پتھر مارے جائیں کہ وہ مر جائے ــــــ

---

[1] التحریر والتنویر، جلد ۳ ص ۵۔

تو یہ ممکن ہی نہیں کہ اپنے بندوں پر رحم نہ کرے وہ انسانی طبیعت کا خالق ہے انسان کی فلاح و بہبود کو جانتا ہے ۔ انسان کی شہوت کو جانتا ہے اسی لئے اس رحمٰن ورحیم نے اپنے بندوں کے لئے رحمت کی صورت میں متعہ کا حکم اتارا ہے اس کے بعد زنا صرف شقی ہی کرے گا ۔ جیسے چور کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم ہے تو جب غریبوں کے لئے محتاجوں کے کیلئے بیت المال ہوگا اور اس سے انکی کفالت ہوتی رہے گی تو سوائے شقی کے اور کون چوری کرے گا ؟ اسی طرح جب متعہ کا حکم موجود ہے تو زنا شقی کے علاوہ کون کرے گا ؟

سُبْحَانَكَ اَللّٰھُمَّ پروردگار میں تیری بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتا ہوں ابھوانی کے زمانہ میں بھی دین اسلام پر اعتراض کرتا تھا اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ اسلام کے احکام بڑے وحشیانہ قسم کے ہیں کہ اس نے دو ایسے چاہنے والوں کو اعدام کا حکم دیدیا ہے جو محبت سے مجبور ہوکر جنسی عمل کر ڈالیں اور پھر اعدام بھی کیا ؟ دنیا کے لوگوں کے سامنے پتھر مار مار کر ہلاک کرنا کتنی بیرحمانہ بات ہے ؟ جی ہاں یہی احساس اغلب نوجوانوں کے یہاں تھا خصوصًا جو معاصر تھے جو مدرسوں میں ، سڑکوں پر اکثر لڑکیوں سے ٹکرا جاتے تھے بلکہ ہر ہر جگہ یہی بات تھی کیونکہ بے پردگی ، مخلوط ماحول کہاں نہیں تھا ؟ ہماری تربیت بھی اسی ماحول میں ہوئی تھی ، اس کا قیاس حوزہ کے طالب علموں پر کیا ہی نہیں جا سکتا جو ایک اسلامی معاشرہ میں زندگی بسر کرتے ہیں جو چاروں طرف سے مسلمانوں سے گھرا ہوتا ہے اور ہماری زندگی ان شہروں میں تھی جو مغرب زدہ تھے ۔

مختصر یہ کہ میں بھی اکثر نوجوانوں کی طرح اس ماحول میں زندگی بسر کرتا رہا جہاں مغربی تمدن اور عقیدہ کا برابر سے ٹکراؤ ہوتا تھا کیونکہ میرا عالم یہ تھا کہ ایک طرف مغرب کی دل فریب رنگینیاں اور دوسری طرف عقیدہ جو مجھے ڈراتا رہتا تھا کہ آخرت میں عذاب الٰہی

ہوگا۔ چونکہ ہمارے یہاں زنا کی کوئی سزا تو تھی نہیں۔ بس مسلمانوں کے سامنے اس کا ضمیر تھا اور کچھ نہیں! اب نوجوان یا تو نفسانی امراض کا شکار ہو جائے جو کبھی بہت ہی سنگین ہوتے ہیں اور ایسے ماحول میں ضبط نفس کی بنا پر پیدا ہو جاتے ہیں اور یا اپنے نفس اور اپنے خدا کو دھوکہ دے اور اخلاقی پستیوں میں گرتا چلا جائے۔

لیکن جب شیعہ ہوا تو اسلام کی حقانیت سمجھ میں آئی اور واقعہ ہے کہ جب تک آدمی شیعہ نہ ہو اسلام اور شریعت اسلام کے اسرار اس کی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ میں نے شیعہ ہونے کے بعد دیکھا شیعوں کے عقائد رحمت ہی رحمت ہیں ان میں ہر اجتماعی، سیاسی، اقتصادی زندگی کا حل موجود ہے۔ شیعوں کے عقائد سے یہ عقدہ کھل گیا کہ دین اسلام آسان ہے مشکل دین نہیں ہے خدا نے اپنے بندوں پر کوئی حرجی حکم نافذ ہی نہیں کیا۔ امامت رحمت ہے عصمت رحمت ہے بداء رحمت ہے، شیعوں کا نظریہ قضا و قدر رحمت ہے، تقیہ رحمت ہے متعہ رحمت ہے بلکہ بہت بڑی رحمت ہے۔ بس مختصر لفظ میں یوں سمجھیئے کہ یہی وہ سچا عقیدہ ہے جسکو لیکر محمدؐ ابن عبداللہ مبعوث ہوئے تھے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ (پ ۳ رس ۲ (بقرہ) آیت ۲۸۶)

اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہماری گرفت نہ کر۔ اے ہمارے رب ہم پر ویسا بوجھ نہ ڈال جیسا کہ ہم سے اگلے لوگوں پر بوجھ ڈالا تھا اور اے ہمارے پروردگار اتنا بوجھ جس کے اٹھانے کی ہمیں طاقت نہ ہو ہم سے نہ اٹھوا اور ہمارے قصوروں سے درگزر کر اور ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا مالک ہے تو ہی

کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر!

تحریف قرآن

تحریف ایک ایسا واہیات قول ہے جسکو نہ کوئی سنی برداشت کرسکتا ہے نہ شیعہ! کیونکہ خداوند عالم نے اس قرآن کے حفاظت کی ذمہ داری خود لے رکھی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: انا نحن نَزَّلنَا الذِّکرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحافِظُونَ ہ۔ (پ ۱۳ س ۱۵ الحجر، آیت ۹)

بے شک ہم ہی نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان بھی ہیں۔ لھذا کسی کے بس کی بات نہیں ہے کہ قرآن میں ایک حرف کا اضافہ کرسکے یا کمی کرسکے۔ ہمارے نبی کریمؐ کا یہ زندہ معجزہ ہے۔ یہاں باطل کی گنجائش ہی نہیں ہے نہ اس کے سامنے سے نہ پیچھے سے یہ تو بڑے حکمت والے خدا کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

نیز عملی طور سے بھی اس قرآن کے اندر تحریف ممکن ہی نہیں تھی اور نہ ہے کیونکہ بہت سے اصحاب اس کے حافظ تھے اور حفظ قرآن میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ اور یہی نہیں بلکہ اپنے بچوں کو بھی حفظ کراتے تھے۔ اس وقت سے لیکر اس وقت تک یہ سلسلہ چلا آرہا ہے۔ اس لئے نہ کسی انسان کے لئے ممکن ہے نہ کسی پارٹی کے لئے ممکن ہے نہ کسی حکومت کے بس کی بات ہے کہ قرآن مجید میں تحریف کرسکے۔

آپ دنیا کے شمال و جنوب، مشرق و مغرب کے چپہ چپہ کو تلاش کر ڈالیئے

تو آپ یہی دیکھیں گے کہ ہر جگہ بغیر کسی کمی یا زیادتی کے ایک ہی قرآن ہے۔

مسلمانوں کے فرقے تو آپ کو ملیں گے لیکن ہر فرقہ کے پاس قرآن ایک ہی ہے اور یہی قرآن مسلمانوں کو وحدت پر آمادہ کرتا ہے امت مسلمہ میں دو آدمی بھی آپکو ایسے نہیں ملیں گے جو قرآن کے بارے میں اختلاف رکھتے ہوں۔ ہاں تاویل و تفسیر میں آپ کو اختلاف ملے گا۔ ہر شخص اپنی تفسیر پر مطمئن و خوش ہے۔ اور شیعوں کی طرف جو تحریف قرآن کی نسبت دی جاتی ہے یہ محض پروپیگنڈہ ہے اور لوگوں کو شیعوں سے متنفر کرنے کا ایک ہتھکنڈہ ہے ورنہ شیعہ عقائد میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ خود میں نے قرآن مجید کے سلسلہ میں شیعوں کا عقیدہ پڑھا ہے ان لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ شیخ رضا المظفرؒ اپنی کتاب (عقائد الامامیہ) میں تحریر فرماتے ہیں:

ہمارا عقیدہ قرآن کے بارے میں یہ ہے کہ وہ وحی الٰہی ہے۔ خدا کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے قرآن ہمارے نبی کا زندہ و دائمی معجزہ ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت ایسی ہے کہ دنیائے بشر اس کا مثل لانے سے عاجز رہی ہے اس میں جو حقائق و معارف عالیہ ہیں ان کا جواب ناممکن ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی تغیر، تحریف کا امکان ہی نہیں ہے۔ اور یہ قرآن جو ہمارے پاس ہے جس کی ہم برابر تلاوت کرتے ہیں یہ وہی قرآن ہے جو حضرت رسالتمآب پر نازل ہوا تھا اور جو بھی اس کے علاوہ کا مدعی ہو وہ جھوٹا ہے خرق اجماع کرتا ہے۔ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور یا پھر خود اس کو اشتباہ ہوا ہے اور اس قسم کے دعوے کرنے والے گمراہ ہیں کیونکہ قرآن اللہ کا وہ کلام ہے جہاں باطل کی گنجائش ہی نہیں ہے نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔ (انتھی کلامہ)

اس کے علاوہ شیعوں کے شہر مشہور ہیں، ان کے فقہی مسائل کو سب ہی جانتے ہیں اگر ان کے پاس کوئی دوسرا قرآن ہوتا تو وہ مخفی نہیں رہ سکتا تھا لوگوں کو بہر حال معلوم ہو جاتا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب میں پہلی مرتبہ شیعوں کے شہر (نجف و کربلا وغیرہ) گیا تو خود میرے ذہن میں اس قسم کے خیالات تھے۔ چنانچہ جہاں بھی اور جب بھی کوئی موٹی کتاب دیکھتا تھا فوراً اٹھا کر دیکھنے لگتا تھا کہیں شیعوں کا خیالی قرآن یہی نہ ہو۔ لیکن بہت جلد میرے ذہن سے ہوا بن کر اڑ گیا اور بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ بھی شیعوں کے خلاف ایک پروپیگنڈہ ہے جس سے لوگوں میں ان کے خلاف نفرت پھیلائی جا سکے۔ البتہ شیعوں پر ایک کتاب کے ذریعہ برابر احتجاج کیا جاتا رہا اور اس کتاب کا نام ہے " فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب " اس کتاب کے مولف محمد تقی نوری طبرسی ہیں جنکا انتقال ۱۳۲۰ھ میں ہوا ہے۔ یہ شیعہ تھے مخالفین چاہتے ہیں کہ اس کتاب کی ذمہ داری تمام شیعوں پر ڈالی جائے۔ لیکن یہ بات انصاف کے خلاف ہے ___ کیونکہ نہ معلوم کتنی ایسی کتابیں لکھی گئی ہیں جن کا مقصد صرف مولف کی ذاتی رائے ہوتی ہے اس کی پوری ذمہ داری پوری قوم پر نہیں ڈالی جا سکتی اس میں حق و باطل غث و سمین سب کچھ ہوتا ہے اس میں غلط و صحیح سب کچھ موجود ہوتا ہے اور یہ بات ہر اسلامی فرقہ کے یہاں ہے صرف شیعوں ہی کے یہاں نہیں ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب سنیوں کے نظریے سے زیادہ قریب ہے بہ نسبت شیعوں کے[1]

---

[1] کیونکہ " فصل الخطاب "، شیعوں کے یہاں اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے برخلاف اس کے اہل سنت کی صحاح و مسانید میں قرآن کی کمی و زیادتی کی روایات موجود ہیں۔ جی چاہے تو بخاری، مسلم، مسند امام احمد بن حنبل کا مطالعہ کر ڈالئے !! ۔

آپ ہی فیصلہ کریں کیا ثقافت مصر کے وزیر اور ادب عربی کے ڈائریکٹر ڈاکٹر طہٰ حسین نے قرآن اور جاہلی اشعار کے بارے میں جو لکھا ہے اس کی ذمہ داری تمام اہل سنت والجماعت پر آتی ہے؟ ہرگز نہیں یہ ان کا ذاتی نظریہ تھا اسی طرح "فصل الخطاب" کی ذمہ داری تمام شیعوں پر کیونکر ڈالی جاسکتی ہے؟ یہ تو مولف کا ذاتی نظریہ رہا ہوگا۔ کیا بخاری نے اپنی صحیح میں قرآن میں کمی وزیادتی کی جو روایات تحریر کی ہیں یا صحیح مسلم وغیرہ میں جو اس قسم کی روایات ہیں ان سے یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ تمام سنیوں کا یہی عقیدہ ہے۔؟

خیر چھوڑیئے ہم اس کو معاف کرتے ہیں اور برائی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہیں ـــــ یعنی وہ ہم پر اتہام لگائیں مگر ہم نہیں لگائیں ـــــ اس سلسلہ میں استاد محمد المدنی " جو جامعہ ازہر میں کلیۃ الشریعۃ کے عمید ہیں " کا قول بہت ہی معقول ہے وہ تحریر فرماتے ہیں: یہ کہنا کہ امامیہ (فرقہ) قرآن میں نقص کا قائل ہے معاذاللہ! دراصل کچھ روایات ہیں جو شیعوں کی کتابوں میں لکھی گئی ہیں اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ ہماری کتابوں میں بھی اس قسم کی روایات لکھی گئی ہیں۔ لیکن فریقین کے اہل تحقیق نے ان روایات کو ضعیف بتایا ہے اور ان روایات کے بطلان کو ثابت کیا ہے۔ شیعہ امامیہ یا زیدیہ فرقہ میں کسی کا بھی عقیدہ تحریف کا نہیں ہے جیسے کے اہل سنت میں کوئی تحریف کا قائل نہیں ہے

اگر کسی کو شوق ہو تو علامہ سیوطی کی کتاب الاتقان کو پڑھ لے کہ اس میں اس قسم کی کتنی روایات ہیں۔ مگر ہم ان کے ذکر سے اعراض کرتے ہیں

۱۴۹۸ھ میں ایک مصری نے ایک کتاب " الفرقان " کے نام سے لکھی جس میں اسی قسم کی کمزور وجعلی ومتروک روایات کی بھرمار کردی۔ اور تمام روایتوں کو اہل سنت کی معتبر کتابوں اور مصادر سے تحریر کیا تھا۔ جامعہ ازہر نے مصری حکومت

سے مطالبہ کیا کہ اس کتاب کو ضبط کرے اور دلیلوں اور علمی بحث سے اس کتاب کے غلط ہونے کو ثابت کرے حکومت نے ان کی بات قبول کر کے کتاب کو ضبط کر لیا۔ جب کتاب ضبط ہو گئی تو مولف کتاب نے حکومت سے اپنا نقصان مانگا۔ جب عدالت میں مقدمہ پیش کیا گیا تو عدالت نے مولف کا دعویٰ رد کر دیا اور مقدمہ خارج کر دیا۔

کیا اس کتاب کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ اہل سنت قرآن کی تقدیس کے قائل نہیں ہیں؟ یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اہل سنت تحریف کے قائل ہیں؟ کیونکہ فلاں روایت موجود ہے اور فلاں مولف نے اپنی فلاں کتاب میں لکھا ہے۔

تو پھر اسی طرح شیعہ امامیہ کے بارے میں بھی تسلیم کیجئے کہ اس قسم کی روایات شیعوں کی بھی بعض کتابوں میں آ گئی ہیں لیکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ اسی تحریف کے سلسلہ میں چھٹی صدی ہجری کے شیعوں کے ایک مسلم الثبوت زبردست عالم اپنی کتاب " مجمع البیان فی تفسیر القرآن " میں تحریر فرماتے ہیں: جہاں تک قرآن میں زیادتی کا سوال ہے تو یہ قول اجماعاً باطل ہے۔ البتہ جہاں تک کمی کا سوال ہے تو ہمارے یہاں کے بعض لوگوں نے اور سنیوں کے حشویہ فرقہ نے ایسی روایات نقل کی ہیں جن سے نقص و تغیر ثابت ہوتا ہے ـــــ لیکن ہمارے تمام علماء کے نزدیک یہ قول باطل ہے۔

علامہ سید مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی تحریف کو غلط قرار دیا ہے مسائل طرابلسیات کے جواب میں علم الھدیٰ سید مرتضیٰ رض نے بڑی تفصیل سے اس قول کو باطل قرار دیا ہے۔ چنانچہ متعدد جگہوں پر علم الھدیٰ نے لکھا ہے: قرآن مجید کے صحیح منقول ہونے کا علم ایسا ہی ہے جیسے بڑے بڑے شہروں کے وجود کا علم، عظیم حادثات کا علم، مشہور کتابوں کا علم، اشعار عرب کا علم ہے کیونکہ قرآن کے نقل کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کے جتنے اسباب و دواعی

ہیں وہ دوسری چیزوں کے لئے نہیں ہیں کیونکہ قرآن علوم شریعت، دین احکام کا ماخذ ہے نبوت کا معجزہ ہے۔ مسلمانوں کے علماء نے اس کی حفاظت میں جان توڑ کوشش کی اور اتنی توجہ دی ہے کہ اس کے جزئی اختلاف کے بارے میں بھی علم و معرفت رکھتے ہیں (مثلاً) اعراب، قرأت حروف، آیات، (زیر زبر پیش، سکون، تشدید) تک کا علم رکھتے ہیں اور اس کے اختلاف کے عالم ہیں۔ پھر اتنی عنایت اور ضبط شدید کے بعد اس میں کسی تغیر یا نقص و کمی کا امکان ہے؟ ناممکن و محال ہے [1]

میرے محترم قاریو! تحریف کی نسبت اہل سنت کی طرف بہ نسبت شیعوں کے زیادہ مناسب ہے۔ اور میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اہلسنت دوسروں کو جن چیزوں پر متہم کرتے ہیں ان چیزوں کے وہی قائل ہوتے ہیں (اپنے کو بچانیکے لئے دوسروں کو متہم کرتے ہیں) اور یہی وہ اسباب تھے جنھوں نے مجھ کو مجبور کیا کہ اپنے تمام عقائد پر نظر ثانی کروں، اس لئے کہ میں نے جب بھی کسی چیز کا الزام شیعوں پر لگایا انھوں نے فوراً اپنی برأت ثابت کر کے اسی چیز کا الزام ہمارے اوپر ثابت کر دیا اور آخر مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ یہ لوگ سچے ہیں مدتوں کے بعد اور بڑی بحث و تمحیص کے بعد میں مطمئن ہو گیا کہ شیعہ حق پر ہیں۔ اور شاید آپ کو یہ بھی شوق ہو کہ اہل سنت کی کتابوں سے دلیل حاصل کریں، اور اس کے بعد آپ بھی مطمئن ہو جائیں کہ سنی حضرات ہی تحریف کے قائل ہیں شیعہ نہیں قائل ہیں، میں آپ کے سامنے سنی کتابوں کا حوالہ پیش کرتا ہوں۔

طبرانی اور بیہقی: دونوں نے لکھا ہے کہ قرآن میں دو سورے تھے (لیکن اب وہ

---

[1] استاد محمد المدنی کا مقالہ مجلہ رسالۃ الاسلام کے گیارہویں سال کے عدد چہارم کے ص ۳۸۲ اور ص ۳۸۳ پر موجود ہے۔

سورے قرآن میں نہیں ہیں اسی کمی کو تحریف کہتے ہیں (مترجم)

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ، وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ۔

(۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ نَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ۔ الجد اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِيْنَ مُلْحِقٌ۔

علامہ راغب اصفہانی نے اپنی کتاب (المحاضرات) میں ان دونوں سوروں کا نام سورۂ قنوت رکھا ہے اور حضرت عمر ان دونوں سوروں کو قنوت میں پڑھا کرتے تھے اور یہ دونوں سورے مصحف ابن عباس اور مصحف زید بن ثابت میں موجود ہیں۔ [۱]

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں ابی بن کعب سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: آپ لوگ سورۃ احزاب کی کتنی آیات کی تلاوت کرتے ہیں؟ جواب دیا گیا ستّر سے کچھ اوپر کعب نے کہا: ہم اسکو رسولخدا کے ساتھ سورہ بقر کے برابر یا اس سے بھی زیادہ پڑھتے تھے اور اسی میں آیت رجم بھی تھی۔ [۲]

محترم قاری! یہ دونوں سورے جو اتقان اور درمنثور میں موجود ہیں، طبرانی اور بیہقی نے ان دونوں سوروں کی تخریج کی ہے اور ان کا نام سورۃ القنوت رکھا گیا ہے۔

لیکن قرآن مجید میں ان دونوں کا کوئی وجود نہیں ہے

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں سورے جو مصحف ابن عباس اور مصحف زید

---

[۱] الاتقان اور درمنثور یہ دونوں کتابیں جلال الدین سیوطی کی ہیں۔

[۲] مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۳۲ ۔

بن ثابت میں موجود ہیں ۔ موجودہ قرآن ان سے خالی ہے یعنی موجودہ قرآن ناقص ہے ۔اور اس سے ایک دوسری بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ موجودہ قرآن کے علاوہ بھی دوسرے قرآن موجود ہیں ۔ اس سے مجھے سنیوں کا یہ اعتراض یاد آتا ہے کہ شیعوں کے یہاں تو قرآن کے علاوہ دوسرا قرآن مصحف فاطمہؑ کے نام سے بھی موجود ہے (سچ ہے اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دکھائی دیتا)

(اس سے زیادہ پر لطف بات سنئے) اہل سنت ہر صبح دعائے قنوت میں یہ دونوں سورے پڑھتے ہیں ۔اور میں نے خود شخصی طور سے (جب تک سنی تھا) ان دونوں کو حفظ کیا تھا اور نماز فجر کی قنوت میں پڑھا کرتا تھا ۔

اب رہی وہ دوسری روایت جس کو احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ سورہ احزاب کا ۳/۴ حصہ کم ہو گیا ہے صرف ۱/۴ حصہ قرآن میں ہے ۔ کیونکہ سورۂ بقرہ میں ۲۸۶ آیات ہیں لیکن سورہ احزاب ۷۳ آیتوں سے زیادہ نہیں ہے اور اگر ہم قرآن کا شمار حزب سے کریں تو سورہ بقر پانچ حزب سے زیادہ ہے اور سورہ احزاب صرف ایک حزب ہے (تو ۳/۴ غائب ہے کہ نہیں ؟)

ابی ابن کعب ان تمام حافظان قرآن میں سب سے زیادہ مشہور حافظ ہیں جنھوں نے آنحضرتؐ کے زمانہ میں قرآن حفظ کیا تھا اور (اسی لئے) حضرت عمر نے نماز تراویح کا پیشنماز بھی انھیں کو بنایا تھا اب ان جیسے حافظ قرآن کا یہ کہنا : ہم رسولخداؐ کے زمانہ میں اس سورہ (احزاب) کو بقرہ کے برابر یا اس سے بھی زیادہ پڑھا کرتے تھے! ہم کو شک و حیرت میں ڈال دیتا ہے ۔

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں ابی بن کعب کا قول نقل کیا ہے کہ وہ

کہتے ہیں رسولخدا نے فرمایا : خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھارے سامنے قرآن پڑھوں (کعب کہتے ہیں) چنانچہ آنحضرتؐ نے لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب کی تلاوت کی تو اسی سورہ میں یہ بھی تلاوت فرمائی : وَلَوْاَنَّ ابْنَ اٰدَمَ سَئَلَ وَادِیًا مِنْ مَالٍ فَاُعْطِیَہٗ لَسَئَلَ ثَانِیًا فَلَوْسَئَلَ ثَانِیًا فَاُعْطِیَہٗ لَسَئَلَ ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ وَ اِنَّ ذَالِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ عِنْدَاللّٰہِ الْحَنِفِیَّۃُ غَیْرُ الْمُشْرِکَۃِ وَلَا الْیَھُوْدِیَۃِ وَالاَلنصرانیہ وَمَنْ یَّفْعَلْ خَیْرًا فَلَنْ یَّکْفُرَہٗ ۔ [1]

حافظ ابن عساکر نے ابی بن کعب کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ جناب ابوالدرداؑ دمشق کے کچھ لوگوں کے ساتھ مدینہ کے لئے روانہ ہوئے ۔ مدینہ پہنچکر حضرت عمر کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی : اِن جَعَلَ الذین کفروا فی قلوبہم الحمیّۃ حمیّۃ الجاھلیۃ وَلوحمیتم کما حموا لفسد المسجد الحرام ۔ عمر بن الخطاب نے پوچھا آپ لوگوں کو کس نے یہ قرأت پڑھائی ہے سب نے کہا : ابی بن کعب نے عمر نے ابی بن کعب کو بلوایا جب آگئے تو ان لوگوں سے کہا اب پڑھو انھوں نے پھر ولوحمیتم کما حموا لفسد المسجد الحرام پڑھا ابی بن کعب نے کہا : جی ہاں ہم نے اسی طرح پڑھایا ہے اس پر عمر نے زید بن ثابت سے کہا : تم پڑھو زید نے وہی عام قرأت کی جو موجودہ قرآن میں ہے تو اس پر عمر نے کہا : خدا کی قسم میں اس قرأت کے علاوہ دوسری قرأت نہیں جانتا ۔ یہ سن کر ابی بن کعب بولے : اے عمر واللہ میں (آنحضرتؐ کے پاس) حاضر رہتا تھا

---

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۳۱

اور یہ لوگ غائب رہتے تھے ۔ میں قریب رہتا تھا یہ دور رہتے تھے ۔ بخدا اگر آپ کی خواہش ہو تو میں اپنے گھر بیٹھ رہوں نہ کسی سے حدیث بیان کروں نہ کسی کو قرآن پڑھاؤں یہانتک کہ میری موت آجائے ۔ عمر نے کہا خدا تمہیں بخش دے (اے ابی) تم جانتے ہو کہ خدا نے تمھیں علم دیا ہے ۔ (میں تمکو منع نہیں کرتا) تم کو جو معلوم ہے وہی لوگوں کو بتاؤ ۔

روایت میں ہے : حضرت عمر کا گزر ایک غلام کی طرف سے ہوا اور وہ قرآن کی تلاوت کر رہا تھا اس نے آیت پڑھی : النبیُ اولیٰ بالمومنین من انفسہم و ازواجہ امہاتہم وھو ابٌ لھم الخ .... عمر نے کہا اے غلام اس کو مٹادے! اس نے کہا : یہ ابی بن کعب کا قرآن ہے ، عمر نے ابی بن کعب سے جاکر پوچھا تو ابی بن کعب نے جواب دیا : ہاں میری ساری دلچسپی قرآن سے تھی اور آپ کی تمام تر دلچسپی بازار میں خرید و فروخت سے تھی [1] ابن اثیر نے جامع الاصول میں ، ابو داؤد نے سنن میں ، حاکم نے مستدرک میں اسی قسم کی روایت کی ہے ۔

میرے بھائی محترم قاری ! اس مرتبہ میں آپ کے حوالہ کرتا ہوں کہ آپ خود ہی اس قسم کی روایات پر حاشیہ لگائیں جس سے اہل سنت کی کتابیں بھری پڑی ہیں یہ لوگ اپنی کتابوں سے تو غافل ہیں شیعوں پر اعتراض کرتے رہتے ہیں ۔ حالانکہ ان کے یہاں اس قسم کی روایات کا عشر عشیر بھی نہیں ہے ۔

لیکن میں جانتا ہوں کہ بعض معاند قسم کے سنی حضرات حسب عادت ان روایات کو ترک کر دیں گے اور فوراً امام احمد پر اعتراض کریں گے کہ یہ روایات ضعیف ہیں اور

---

[1] تاریخ دمشق حافظ ابن عساکر جلد ۲ ص ۲۲۸

کہیں گے مسند امام احمد، سنن ابوداؤد وغیرہ اہل سنت کے یہاں صحاح میں شمار نہیں کی جاتیں اس لئے ان سے استدلال کرنا حجت نہیں ہے

چونکہ میں ان لوگوں کو اچھی طرح پہچانتا ہوں اس لئے کہ جب بھی میں نے ان لوگوں کے سامنے ان کتابوں کی وہ حدیثیں پڑھیں جس سے شیعوں کا مسلک ثابت ہوتا ہے تو یہ لوگ فوراً بھاگنے لگتے ہیں اور ان کو تسلیم نہیں کرتے۔ بس ان کے یہاں جو صحاح ہیں ـــــ بخاری، مسلم، ابی داؤد، ترمذی، النسائی، ابن ماجہ بعض لوگ ان کتابوں کے ساتھ سنن الدارمی اور موطا، امام مالک مسند احمد بن حنبل کو بھی شمار کر لیتے ہیں ـــــ انھیں کی روایت پر اصرار کرتے ہیں۔

اس قسم کے لوگوں کیلئے میں بخاری و مسلم سے بھی اسی قسم کی روایات پیش کرتا ہوں تاکہ جھوٹے کو گھر تک پہنچادوں۔ ہوسکتا ہے یہ حق بات قبول ہی کریں۔

صحیح بخاری [1] میں عمار و حذیفہ کے مناقب والے باب میں علقمہ سے روایت ہے کہ علقمہ کہتے ہیں: میں ایکمرتبہ شام آیا وہاں دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی: خدایا میرے لئے ایک صالح جلیس مہیا کر دے۔ اس کے بعد میں آکر لوگوں کے پاس بیٹھ گیا اتنے میں دیکھا ایک بزرگ شخص تشریف لائے اور آکر میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: حضرت ابوالدرداء! میں نے ان سے کہا: میں نے دو رکعت نماز پڑھ کر خدا سے دعا کی تھی کہ مجھے ایک صالح جلیس مہیا کر دے تو خدا نے آپ کا انتظام کر دیا ابوالدرداء نے

---

[1] صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۱۵ ۔

پوچھا: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا: کوفہ کا، انھوں نے فرمایا: کیا تمھارے یہاں ابن ام عبد صاحب نعلین و وسادۃ و مطہرۃ نہیں ہیں؟ تمھارے ہی یہاں وہ شخص ہے جسکو خدا نے اپنے نبی کی زبان سے اس کو شر شیطان سے پناہ میں دے دیا ہے۔ کیا تمھارے یہاں وہ شخص نہیں ہے جو رسولؐ کے تمام ان رازوں کو جانتا ہے جس کو کوئی دوسرا نہیں جانتا اس کے بعد ابو الدرداء بولے: خدا کے بندے تم واللیل اذا یغشیٰ کی تلاوت کیونکر کرتے ہو؟ میں نے فوراً پڑھا: واللیل اذا یغشیٰ والنھار اذا تجلیٰ، والذکر والانثیٰ ۔ اس پر ابو الدرداء بولے: خدا کی قسم مجھے منہ در منہ رسولؐ خدا نے اسی طرح پڑھایا تھا۔ ایک دوسری روایت میں اتنا اضافہ ہے: یہ لوگ مجھ سے مسلسل اصرار کرتے رہے کہ میں اس چیز کو چھوڑ دوں جس کو رسولؐ خدا سے سنا ہے [۱] ایک اور روایت میں ہے کہ: واللیل اذا یغشیٰ والنھار اذ تجلیٰ والذکر والانثیٰ: ابو الدرداء کہتے ہیں: رسولؐ خدا نے منہ در منہ اسی طرح پڑھایا ہے اور یہ لوگ برابر میری رد کرتے رہتے ہیں۔[۲]

ان تمام روایتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ موجودہ قرآن "وما خلق" کا اضافہ ہے، بخاری ہی میں ابن عباس سے منقول ہے: حضرت عمر بن خطاب نے کہا: خدا نے محمدؐ کو مبعوث برحق کیا اور ان پر کتاب نازل کی، منجملہ اور آیتوں کے ایک آیت رجم بھی تھی جسکو ہم نے پڑھا تھا اور سمجھا تھا اور حفظ بھی کیا تھا، اسی آیت کی بنا پر رسولؐ خدا نے رجم کیا تھا اور ان کے بعد ہم نے بھی رجم کیا تھا مجھے خطرہ ہے کہ

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۳ ص ۲۱۶ ● [۲] صحیح بخاری جلد ص ۲۱۸ (باب مناقب عبد اللہ ابن مسعود)

اگر زیادہ زمانہ گزر گیا تو لوگ کہیں گے خدا کی قسم ہمکو قرآن کے اندر آیت رجم نہیں ملتی تو یہ لوگ ایک ایسے فریضہ کو ترک کر کے گمراہ ہوں گے جس کو خدا نے اپنی کتاب میں نازل کیا تھا۔ خدا کی کتاب میں شوہر دار عورت اور بیوی والے مرد کیلئے اگر یہ زنا کریں اور بینہ قائم ہو جائے یا حمل ہو اور اعتراف ہو تو رجم ثابت ہے پھر اس کے علاوہ قرآن میں اس آیت کی بھی تلاوت کیا کرتے تھے: اَنْ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِکُم فَاِنَّہٗ کُفْرٌ بِکُمْ اِنْ تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِکُمْ اَوْ اِنْ کُفْراً بِکُمْ اِنْ ترغبوا عن اٰبائکم[۱]

امام مسلم نے اپنی صحیح میں باب (لو ان لابن آدم وادیین لابتغیٰ ثالثا) کے اندر یہ آیت لکھی ہے: ابوموسیٰ اشعری نے بصرہ کے قاریوں کو ایکمرتبہ بلایا تو تین سو ایسے آدمی آئے کہ جنھوں نے قرآن پڑھا تھا۔ ابوموسیٰ نے ان سے کہا: تم لوگ بصرہ والوں میں سب سے زیادہ بہتر ہو! اور قاریان قرآن ہو۔ تم لوگ قرآن کی تلاوت کرو، لیکن مدت طویل نہ کرو کہ تمھارے دل اسی طرح سخت ہو جائیں جس طرح سے تم سے پہلے والوں کے سخت ہو گئے تھے، ہم لوگ ایک ایسا سورہ پڑھا کرتے تھے جو طول اور شدت میں سورہ برأت کے مشابہ تھا لیکن میں بھول گیا صرف یہ آیت یاد ہے: لَوْکَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغیٰ وَادِیاً ثَالِثاً وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابن آدم اِلَّا التُّرَابُ

اسی طرح ہم لوگ ایک سورہ پڑھا کرتے تھے جو مسبحات میں سے مشابہ تھا۔ میں اسکو بھول گیا صرف یہ آیت یاد رہ گئی: یا ایُّھا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ فَتُکْتَبُ شَہَادَۃً

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۸ صفحہ ۲۶ باب رجم الحبلیٰ من الزنا اذا احصنت

فِی اَعنَاقِکُم فتُسئَلُونَ عنھا یَومَ القِیَامَۃِ !!

اے ایماندارو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو (ایسا کرنے سے) تمھاری گردنوں پر گواہی لکھی جاتی ہے اور قیامت میں تم سے اس کے بارے میں پوچھا جائیگا۔

یہ دونوں سورتے جن کو ابو موسیٰ اشعری پڑھا کرتے تھے جن میں کا ایک سورہ برائت کے مشابہ یعنی ۱۲۹ آیت پر مشتمل تھا اور دوسرا کسی ایک مسبحات کے برابر یعنی بیس آیتوں پر مشتمل تھا" آج قرآن میں موجود نہیں ہیں۔ ان کا وجود صرف ابو موسیٰ کے خیال میں تھا۔

میرے منصف مزاج قاریو! سنو! اور تعجب کرو اور جی چاہے تو ہنسو یا پھر رو دو یہ آپکو اختیار ہے

جب اہل سنت کی کتابیں ــــ مسانید و صحاح ــــ ایسی روایات سے بھری پڑی ہیں جن سے کبھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں کمی ہے اور کبھی یہ ثابت ہوتا ہے قرآن میں اضافہ ہے تو پھر یہ لوگ کس منہ سے شیعوں پر الزام لگاتے ہیں جنھوں نے کمی و زیادتی کے بطلان پر اجماع کیا ہے

سو سال پہلے ایک شیعہ "فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب" نامی کتاب تحریر کرتا ہے جس کا انتقال ۱۳۲۰ھ ہجری میں ہو گیا تھا اور چار سو سال پہلے ایک سنی نے مصر میں "الفرقان" نامی کتاب لکھی تھی جیسا کہ علامہ الشیخ محمد المدنی عمید کلیۃ الشریعۃ بالازہر نے اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے [۱] تو ہو سکتا ہے اس شیعہ نے اس سنی کی وہ کتاب جس کا نام "الفرقان" ہے پڑھی ہو جس میں صحاح اہل سنت کی تمام روایتوں کو جمع کر دیا گیا ہے اور جس کتاب کو مصری حکومت نے جامعۂ ازہر کے مطالبہ پر ضبط کر لیا تھا جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے اور ساری دنیا

---

[۱] رسالۃ الاسلام العدد الرابع سنۃ الحادیۃ عشر ص ۳۸۲ و ص ۳۸۳

جاتی ہے ہر ممنوع چیز مرغوب ہوا کرتی ہے اور کتاب مصر میں ممنوع تھی دیگر اسلامی ممالک میں تو ممنوع نہ تھی اس لئے ہوسکتا ہے کہ فصل الخطاب اسی الفرقان کا نتیجہ ہو۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ شیعہ وسنی کے محققین علماء نے اس قسم کی روایات کو باطل قرار دیا ہے اور ان روایات کو شاذ قرار دیا ہے۔ اور معقول دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ موجودہ قرآن وہی ہے جو آنحضرتؐ پر نازل ہوا تھا۔ اس میں نہ کوئی کمی ہے نہ زیادتی ہے نہ تغییر ہے نہ تبدیلی ہے۔

پس اہل سنت ان روایات کی بنا پر جو "خود سنیوں کے نزدیک ساقط الاعتبار ہیں اور سنی حضرات اس سے اظہار بیزاری کرتے ہیں حالانکہ ان کی صحاح ان روایات کو ثابت کرتی ہیں" شیعوں پر کیوں اعتراض کرتے ہیں؟ مسلمانو! نہ تو یہ انصاف ہے اور نہ عدالت واقعی حضرت عیسیٰؑ نے صحیح فرمایا ہے: یہ لوگ (سنی) شیعوں کی آنکھ کا تنکا دیکھ لیتے ہیں مگر اپنی آنکھ کی شہتیر نہیں دیکھتے!

میں بہت ہی افسوس اور تلخی کے ساتھ ان روایات کا ذکر کرنے پر مجبور ہوں ـــــ حالانکہ ان روایات کو مہملات کی ٹوکری میں ڈال دینا چاہیئے ـــــ کیونکہ بعض مولفین و لکھنے والے جن کا دعویٰ ہے کہ وہ سنت نبوی سے تمسک رکھتے ہیں ادھا دھند شیعوں پر تحریف کا الزام لگاتے ہی رہتے ہیں اور ان کی پشت پناہی مشہور ادارے کرتے رہتے ہیں اور اُن لکھنے والوں کو آمادہ کرتے ہیں کہ تم شیعوں کو کافر ثابت کرو اور جب سے ایران میں اسلامی انقلاب کامیاب ہوا ہے اس وقت سے تو برساتی مینڈھکوں کی طرح ہر ملک اور ہر شہر سے یہ لوگ ٹرائے جارہے ہیں۔

ان لوگوں سے میری درخواست ہے: خدا کے واسطے اپنے بھائیوں کا لحاظ کرو

خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو تفرقہ اندازی نہ کرو خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے ۔ لیکن خدا نے تمہاری تالیف قلب کی اور اس کی نعمتوں کی برکت کی وجہ سے بھائی بھائی ہو گئے ۔

جمع بین الصلاتین

(ظہرین و مغربین کی نمازوں کو ملا کر پڑھنا)

سنی حضرات شیعوں پر ایک الزام یہ بھی لگاتے ہیں کہ یہ لوگ ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو ملا کر پڑھتے ہیں اور سنی حضرات (بزعم خود) اپنے کو نماز کا محافظ سمجھتے ہیں کیونکہ قرآن نے کہا ہے : اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (پ ۵ س ۴ النساء آیت ۱۰۳)

بیشک نماز ایمانداروں پر وقت معین کر کے فرض کی گئی ہے ۔ سنی حضرات کو آپ نے بارہا سنا ہوگا کہ وہ کہتے رہتے ہیں : شیعہ نماز میں سستی برتتے ہیں، خدا و رسولؐ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ۔

مگر شیعوں کی مخالفت یا موافقت سے پہلے موضوع کو ہر اعتبار سے دیکھنا ضروری ہے اور حسب عادت فریقین کی دلیلوں کو دیکھنا لازمی ہے اور مدعی اور مدعا علیہ کی بات سنکر دلیلوں کو پرکھ کر تب کوئی فیصلہ کرنا ہے تاکہ جو بات بھی کہی جائے وہ دلیل و بینہ کے ساتھ ہو ۔

اہل سنت حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ عرفہ کے دن (عرفات میں) نماز ظہر و عصر کو ایک ساتھ ہی پڑھنی چاہیئے اسی کو جمع تقدیم کہا جاتا ہے ۔ اور مزدلفہ میں مغرب و عشا

کے ملاکر پڑھنے پر اتفاق ہے اس کو جمع تاخیر کہا جاتا ہے ،عرفہ و مزدلفہ والی بات پر شیعہ سنی ہی کیا ! بغیر استثناء تمام اسلامی فرقے متفق ہیں البتہ شیعوں اور سنیوں میں عرفہ اور مزدلفہ کے علاوہ پورے سال میں بغیر کسی عذر سفر کے ملاکر پڑھنے میں اختلاف ہے تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) حنفی حضرات کے یہاں کسی بھی صورت میں ــــ خواہ سفر کا عالم ہو ــــ ظہرین و مغربین کا ملاکر پڑھنا جائز نہیں ہے ۔ حالانکہ نصوص صریحہ ملاکر پڑھنے کیلئے موجود ہیں خصوصاً سفر میں تو سب ہی کہتے ہیں (حنفی حضرات اس مسئلہ میں اجماع امت (سنی و شیعہ) کی خلاف ورزی کرتے ہیں ،

(۲) مالکی ، شافعی ، حنبلی ، سفر میں ملاکر پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں البتہ کسی اور عذر کی بنا پر ،، مثلاً خوف ہو بیماری ہو ، بارش ہو ، کیچڑ ہو ،، جمع بین الصلاتین کے مسئلہ پر آپسمیں اختلاف رکھتے ہیں

(۳) شیعہ امامیہ جمع بین الصلاتین کو مطلقاً جائز سمجھتے ہیں خواہ سفر ہو یا نہ ہو ، بارش ہو یا نہ ہو بیماری ہو یا نہ ہو ، خوف ہو یا نہ ہو ہر حال میں ملاکر پڑھنا جائز ہے اور یہ ائمہ معصومین کی پیروی میں ایسا کرتے ہیں ۔

البتہ یہاں پر ایک یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اہل سنت جب بھی شیعوں کے خلاف احتجاج کرتے ہیں تو یہ لوگ فوراً کہدیتے ہیں کہ ہمارے ائمہ نے یہی تعلیم دی ہے اور ان لوگوں کو اس پر فخر ہے کہ ائمہ کی پیروی کرتے ہیں ۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سب سے پہلی مرتبہ جب میں نے ظہر و عصر کو ملاکر پڑھا تو وہ شہید باقر الصدرؒ کی امامت میں پڑھا تھا اس سے پہلے میں نجف اشرف میں بھی ظہر و عصر کو الگ الگ پڑھا کرتا تھا ۔ یہاں تک کہ ایکمرتبہ شہید صدر کے ساتھ ان کے گھر سے نماز کیلئے گیا اور اس مسجد میں گیا جہاں وہ نماز پڑھایا کرتے تھے ، وہاں ان کے مقلدین نے میرا بہت احترام کیا اور ٹھیک شہید صدر کے پیچھے میرے لئے جگہ چھوڑ دی ۔ جب نماز ختم ہوگئی اور نماز عصر کے

لئے اقامت کہی گئی تو میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ میں الگ ہو جاؤں لیکن میں دو باتوں کی وجہ سے ٹھہرا رہا پہلی بات تو شہید صدرؒ کی ہیبت اور نماز میں ان کا خضوع و خشوع جس کی وجہ سے میرا جی چاہتا تھا نماز میں اور طول ہو جائے دوسری بات یہ تھی کہ میں ایسی جگہ پر کھڑا تھا جو تمام نمازیوں میں سید شہید سے قریب تھی میں نے محسوس کیا ایک غیر شعوری طاقت مجھ کو وہاں ٹھہرنے پر مجبور کر رہی ہے پھر جب ہم لوگ نماز عصر سے فارغ ہو گئے اور لوگ ٹوٹ پڑے ان سے سوالات کرنے لگے اور میں شہید صدرؒ کے پیچھے کھڑا ہوا سوال و جواب کو سنتا رہا سوائے ان سوالات کے جنکو بہت ہی آہستہ سے پوچھا گیا تھا۔ پھر شہید سعیدؒ مجھے کھانے کے لئے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔ وہاں میں نے محسوس کیا میں ایک محترم مہمان ہوں۔ میں نے اس وقت کو غنیمت سمجھا اور شہیدؒ سے جمع بین الصلاتین کی وجہ پوچھی تو شہید نے کہا: ہمارے یہاں آئمہ معصومینؑ سے بہت سی روایات منقول ہیں کہ آنحضرتؐ نے ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو بغیر کسی خوف یا سفر کے ملا کر پڑھی ہے اور اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ امت سے عسر و حرج برطرف کر دیا جائے۔

میں! یہ حرج والی بات میری سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ قرآن کہتا ہے: مَا جُعِلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ حَرَجٌ دین میں کوئی حرج ہے ہی نہیں تو اس کے دور کرنے کا مطلب؟

سید: چونکہ خدا ہر چیز کا عالم ہے اس کو علم تھا کہ آخری زمانہ میں ذاتی کاروبار و مشاغل حکومتی ملازمتیں جیسے دربانی، پولیس، فوج، عام اداروں میں کام کرنے والے افراد بلکہ طلاب اساتذہ وغیرہ پر اگر روز آنہ پانچ وقت کی نماز مختلف اوقات میں ضروری کر دی جائے تو ان کے لئے دین حرجی بن جائے گا اس لئے خدا نے اپنے نبیؐ پر وحی فرمائی کہ دو فریضوں کو ایک ہی وقت میں پڑھ لیا جائے تاکہ اوقات نماز پانچ کے بجائے تین رہ جائیں یہ بات مسلمانوں

کے لئے آسان بھی ہوگی اور اس میں کوئی حرج بھی نہ ہوگا ۔

میں : لیکن سنت رسولؐ قرآن کی ناسخ نہیں بن سکتی ۔

سید : میں نے کب کہا کہ سنت ،قرآن کی ناسخ ہے لیکن میرا مقصد یہ ہے کہ سنت قرآن کی تفسیر کرتی ہے اور مشکلات کی وضاحت کر دیتی ہے ۔

میں : قرآن نے کہا ہے : نماز مومنین پر معین وقتوں کے ساتھ واجب کی گئی ہے اور سنت رسولؐ میں مشہور ہے کہ جبرئیل رسولخداؐ کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ ایک دن رات میں پانچ مرتبہ نماز پڑھی اور ان نمازوں کا نام ظہر، عصر، مغرب ، عشا ، فجر رکھدیا گیا ۔ کیونکہ انھیں اوقات میں یہ نمازیں پڑھی گئی تھیں)

سید : اس آیت ــــ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا ــــ کی تفسیر رسولخدا نے نماز کو الگ الگ پڑھ کر اور ملاکر پڑھنے سے کر دی ۔ پس آیت کا مطلب ہے کہ چاہے نماز کو پانچ وقتوں میں پڑھو یا تین وقتوں میں یہی وہ وقت ہے جسکو خدا پسند کرتا ہے ۔

میں : سیدنا پھر کتاباً موقوتاً کہنے کی کیا ضرورت تھی ؟

سید : نے مسکراتے ہوئے فرمایا : کیا آپ کا خیال ہے کہ حج میں مسلمان نماز کو وقت معین پر نہیں پڑھتے ؟ کیا جب مسلمان عرفات میں ظہر و عصر کو ملاکر اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو ملاکر پڑھتے ہیں اور یہ رسولخدا کی اقتدا میں ایسا کرتے ہیں تو کیا یہ خدا کی مخالفت کرتے ہیں؟

میں : دنے تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد کہا، ہوسکتا ہے حج میں ملاکر پڑھنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہو کہ حاجی لوگ تھکے رہتے ہیں ۔

سید : یہاں بھی یہی صورت ہے کہ امت محمدؐ کے آخری زمانے کے لوگوں سے حرج و مشقت کو اٹھا دیا گیا ہو تاکہ دین ان کے لئے آسان ہو جائے ۔

میں ۔ جناب عالی آپ نے فرمایا تھا: خداوند عالم نے اپنے نبیؐ پر وحی بھیجی کہ ایک وقت میں دو نمازیں پڑھیئے تاکہ پانچ وقت کے بجائے نماز تین ہی وقت میں پوری ہوئے! آخر یہ حکم کس آیت میں ہے؟

سید: اور کس آیت میں یہ حکم ہے کہ عرفہ کے دن دو نمازیں ملا کر پڑھی جائیں اور مزدلفہ میں دو نمازیں پڑھی جائیں؟ اور کس آیت میں ہے کہ نماز کو پانچ وقت میں پڑھا جائے؟ اور یہ جواب فوراً انھوں نے دیا تھا۔

اس موقع پر میں سید کے جواب سے قانع ہوگیا اور خاموش ہوگیا۔ اس کے بعد سید نے اضافہ کرتے ہوئے کہا: خداوند عالم اپنے نبی پر جن چیزوں کی وحی کرتا ہے ان کا قرآن متلو ہونا ضروری نہیں ہے قرآن کہتا ہے: قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۝.

(پ سولہواں ۱۶، س اٹھارواں ۱۸، (کھف)، آیت ۱۰۹)

(اے رسولؐ ان لوگوں سے) کہو کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں (کو لکھنے) کے واسطے سمندر (کا پانی) ہی سیاہی ہو جائے تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں ختم ہوں سمندر ہی ختم ہو جائے گا اگرچہ ہم ویسا ہی (ایک اور سمندر) اس کی مدد کو لائیں۔

ہم جن چیزوں کو سنت نبوی کہتے ہیں وہ وہی چیزیں ہیں جنکی وحی خدا نے اپنے نبی کیطرف کی ہے اور اسی لئے خدا نے کہا ہے: مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۝۔ (سورہ حشر آیت ۷)

رسولؐ تم کو جو دیں اسکو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

دوسری لفظوں میں اس کو اس طرح سمجھئے کہ جب رسولؐ خدا کسی چیز کا حکم دیتے تھے یا

کسی چیز کی ممانعت کرتے تھے تو صحابہ کو یہ حق نہیں تھا کہ رسولخدا سے پوچھیں قرآن کی کس آیت میں یہ حکم ہے بلکہ چونکہ سب جانتے تھے کہ آنحضرتؐ جس بات کو فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی ہوتی ہے اس لئے بے چون وچرا عمل کرتے تھے

سید صدرؒ کی اس بات نے مجھے دہشت زدہ کر دیا کیونکہ میں واقعاً اس حقیقت سے جاہل تھا اب جمع بین الصلاتین کے بارے میں اسطرح سوال کیا۔

میں: سیدی کیا ضرورت کے وقت دو نمازوں کو ایک ساتھ (یعنی ایک وقت میں) پڑھا جاسکتا ہے؟

سید: ہاں ہر حالت میں بغیر کسی ضرورت کے ظہر وعصر، مغرب وعشا کو ایک ساتھ پڑھا جاسکتا ہے

میں: اس پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟

سید: رسولخدا نے مدینہ میں بغیر سفر، بغیر کسی خوف، بغیر کسی ضرورت کے صرف حرج و مشقت کو دور کرنے کے لئے دونوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھی تھی اور یہ چیز ہمارے لئے بحمد اللہ ائمہ معصومین کے واسطہ سے ثابت ہے جسطرح خود آپ کے یہاں بھی ثابت ہے۔

یہ سنکر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ ہمارے یہاں بھی ثابت ہے حالانکہ آج سے پہلے میں نے یہ بات سنی ہی نہیں تھی اور نہ کسی سنی کو اس پر عمل کرتے ہوئے دیکھا تھا بلکہ حضرات اہل سنت اس کے برعکس کے قائل ہیں کیونکہ تمام سنیوں کا عقیدہ ہے اگر اذان سے ایک منٹ پہلے نماز ہوجائے تو باطل ہے چہ جائیکہ ظہر کے ساتھ گھنٹوں پہلے نماز عصر پڑھ لی جائے یا مغرب کے ساتھ گھنٹوں پہلے نماز عشا پڑھ لی جائے، یہ بات تو بالکل ہی غلط اور باطل ہے۔

سید باقر صدرؒ نے میری حیرت و تعجب کو محسوس کرتے ہوئے ایک طالب علم سے بہت آہستہ سے کچھ کہا وہ شخص فوراً اٹھ کر دو کتابیں لے آیا میں نے دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ یہ صحیح بخاری و صحیح مسلم ہے۔ سید نے اس طالب علم سے فرمایا کہ جمع بین الصلاتین کے متعلق حدیثوں کو دکھا دو اور پھر خود میں نے بھی بخاری میں پڑھا کہ آنحضرتؐ نے کس طرح ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ایک ساتھ پڑھا تھا اور مسلم میں بھی حضر میں بغیر کسی خوف یا بارش یا سفر کے آنحضرتؐ کا دونوں نمازوں کو ایک ساتھ ملا کر پڑھنے کے بارے میں مکمل ایک باب پڑھا، یہ پڑھ کر میں اپنی حیرت کو چھپا نہ سکا اگرچہ میرے دل میں یہ شک بہرحال رہا کہ ہو سکتا ہے جو بخاری و مسلم ان لوگوں کے پاس ہو وہ جعلی ہو لیکن اس کو میں نے ظاہر نہیں کیا اور اپنے دل میں ٹھان لیا کہ ٹیونس پہنچ کر ان کتابوں کو دیکھوں گا!!

سید صدر نے اس دلیل کے بعد مجھ سے پوچھا اب آپ کی کیا رائی ہے؟

میں: آپ لوگ حق پر ہیں اور آپ حضرات اپنی بات میں سچے ہیں البتہ میرا جی چاہتا ہے کہ ایک اور سوال کر دوں۔

سید: بسم اللہ ضرور پوچھئے

میں: کیا چاروں نمازوں ـــــ ظہر، عصر، مغرب، عشا ـــــ کو ایک ساتھ پڑھا جا سکتا ہے؟ جیسا کہ ہمارے یہاں بہت سے لوگ جب رات کو گھر آتے ہیں تو ظہر، عصر، مغرب، عشا کی ایک ساتھ قضا پڑھتے ہیں۔

سید: یہ جائز نہیں ہے ہاں ضرورت کی بات اور ہے کیونکہ اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ ضرورتیں حرام چیزوں کو بھی مباح کر دیتی ہیں۔

میں: آپ نے پہلے فرمایا تھا کہ رسول خداؐ نے ان نمازوں کو الگ الگ بھی پڑھا ہے

اور ملا کر بھی پڑھا ہے۔ اسی سے ہم نے نمازوں کا وقت سمجھا ہے (تو پھر چاروں کو ملا کر پڑھنے میں حرج ہے ؟)

سید : ظہر و عصر کا ایک مخصوص وقت ہوتا ہے) ایک مشترک ہوتا ہے مشترک وقت زوال سے غروب تک ہے اسی طرح مغرب و عشا کا مشترک وقت غروب آفتاب سے آدھی رات تک ہوتا ہے جو شخص ان اوقات کی مخالفت کرتا ہے وہ اس آیت اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا کی مخالفت کرتا ہے، مثلاً یہ ممکن نہیں ہے کہ فجر سے پہلے کوئی نماز صبح پڑھ لے یا طلوع آفتاب کے بعد نماز صبح پڑھے اسی طرح ظہر و عصر کو زوال سے پہلے یا غروب کے بعد نہیں پڑھا جا سکتا جس طرح مغرب و عشا کو غروب سے پہلے اور آدھی رات کے بعد نہیں پڑھا جا سکتا۔

میں نے سید کا شکریہ ادا کیا۔ اگرچہ میں سید کے تمام اقوال پر قانع تھا لیکن ان سے رخصت ہونیکے بعد جب تک ٹیونس پہنچ کر تحقیق کرنے کے بعد شیعہ نہیں ہو گیا ظہرین و مغربین کو ایک ساتھ نہیں پڑھا ۔

جمع بین الصلاتین کے سلسلہ میں شہید صدرؒ سے میری یہ گفتگو ہوئی اور میں نے اس قصہ کو اس لئے بیان کیا تاکہ ہمارے سنی بھائیوں کو بھی حقیقت کا علم ہو سکے کہ علماء کتنے متواضع ہوتے ہیں اور واقعاً علم و اخلاق میں انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ ہماری صحاح کے اندر کیا لکھا ہے ہم کو اس کا پتہ ہی نہیں ہوتا جس چیز کی صحت کے ہم خود قائل ہیں اسی چیز کا مذاق اڑاتے ہیں جس چیز کا ثبوت سنت صحیحہ میں ہے اور رسولؐ نے اسکو انجام دیا ہے اسی کا استہزاء کرتے ہیں اور اس پر طرہ یہ ہے کہ کہتے ہیں ہم اہل سنت ہیں ۔

اب میں اصل موضوع کی طرف پلٹتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ اگر شیعوں کے اقوال میں ہم کو شک ہو جائے تو یہ ممکن ہے کیونکہ یہ لوگ اپنی ہر چیز کو ائمہ معصومین کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ائمہ نے وہ بات نہ کہی ہو لیکن ہم کو اپنی صحاح کے بارے میں شک کرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے جس کا ہم نے خود التزام کیا ہے لیکن اگر اس میں شک ہو جائے تو پھر ہمارے پاس کونسا دین باقی رہے گا؟

اس لئے ہر محقق کا فریضہ ہے کہ وہ منصف مزاج ہو اور ہر بحث میں تقرب الی اللہ کا نظریہ رکھتا ہو تب ہو سکتا ہے خدا اس کے گناہوں کو بخش دے اور اس کو صراط مستقیم کی ہدایت کر دے اور جنت میں داخل کر لے۔

میرے محترم قاری! اب میں جمع بین الصلاتین کے سلسلہ میں علماء اہل سنت نے جو لکھا ہے اس کو نقل کرتا ہوں تاکہ آپ کے ذہن سے یہ بات دور ہو جائے کہ یہ تو شیعوں کی بدعت ہے

(۱) امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں ابن عباس کے حوالے سے لکھا ہے: رسولخدا نے مدینہ منورہ میں مقیم (یعنی سفر کی حالت میں نہ ہونے کی حالت میں) سات رکعت (مغرب و عشا ملاکر) اور آٹھ رکعت (ملاکر) پڑھی [۱]

(۲) امام مالک نے اپنی مؤطا میں ابن عباس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ابن عباس نے بیان کیا: رسولخدا نے ظہر و عصر کو اور مغرب و عشا کو بغیر کسی خوف یا سفر کے ملاکر پڑھی [۲]

(۳) وطن میں جمع بین الصلاتین کے مسئلہ میں امام مسلم نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ ابن

---

[۱] مسند احمد بن حنبل جلد (۱)، صفحہ ۲۲۱ • [۲] موطا الامام مالک (شرح الحوالک) جلد (۱)، ص ۱۶۱

عباس نے لکھا ہے : رسولخداؐ نے ظہر و عصر کو اور مغرب و عشا کو بغیر کسی خوف یا سفر کے ملا کر پڑھی[1]

(۴) صحیح مسلم میں ابن عباس ہی سے یہ روایت ہے : رسولخداؐ نے مغرب و عشا کو مدینہ میں ملا کر پڑھی جب کہ نہ کوئی خوف تھا نہ بارش راوی کہتا ہے : میں نے ابن عباس سے پوچھا آخر آنحضرتؐ نے ایسا کیوں کیا ؟ تو انھوں نے کہا تاکہ امت کیلئے باعث مشقت نہ رہے[2]

میرے محترم قاری ! صحیح مسلم میں ایک روایت ایسی بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت نبوی ہے ـــــ جمع بین الصلاتین ۔

(۵) صحابہ میں نہ صرف یہ کہ مشہور تھی بلکہ صحابہ اس پر عمل بھی کرتے تھے روایت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے : ابن عباس نے ایک دن عصر کے بعد خطبہ دینا شروع کیا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور ستارے نکل آئے اور لوگ پکارنے لگے نماز ، نماز اتنے میں بنی تمیم کا ایک شخص لگاتار ۔ کہتا ہوا آیا نماز ، نماز ! یہ سنکر ابن عباس نے کہا : تیری ماں مر جائے کیا تو مجھ کو نماز کی تعلیم دے رہا ہے ؟ میں نے رسولخداؐ کو ظہر و عصر اور مغرب و عشا ملا کر پڑھتے دیکھا ہے ۔ دوسری روایت میں ہے ابن عباس نے کہا : تیری ماں نہ رہے کیا تو ہم کو نماز سکھائیگا ؟ حالانکہ ہم لوگ دونوں نمازوں ـــ ظہرین و مغربین ـــ کو رسولخداؐ کے زمانہ میں ملا کر پڑھا کرتے تھے[3]

(۶) بخاری میں باب وقت المغرب کے اندر ہے : ہم سے آدم نے اور ان سے شعبہ نے اور ان سے عمر بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے جابر بن زید کو ابن عباس کے حوالہ سے

---

[1] صحیح مسلم جلد ۲ صـ ۱۵۱ (باب الجمع بین الصلوتین فی الحضر) ●

[2] صحیح مسلم جلد ۲ صـ ۱۵۲ ● [3] عین حوالہ ۲ بس صـ ۱۵۳ ہے

بیان کرتے ہوئے سنا: آنحضرتؐ نے سات رکعت (مغربین) ایک ساتھ اور آٹھ رکعت ظہرین ایک ساتھ پڑھی [1]

(۷) اسی طرح بخاری نے باب وقت العصر کے اندر لکھا ہے کہ میں نے ابو امامہ کو کہتے ہوئے سنا ہے: ہم نے عمر بن عبد العزیز کے ساتھ نماز پڑھی پھر انس بن مالک کے پاس گئے تو دیکھا وہ عصر کی نماز پڑھ رہے ہیں، میں نے پوچھا چچا آپ نے یہ کونسی نماز پڑھی ہے؟ وہ بولے عصر کی! اور یہ وہی نماز ہے جس کو ہم رسولخدا کے ساتھ پڑھا کرتے تھے [2]

اہل سنت کی صحاح سے ان چند روایات کو پیش کرنے کے بعد ہم پوچھتے ہیں آخر اہل سنت شیعوں پر کیوں اعتراض کرتے ہیں؟

میں اپنی عادت کے مطابق کہا کرتا ہوں اہل سنت وہی کہتے ہیں جو کرتے نہیں اور دوسروں کے ایسے عقائد پر کیچڑ اچھالتے ہیں جس کی صحت پر خود عقیدہ رکھتے ہیں۔

ہمارے شہر قفصہ میں نمازیوں کے درمیان امام جماعت نے کھڑے ہو کر شیعوں کے خلاف دل بھر کے زہر اگلا اور کہنے لگا: ان لوگوں نے جو ایک دین نکالا ہے کہ نماز ظہر کے بعد نماز عصر فوراً پڑھ لیتے ہیں یہ نیا دین ہے یہ محمد رسول اللہ کا دین نہیں ہے یہ لوگ قرآن کی مخالفت کرتے ہیں قرآن کہتا ہے: نماز مومنین پر وقت کے تعین کے ساتھ واجب کی گئی ہے بہر حال نئے شیعہ ہونے والوں کو جتنی گالیاں دے سکتا تھا اس نے دیں!

ایک بہت ہی اپ ٹو ڈیٹ تازہ شیعہ میرے پاس آیا اور اس نے بڑی تلخی کیساتھ پوری داستان نقل کی میں نے اسکو صحیح مسلم اور صحیح بخاری دے کر کہا ان کتابوں کو لے جاکر

---

[1] بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۴۰ (باب وقت المغرب) ● [2] بخاری جلد ۱ ص ۱۳۸ (باب وقت العصر

دکھاؤ کہ جمع بین الصلاتین صحیح ہے سنت رسولؐ ہے ، میں خود اس سے بحث نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس سے پہلے ایکمرتبہ میری اس سے بحث ہوئی تھی تو اس نے سب وشتم سے کام لیا تھا مختصر یہ کہ میرا دوست نماز میں جاتا رہا . اور ایک دن نماز کے بعد جب امام صاحب حسب معمول درس کیلئے بیٹھے تو میرے دوست نے جمع بین الصلاتین کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا : یہ شیعوں کی بدعت ہے ، میرے دوست نے کہا لیکن بخاری و مسلم میں تو موجود ہے ، اس نے کہا جھوٹ ہے ، میرے دوست نے اس کو بخاری و مسلم دی اور کہا لیجئے یہ پڑھیئے اس نے جمع بین الصلاتین والا باب پڑھا اور نمازیوں کے سامنے میرے دوست سے یہ کتاب بند کر کے دیتے ہوئے بولا : یہ صرف رسولؐخدا کیلئے ہے تم بھی رسولؐخدا ہو جاؤ تو پڑھو ، میرا دوست کہتا ہے اسی بات سے میں سمجھ گیا یہ شخص جاہل و متعصب ہے اور اس نے قسم کھالی اب اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھے گا ۔

میرے محترم قاریو ! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس کے تعصب نے اس کی آنکھوں پر اور اس کے دل پر پردہ ڈال دیا ہے . اس لئے وہ حق کو دیکھ ہی نہیں سکتا ، ہمارے یہاں مثل مشہور ہے : ہے بکری چاہے اڑ جائے [1]

پھر میں نے اپنے دوست سے کہا : آپ اس پیشنماز کے پاس جایئے اور بتایئے

---

[1] اس کا قصہ یہ ہے کہ دو آدمی شکار کیلئے نکلے کافی دور ایک سیاہ چیز نظر آئی ایک نے کہا یہ کوا ہے دوسرے نے مخالفت کی اور کہا یہ بکری ہے دونوں اپنی ضد پر اڑے رہے یہاں تک کہ جب قریب پہنچے تو کوا کائیں کائیں کر کے اڑ گیا پہلے نے کہا دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ یہ کوا ہے اب تو آپ کو یقین ہو گیا مگر دوسرا ابھی ضد پر اڑا رہا اور بولا : سبحان اللہ بکری بھی تو اڑتی ہے ۔

کہ ابن عباس، انس بن مالک اور بہت سے صحابہ نمازوں کو ملا کر پڑھا کرتے تھے یہ صرف رسولِ خداؐ سے مخصوص نہیں ہے اور اگر ہو بھی تو کیا رسولؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا جائز نہیں ہے؟

لیکن میرے دوست نے یہ کہتے ہوئے معذرت کرلی: اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ شخص ملنے گا نہیں چاہے خود رسولِ خداؐ آکر اس کو سمجھائیں!

بہرحال یہ لوگ حق بات نہیں مانیں گے جیسا کہ قرآن نے کہا ہے: فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ وَمَا أَنتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ۝ (پ ۲۱ س ۳ (روم) آیت ۵۳)

(اے رسولؐ) تم تو (اپنی) آواز نہ مردوں کو سنا سکتے ہو نہ بہروں کو (خصوصاً) جب وہ پیٹھ پھیر کر چلے جائیں اور نہ اندھوں کو ان کی گمراہی (پھیر کر) راہ راست پر لا سکتے ہو۔ تم تو بس انھیں لوگوں کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں کو دل سے مانیں پھر یہی لوگ اسلام لانے والے ہیں۔

الحمد للہ بہت سے جوان اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد اب پھر سے نماز کے پابند ہو گئے ہیں حالانکہ پہلے وہ چھوڑ چکے تھے کیونکہ ان کو ہر وقت نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملتا تھا رات کو گھر آکر چار نمازیں اکٹھا پڑھتے تھے اس میں زحمت تھی اور یہ لوگ تنگ آنے کے بعد چھوڑ چکے تھے لیکن جب جمع بین الصلاتین کا فلسفہ سمجھ گئے تو حکومت کے ملازمین، طلاب، عوام الناس سب ہی مطمئن ہو گئے۔

لہ مسلم جلد (۱) ص ۱۶۸ (باب جواز غسل الحائض راس زوجها)، سنن ابی داؤد جلد (۱) ص ۶۸ (باب الحائض تناول من المسجد)۔

خاکِ شفا پر سجدہ

شیعہ علماء کا اجماع ہے کہ زمین پر سجدہ کرنا افضل ہے کیونکہ ائمہ معصومین کے ذریعہ ان کے جد رسولِ خداؐ کی روایت ہے : سب سے افضل زمین پر سجدہ کرنا ہے ، دوسری روایت میں ہے : زمین اور اس سے اگنے والی چیزیں جو نہ کھائی جاتی ہوں اور نہ پہنی جاتی ہوں کے علاوہ کسی اور چیز پر سجدہ جائز نہیں ہے . صاحب وسائل نے (بحذف الاسناد) امام حسینؑ سے روایت کی ہے : زمین پر سجدہ کرنا اس لئے افضل ہے کہ اس سے تواضع کا اظہار ہوتا ہے اور خضوع کا .

دوسری روایت ہے جو اسحاق بن الفضل سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ اسحاق نے امام حسینؑ سے چٹائی اور بوریہ جو قصب سے بنی گئی ہو پر سجدہ کرنے کے بارے میں سوال کیا تو امام نے فرمایا : کوئی حرج نہیں ہے لیکن مجھے زمین پر سجدہ کرنا زیادہ پسند ہے کیونکہ رسولِ خداؐ اس کو پسند کرتے تھے کہ زمین ہی پر پیشانی رکھی جائے لہٰذا میں بھی تمھارے لئے وہی بات پسند کرتا ہوں جو رسولِ خداؐ پسند فرماتے تھے

لیکن علمائے اہل سنت مسند اور فرش پر بھی سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اگرچہ چٹائیوں پر سجدہ کرنے کو افضل سمجھتے ہیں . بخاری اور مسلم میں ایسی روایات موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ رسول خداؐ کے پاس کھجور کی چھالوں اور مٹی سے بنی ہوئی ایک چیز سجدہ گاہ کی طرح کی تھی جس پر حضورؐ سجدہ کرتے تھے چنانچہ صحیح مسلم میں کتاب الحیض کے اندر رہے (بحذف الاسناد) جناب عائشہ فرماتی ہیں : رسولِ خدا نے مجھ سے فرمایا (خمرہ) سجدہ کرنے والی

چیز مجھے دیدو، عائشہ نے کہا میں حیض سے ہوں تو رسولخدا نے فرمایا: تمھارے ہاتھ میں تو حیض نہیں ہے[1] (امام مسلم فرماتے ہیں خمرہ ایک چھوٹا سا سجادہ ہوتا ہے جو صرف اتنا ہوتا ہے کہ اس پر سجدہ کیا جاسکے)

ایک روایت بخاری میں ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرتؐ زمین پر سجدہ کرنے کو محبوب رکھتے تھے چنانچہ روایت یہ ہے: (بحذف الاسناد) حضرت رسولخداؐ رمضان کے بیچ والے عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے ایک سال آپ نے اعتکاف فرمایا اور جب شب ۲۱ رہوئی (اور اس کی صبح کو اعتکاف سے فارغ ہو کر نکلتے تھے) تو فرمایا: جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے وہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرے۔ میں نے اس رات (خواب) دیکھا تھا لیکن پھر بھول گیا اور وہ یہ تھا کہ میں نے اپنے کو دیکھا کہ میں اس کی صبح میں مٹی اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ لہذا تم لوگ بھی آخری عشرہ میں جستجو کرو اور ہر طاق رات میں تلاش کرو چنانچہ اس رات خوب بارش ہوئی اور چونکہ مسجد سایہ دار بنی تھی لہذا خوب ٹپکی اور ۲۱ رکی صبح کو میں نے رسولؐ خدا کی پیشانی پر مٹی و پانی کے نشانات دیکھے[2]

اسی طرح سنن نسائی میں ایک روایت ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اصحاب کرام بھی زمین پر سجدہ کو فضیلت دیتے چنانچہ روایت میں ہے: (بحذف الاسناد) جناب جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں: ہم لوگ جب رسولخداؐ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھتے تھے تو میں اپنی ایک مٹھی میں کنکریاں اٹھا لیتا تھا اور اس کو ٹھنڈی کرتا تھا پھر دوسرے ہاتھ کی

---

[1] مسلم جلد ۱، ص ۱۶۸ (باب جواز غسل الحائض راس زوجہا) و سنن ابی داؤد جلد ۱، ص ۶۸ (باب الحائض تناول من المسجد۔

[2] بخاری جلد ۲ ص ۵۶ (باب الاعتکاف فی العشر الاواخر)

مٹھی میں لے لیتا تھا اور جب سجدہ میں جاتا تھا تو اسی پر سجدہ کرتا تھا [۱]

اس کے ساتھ آنحضرتؐ کا یہ فرمان بھی شامل کر لیجئے : زمین کو میرے لئے پاک اور جائے سجدہ قرار دیا گیا ہے [۲] دوسری حدیث میں ہے : ہمارے لئے پوری زمین کو مسجد اور اس کی تراب کو طاہر قرار دیا گیا ہے [۳]

جب یہ صورت ہے تو مسلمان ! شیعوں سے کیوں تعصب کرتے ہیں کہ یہ لوگ مسندوں کے بجائے زمین پر سجدہ کرتے ہیں اور اتنی سی بات پر ان کو کافر کہا جاتا ہے برا بھلا کہا جاتا ہے ان پر جھوٹا الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ لوگ بت پرست ہیں ! اور سعودیہ کے اندر اگر کسی کی جیب یا بریف کیس میں خاک شفا کی سجدہ گاہ مل جائے تو اس کو زدوکوب کرتے ہیں ۔

کیا یہی اسلام ہے جو ہم کو دوسرے کا احترام سکھاتا ہے اور کہتا ہے جو شخص بھی لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ کہے نماز پڑھے زکوٰۃ دے ، ماہ رمضان کا روزہ رکھے ، حج کرے اس کی توہین نہ کرو ! دنیا کا کوئی آدمی بھی بھلا یہ تصور کر سکتا ہے کہ شیعہ لوگ اپنی پریشانیوں اور نقصانات کو برداشت کر کے بیت اللہ اور قبر رسولؐ تک اس لئے آتے ہیں کہ بت پرستی کریں ؟ جیسا کہ بعض لوگوں کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں کی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جائے ۔

کیا اہل سنت شہید باقر الصدرؒ کے اس قول پر مطمئن نہیں ہوئے جس کو میں نے اپنی کتاب (پھر میں ہدایت پا گیا) میں نقل کیا ہے کہ جب میں نے ان سے خاک شفا پر سجدہ کرنے کے لئے پوچھا تو انھوں نے فرمایا : ہم لوگ خدا کے لئے زمین پر سجدہ کرتے ہیں ۔

---

[۱] سنن نسائی جلد ۲ ص ۲۰۴ (باب تبرید الحصی السجود علیہ) ● [۲] بخاری جلد ۲ ص ۸۶ (کتاب التیمم)
[۳] مسلم جلد ۲ ص ۶۴ (کتاب المساجد الصلاۃ)

زمین پر سجدہ کرنا اور ہے زمین کو سجدہ کرنا اور ہے دونوں میں بہت فرق ہے ! اگر کوئی شیعہ احتیاط کرتا ہے کہ اس کا سجدہ طاہر اور خدا کے نزدیک مقبول ہو جائے اس لئے وہ خدا اور رسول و ائمہ اہل بیت کے احکام کی پابندی کرتا ہے خصوصاً آج کل کے زمانہ میں جب کہ تمام مسجدوں میں نرم قالین اور موکٹ بچھے ہوئے ہوتے ہیں ___ اور یہ موکٹ عام مسلمانوں کو معلوم بھی نہیں کن چیزوں سے بنائے جاتے ہیں اور نہ یہ اسلامی ممالک میں بنائے جاتے ہیں ۔ اور ہو سکتا ہے اس کے بعض اجزا ایسے ہوں جن پر سجدہ جائز نہیں ہوتا ___ اس لئے وہ اپنے پاس پاک مٹی رکھے رہتا ہے تاکہ اس پر سجدہ کرے تو کیا ہمارے لئے صحیح ہے کہ ہم اس شیعہ کو چھوڑ دیں اور اس کی نماز کی صحت میں شک کریں ؟ اور کیا یہ درست ہے کہ محض معمولی شبہ کی بنا پر اس کو کافر و مشرک کہنے لگیں ؟

اور شیعہ حضرات جو اپنے دینی معاملات میں احتیاط و اہتمام کرتے ہیں خاصکر نماز میں جو ستون دین ہے مثلاً وہ پٹکا کھول دیتے ہیں ۔ گھڑی اتار دیتے ہیں کیونکہ اس کا پتہ نہ جانے کس کھال سے بنایا گیا ہو بلکہ بعض اوقات پتلون بھی اتار دیتے ہیں اور چوڑی موری کے پائجامے میں نماز پڑھتے ہیں اور یہ سب صرف اس لئے کرتے ہیں کہ خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہے لہذا ہر طرح کی احتیاط کرتے ہیں کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو مکروہ ہے

کیا ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم ایسے لوگوں کا مذاق اڑائیں ، ان سے نفرت کریں کیا یہ لوگ احترام کے قابل نہیں ہیں ؟ یہ لوگ شعائر اللہ کی تعظیم کرتے ہیں اور شعائر اللہ کی تعظیم متقی حضرات ہی کرتے ہیں

اللہ کے بندو ! اللہ سے ڈرو اور صحیح بات کہو : وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝

(پ ۱۸ رس ۲۴ ر (نور) آیت ۱۵)

اور اگر تم لوگوں پر دنیا و آخرت میں خدا کا فضل و کرم اور رحمت نہ ہوتی تو جس بات کا تم لوگوں نے چرچا کیا تھا اس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑا (سخت) عذاب آ پہنچتا کہ تم اپنی زبانوں سے اس کو ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تمہیں علم و یقین نہ تھا اور (لطف تو یہ ہے کہ) تم نے اس کو ایک آسان بات سمجھی تھی حالانکہ وہ خدا کے نزدیک بڑی (سخت بات) تھی۔

• • •

رجعت

(حشر سے پہلے دوبارہ زندہ ہونا)

صرف شیعہ حضرات رجعت کے قائل ہیں۔ میں نے اہل سنت کی کتابوں کو چھان ڈالا لیکن ان کے یہاں اس سلسلہ میں کوئی قابل ذکر بات نہیں ملی صرف بعض عقائد صوفیہ جو عقائد غیبیہ ہیں انمیں کچھ ذکر ملتا ہے۔ لیکن جو رجعت کا قائل نہ ہو اس کو کافر نہیں کہا جا سکتا اور نہ عقیدۂ رجعت سے ایمان کامل ہوتا ہے اور نہ ایمان رجعت کے عقیدہ پر موقوف ہے۔

واضح لفظوں میں اس طرح کہوں کہ رجعت پر عقیدہ رکھنا یا نہ رکھنا نہ نفع بخش ہے اور نہ نقصان دہ ہے یہ تو صرف کچھ روایات و اخبار ہیں جنکو شیعوں نے اپنے ائمہ سے روایت کیا ہے کہ خدا بعض مومنین کو زندہ کرے گا اور مجرموں کو بھی زندہ کریگا تاکہ مومنین دشمنان خدا سے آخرت سے پہلے دنیا ہی میں انتقام لے لیں ــــ یہ روایات اگر صحیح ہوں ــــ حالانکہ یہ روایات شیعوں کے یہاں صحیح بھی ہیں اور متواتر بھی ــــ تب بھی سنیوں پر ان کی پابندی ضروری نہیں ہے، اور نہ ہم سنیوں سے کہہ سکتے ہیں کہ ان کے لئے رجعت پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ آئمہ اہل بیت نے ان روایات کو اپنے جد رسولؐ خدا سے نقل کیا ہے۔ اور ہم نے چونکہ طے کر رکھا ہے کہ بحث میں انصاف سے کام لیں گے تعصب کو دخل نہیں دیں گے لہذا ہم ان کو صرف انھیں چیزوں پر ملزم کریں گے جسکو انھوں نے اپنی صحاح میں لکھا ہے۔ اور رجعت کی روایات ان کے یہاں نہیں ہیں۔

اس لئے وہ آزاد ہیں چاہے قبول کریں یا نہ کریں۔ اور یہ اس وقت ہے جب شیعہ ان لوگوں کو منوانا چاہیں۔

لیکن شیعہ نہ تو کسی کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ رجعت کا عقیدہ رکھے اور جو لوگ رجعت کے قائل نہیں ہیں ان کو کافر بھی نہیں کہتے لہذا اس تشنیع و برا بھلا کہنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے کہ شیعہ ایسے ہیں شیعہ ویسے ہیں۔

شیعہ حضرات اپنے یہاں کی روایات اور بعض قرآنی آیتوں کی تفسیر کے مطابق رجعت کا عقیدہ رکھتے ہیں مثلاً وَ یَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ یُّکَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ۝ (پ ۲۰ س ۲۷ (النمل) آیت ۸۳)

اور (اس دن کو یاد کرو) جس دن ہم ہر امت سے ایک ایسے گروہ کو جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے (زندہ کر کے جمع کریں گے پھر ان کی ٹولیاں علیحدہ علیحدہ کریں گے۔

تفسیر قمی میں (بحذف الاسناد) امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے پوچھا لوگ اس آیت ــ یوم نحشر من کل امۃ الخ ــــــ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ راوی نے کہا لوگ کہتے ہیں یہ قیامت کے بارے میں ہے حضرت صادقؑ نے فرمایا ایسا نہیں ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں بلکہ یہ آیت رجعت کے بارے میں ہے کیا خدا قیامت میں ہر امت سے ایک گروہ کو اٹھائے گا اور باقی کو چھوڑ دے گا؟ قیامت کے بارے میں یہ آیت ہے:

وَحَشَرْنٰھُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْھُمْ اَحَدًا (پ ۱۵ س ۱۸ (کھف) آیت ۴۷)

اور ہم ان سبھوں کو اکٹھا کریں گے تو ان میں سے ایک کو (بھی) نہ چھوڑیں گے۔

عقائد امامیہ شیخ رضا المظفرؒ میں ہے: امامیہ فرقہ اہل بیت کی روایات کے مطابق اس بات کا قائل ہے کہ خدا کچھ لوگوں کو ان کی اصلی صورت میں دنیا کے اندر دوبارہ زندہ

کرے گا۔ پھر کچھ لوگوں کو عزت اور کچھ کو ذلت دے گا اور حق پرست باطل پرستوں سے اور مظلوم ظالم سے اپنا بدلہ لیں گے اور یہ مہدی عج آل محمد کے ظہور کے وقت ہوگا! صرف انھیں لوگوں کو زندہ کیا جائے گا جو بڑے ایمان والے یا بڑے فسادی ہوں گے اس کے بعد پھر ان کو موت آجائے گی اس کے بعد حشر و نشر کے موقع پر زندہ کیے جائیں گے اور جس چیز کے مستحق ہونگے وہ ثواب و عقاب ان کو دیا جائے گا۔ خداوند عالم قرآن میں ایسے ہی لوگوں کی تمنا کا ذکر کرتا ہے جو پلٹنے کے بعد بھی اصلاح پذیر نہ ہونگے اور قہر خدا کے مستحق ہوں گے: قَالُوا رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ[1] (پ ۲۴، س ۴۰، مومن، آیت ۱۱)

وہ لوگ کہیں گے اے میرے پروردگار تو ہم کو دو مرتبہ مار چکا اور دو بار زندہ کر چکا، اب ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں تو کیا (یہاں سے) نکلنے کی بھی کوئی سبیل ہے۔

قول مولف:۔ اگر سنی حضرات رجعت پر عقیدہ نہیں رکھتے تو ان کو اس کا تو پورا حق ہے لیکن ان کو یہ حق ہرگز نہیں ہے کہ جو لوگ رجعت کے قائل ہیں ان کو برا بھلا کہیں کیونکہ ان کے یہاں تو نصوص سے یہ عقیدہ ثابت ہے جو شخص نہیں جانتا اس کی حجت اس پر تمام نہیں ہے جو جانتا ہے۔ جاہل کو عالم پر حجت کبھی حاصل نہیں ہو سکتی، کسی شئ پر ایمان نہ رکھنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ شئ باطل ہے مسلمانوں کے پاس کتنی مضبوط دلیلیں ہیں جنکو یہودی و عیسائی تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ خود اہل سنت کے کتنے اعتقادات اور کتنی روایات ایسی ہیں ــــ خصوصاً اولیا، صالحین، صاحبان طریقت، صوفیا، کے بارے میں ایسے عقائد و روایات ہیں ــــ جسکو عقل محال سمجھتی ہے اور لوگ قبول نہیں کرتے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سنیوں پر

---

[1] عقائد الامامیۃ ص ۸۰ (۳۲ واں عقیدہ۔

لعن وطعن کیا جائے برا بھلا کہا جائے ۔

اور رجعت کا ثبوت تو قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ رجعت خدا کے لئے محال نہیں ہے قرآن کی چند مثالوں کو دیکھئے ۔

(۱) اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّ ھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ ؕ (پ ۳، س ۲ (البقرہ) آیت ۲۵۹)

(اے رسولؐ تم نے مثلاً اس بندہ کے حال) پر نظر کی جو ایک گاؤں سے (ہو کر) گذرا اور وہ ایسا اجڑا تھا کہ اپنی چھتوں پر ڈھ کے گر پڑا تھا یہ دیکھ کر وہ بندہ کہنے لگا اللہ اب گاؤں کو ایسی ویرانی کے بعد کیونکر آباد کرے گا؟ اس پر خدا نے اس کو (موت دیدی) اور اس کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اس کو زندہ کیا ۔

(۲) اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَ ھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاھُمْ (پ ۲، س ۲ (البقرہ) آیت ۲۴۳

(اے رسولؐ) کیا تم نے (ان لوگوں کے حال پر) نظر نہیں کی جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل پڑے اور وہ ہزاروں آدمی تھے تو خدا نے ان سے فرمایا کہ سب کے سب مر جاؤ (اور وہ مر گئے) پھر خدا نے انھیں زندہ کیا ۔

(۳) وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ؕ

(پ ۱، س ۲، البقرۃ، آیت ۵۵، ۵۶ ۔)

(اور وہ وقت بھی یاد کرو) جب تم نے موسیٰ سے کہا تھا اے موسیٰ ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم خدا کو ظاہر بظاہر دیکھ نہ لیں ۔ اس پر تمہیں

بجلی نے لے ڈالا اور تم تکتے ہی رہ گئے ۔ پھر ہم نے مرنے کے بعد تم کو زندہ کیا تاکہ تم شکر کرو ۔ اس میں پوری ایک قوم کے مرنے کے بعد زندہ کرنے کا تذکرہ ہے

(۴) ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۔

(پ ۱۵ ، س ۱۸ (کہف) آیت ۱۲)

پھر ہم نے انھیں زندہ کیا تاکہ ہم دیکھیں دو گروہوں میں سے کسی کو (غار میں) ٹھہرنے کی مدت خوب یاد ہے ـــــ اس آیت میں اصحاب کہف کے زندہ کرنے کا ذکر ہے جو غار میں تین سو سال سے زیادہ مردہ پڑے تھے (ان چاروں آیتوں میں مرنے کے بعد زندہ کرنے کا ذکر ہے یعنی رجعت کا ذکر ہے جب اتنی مرتبہ رجعت ہو چکی ہے تو پھر رجعت کو محال کیونکر سمجھا جا سکتا ہے ؟ **مترجم**)

قرآن نے سابق امتوں میں رجعت کے وقوع کا ذکر کیا ہے لہذا یہ رجعت امت محمدؐ میں محال نہیں ہو سکتی خصوصاً جب ائمہ اہل بیت نے اس کی روایت بھی کی ہے تب تو محال ہونے کا سوال ہی نہیں ہے کیونکہ یہ حضرات سچے بھی تھے عالم بھی تھے ۔

اب رہا بعض طفیلیوں کا یہ کہنا کہ رجعت کا مطلب تناسخ ہے اور تناسخ ملحدوں کا عقیدہ ہے پس رجعت بھی ملحدوں کا عقیدہ ہے ـــ تو یہ بالکل ہی فاسد و باطل قول ہے اس کا مقصد صرف شیعوں پر تشنیع کرنا ہے کیونکہ تناسخ کے قائلین یہ کبھی نہیں کہتے کہ انسان دنیا میں دوبارہ اپنے اصلی جسم و روح و صورت و حقیقت کے ساتھ پلٹتا ہے ۔ بلکہ انکا عقیدہ ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو اس کی روح دوسرے اس انسان میں حلول کر جاتی ہے جو تازہ پیدا ہوا ہے بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس مردہ انسان کی روح کسی تازہ پیدا ہونے والے حیوان کے جسم میں حلول کر جائے اور یہ عقیدہ مسلمانوں کا ہرگز نہیں ہے

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خدا مردوں کو ان کے جسموں اور روحوں سمیت زندہ کریگا۔ لھذا رجعت اور تناسخ میں زمین آسمان کا فرق ہے یہ ایسے ہی جاہلوں کا قول ہے جو شیوعیۃ اور شیعت میں فرق نہیں کر سکتے ــــ

غلو

(ائمہ کی محبت میں حد سے بڑھنا)

غلو کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ انسان حق سے خارج ہو کر خواہش نفس کی پیروی میں اپنے محبوب (ائمہ) کو خدا سمجھنے لگے کیونکہ یہ صریحاً کفر و شرک ہے کوئی بھی مسلمان یہ عقیدہ رکھ ہی نہیں سکتا۔

حضرت رسولخدا نے اس جگہ اس محبت کے حدود معین کر دیئے ہیں جہاں حضرت علیؑ کے لئے فرمایا ہے: هَلَكَ فِيكَ اِثْنَانِ مُحِبٌّ غَالٍ وَمُقَصِّرٌ قَالٍ۔ اے علیؑ تمھارے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے (۱) محبت کرنے والا غالی (۲) کمی کرنے والا دشمن! دوسری جگہ ارشاد رسولؐ ہے: اے علیؑ تم عیسیٰ ابن مریم جیسے ہو یہودیوں نے ان سے بغض رکھا تو ان کی ماں پر اتہام لگایا۔ عیسائیوں نے محبت کی تو ان کے لئے ایسی منزل قرار دی جس کے وہ اہل نہیں تھے[۱]

---

[۱] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۲۳، تاریخ دمشق جلد ۲ ص ۴۳۴، تاریخ کبیر بخاری جلد ۲ ص ۲۸۱ تاریخ الخلفاء ص ۱۷۳، خصائص نسائی ص ۲۷ ذخائر العقبیٰ ص ۹۲، صواعق محرقہ ص ۷۴۔ ص ۱۲

غلو کے جو مطلب متروک ناپسندیدہ ہے وہ یہی ہے کہ محبت کی شدت میں محبوب کو خدا کہدے اور اس کے لئے ایسی فضیلت کا قائل ہو جائے جس کا وہ اہل نہیں ہے یا بغض میں زیادتی کی وجہ سے اس کو اس کی منزلت سے گرا دے۔

شیعہ حضرت علیؑ اور ائمہ معصومینؑ کے بارے میں غلو نہیں کرتے بلکہ ان کے لئے اسی منزلت کے قائل ہیں جو رسولؐ خدا نے ان کے لئے معین کیا ہے اور وہ یہ ہے: یہ حضرات نبیؐ کے اوصیا اور خلفاء ہیں۔ شیعوں میں کوئی ائمہ کی نبوت کا قائل نہیں ہے چہ جائیکہ الوہیت کا۔ ان بے ہودہ لوگوں کو جانے دیجئے جو شیعوں پر الزام لگاتے ہیں۔ کہ یہ لوگ حضرت علیؑ کی ربوبیت والوہیت کے قائل ہیں۔ اگر (بالفرض) یہ صحیح بھی ہو تو ایسے لوگوں کا نہ کوئی فرقہ ہے نہ مذہب نہ یہ لوگ شیعہ ہیں نہ خوارج اور بھائی شیعوں کی اس میں کیا خطا ہے کہ خدا نے کہا: قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔
اور دنیا جانتی ہے کہ مودت محبت سے اکبر ہوتی ہے اور جب خود رسولؐ فرماتے ہوں: کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے برادر مومن کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اس میں شیعوں کی کیا خطا ہے؟ جب رسولؐ فرماتے ہوں: اے علیؑ تم دنیا و آخرت کے سردار ہو جس نے تم سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے تم سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ تمھارا حبیب خدا کا حبیب ہے اور تمھارا دشمن خدا کا دشمن ہے تمھارے دشمن کے لئے ویل ہو[1]۔

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۲۸۔ حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث علیٰ شرط الشیخین صحیح ہے، نور الابصار ص ۷۳، ینابیع المودۃ ص ۲۰۵، الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۶۵۔

یہ بھی حدیث رسولؐ ہے کہ: حُبُّ عَلِیٍّ اِیْمَانٌ وَ بُغْضُہٗ نِفَاقٌ [۱]
علیؑ کی محبت ایمان اور علیؑ سے بغض نفاق ہے۔

یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمایئے: مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَہِیْداً اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُوْراً لَہٗ اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِباً، اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِناً مُسْتَکْمِلَ الْاِیْمَانِ، اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَہٗ الْمَلَکُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّۃِ [۲]

جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرے وہ شہید مرتا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرے وہ بخشا ہوا مرتا ہے آگاہ ہو جاؤ جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرے وہ تائب مرتا ہے، آگاہ ہو جاؤ جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرے وہ مومن مرتا ہے اور کامل الایمان مرتا ہے آگاہ ہو جاؤ جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے ملک الموت اس کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔

بھلا اس میں شیعوں کی کیا خطا ہے کہ وہ ایسے شخص کو دوست رکھتے ہیں جس کے بارے میں خود آنحضرتؐ نے فرمایا: غَداً لَاُعْطِیَنَّ رَایَتِیْ اِلٰی رَجُلٍ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ [۳]

کل میں ایسے شخص کو اپنا علم دوں گا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہوگا اور خدا اور رسولؐ اس کو دوست

---

[۱] مسلم جلد ۱، ص ۴۸، صواعق ص ۷۳، کنز العمال جلد ۱۵ ص ۱۰۵۔
[۲] تفسیر ثعلبی کبیر ضمن آیت مودۃ، تفسیر کشاف، تفسیر فخر رازی جلد ۷، ص ۴۰۵
[۳] بخاری جلد ۴ ص ۲۰ اور جلد ۵ ص ۷۶، مسلم جلد ۷ ص ۱۲۰ (باب فضائل علی ابن ابی طالبؑ)

رکھتے ہوں گے ۔

پس علیؑ کا دوست خدا و رسولؐ کا حبیب ہے اور مومن ہے اور علیؑ کا دشمن خدا و رسولؐ کا دشمن ہے اور منافق ہے امام شافعی فرماتے ہیں : ؎

يَا أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ حُبُّكُمُ ● فَرْضٌ مِنَ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهُ
كَفَاكُمُ مِنْ عَظِيمِ الْقَدْرِ أَنَّكُمُ ● مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَاةَ لَهُ

اے اہل بیت رسولؐ آپ کی محبت اس قرآن میں واجب کی گئی ہے جس کو خدا نے اپنے رسولؐ پر اتارا ہے آپ کے عظیم المرتبت ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو آپ پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نماز نہیں ہے ۔

فرزدق نے اپنے مشہور قصیدہ میمیہ میں ان کی محبت اور ان کے لئے کہتا ہے : ؎

مِنْ مَعْشَرٍ حُبُّهُمْ دِينٌ وَبُغْضُهُمْ ● كُفْرٌ وَقُرْبُهُمْ مَنْجًى وَمُعْتَصَمُ
إِنْ عُدَّ أَهْلُ التُّقَى كَانُوا أَئِمَّتَهُمْ ● أَوْ قِيلَ مَنْ خَيْرُ الْأَرْضِ قِيلَ هُمُ

(امام سجاد اور باقی اہلبیت) ایسے گروہ سے ہیں جنکی محبت دین ہے اور جن سے بغض رکھنا کفر ہے اور ان کی قربت نجات دہندہ اور رجائے حفاظت ہے اگر صاحبان تقویٰ کو شمار کیا جائے تو یہ حضرات ان کے ائمہ ہیں اور اگر پوچھا جائے کہ روئے زمین پر سب سے افضل کون ہے ؟ تو اس کا جواب ہوگا ائمہ اہل بیت !

پس شیعوں نے خدا و رسولؐ سے محبت کی ہے اور اسی محبت نے اہل بیت ——— حضرت علیؑ ، جناب فاطمہؑ ، امام حسنؑ و امام حسینؑ ——— کی محبت فرض کی ہے اس مفہوم کی حدیثیں ان گنت ہیں . علماء اہل سنت نے اپنی صحاح و مسانید میں ان حدیثوں کو لکھا ہے ہم نے بنظر اختصار چند کا ذکر بھی کر دیا ہے ۔

حب اہل بیتؑ کی محبت بطور عموم رسولؐ کی محبت ہے تو ہمکو یہ دیکھنا ہوگا کہ مسلمانوں سے اس محبت کو کہاں تک مانگا گیا ہے تاکہ اگر غلو ہو (جیسا کہ سنی کہتے ہیں) تو اس سے پرہیز کیا جائے،

رسولؐ خدا فرماتے ہیں لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وُّلْدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ [۱]

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی اولاد اپنے باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ رکھے ۔ اسی بنا پر ہر مسلمان کو اپنی اولاد و باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ ائمۂ اہل بیتؑ کو محبوب رکھنا واجب ہے اور اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا کیونکہ رسولؐ کی یہی حدیث ہے : لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی الخ ۔ اس پر دلیل ہے شیعہ غلو نہیں کرتے بلکہ ہر صاحب حق کو اس کا حق دیتے ہیں رسولؐ خدا نے فرمایا تھا : علیؑ کو اپنے سر اور آنکھوں کی جگہ دیا کرو پس کیا کوئی شخص اپنے سر یا آنکھ سے دست بردار ہو سکتا ہے ؟

اس کے برخلاف اہل سنت کے یہاں محبت صحابہ میں غلو ملتا ہے یہ لوگ اصحاب کی بے جا تقدیس کے قائل ہیں ۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ شیعوں کی ضد میں اس غلو پر اتر آئے ہیں کیونکہ شیعہ تمام صحابہ کی عدالت کے قائل نہیں ہیں لھذا امویوں نے شان صحابہ کو بڑھانے اور اہل بیت کو گھٹانے کے لئے درود میں محمدؐ و آل محمدؐ کے ساتھ وعلی اصحابہ اجمعین کا بھی اضافہ کر دیا ۔ اس لئے کہ اہل بیت پر درود ایک ایسی فضیلت ہے جو نہ کسی سابق کو ملی اور نہ لاحق کو ملے گی ۔ لہذا ان لوگوں نے صحابہ کو بھی اس عظیم منزلت

---

[۱] بخاری جلد (۱) ص ۴۹ (باب وجوب محبۃ رسولؐ اللہ) اسی طرح ترمذی میں بھی ہے ۔

تک پہنچانے کی سعی ناکام کرڈالی ۔ اور اس کو بھول گئے کہ خدا نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے اور اس میں صحابہ بھی شامل ہیں کہ وہ لوگ بھی علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ پر درود بھیجا کریں اور جو درود نہ بھیجے اس کی نماز بھی باطل ہے (پس صحابہ بھی آل محمدؐ پر درود بھیجنے کے لئے مجبور رہتے) حد یہ ہے کہ اگر کوئی صرف رسولخدا پر درود بھیجے تب بھی خدا اس کی نماز قبول نہیں کرتا جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ثابت ہے ۔

اب اگر ہم کہیں کہ اہل سنت صحابہ کے بارے میں غلو کرتے ہیں تو صحیح ہے کیونکہ جب اہل سنت تمام صحابہ کی عدالت کے قائل ہیں تو یہ خود ہی غلو ہے اس لئے کہ خدا و رسولؐ نے گواہی دی ہے کہ صحابہ میں فاسقین، مارقین، قاسطین، مرتدین منقلبین [1] موجود ہیں تو پھر سب کیسے عادل ہو سکتے ہیں ۔ یہ نظریہ عقل و منطق کے بھی خلاف ہے ۔

اب غلو تو اس طرح بھی ثابت ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں رسولخداؐ غلطی کرتے تھے اور صحابی اس کی اصلاح کرتا تھا یا مثلاً ابلیس رسولخداؐ کے سامنے اکڑتا تھا کھیلتا تھا لیکن حضرت عمر کو دیکھتے ہی بھاگ جاتا تھا۔ غلو ان کے اس قول سے بھی ثابت ہے کہ اگر خدا تمام مسلمانوں کو مع رسولخدا مصیبت میں مبتلا کر دے تو حضرت عمر کے علاوہ کوئی اس سے نجات نہیں پا سکتا ۔ اور اس سے بڑھ کر غلو کیا ہوگا کہ یہ لوگ سنت رسولؐ کو چھوڑ کر صحابہ کی سنت پر عمل کرتے ہیں خصوصاً خلفائے راشدین کی سنت پر ۔ اور ہم نے اسکی بعض مثالیں بھی پہلے پیش کی ہیں ۔ ان کے غلو کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ لوگ صحابہ کے بارے میں گفتگو یا ان پر نقد و تبصرہ کرنے کو ناجائز کہتے ہیں ۔ اگر مزید معلومات درکار ہوں تو مزید بحث و فحص کیجئے ۔ اب فیصلہ کیجئے غلو کون کرتا ہے سنی یا شیعہ ؟ ۔

---

[1] بخاری باب الحوض جلد ۴ ص ۹۴، مسلم جلد ۷، ص ۶۶ ۔

مہدئ منتظرؑ

یہ بھی وہ موضوع ہے جس پر سنی شیعوں پر اعتراض کرتے ہیں اور بعض تو استہزا کرتے ہیں مذاق اڑاتے ہیں کیونکہ ان لوگوں کی نظر میں کسی شخص کا بارہ سو سال زندہ رہکر لوگوں کی نظر سے مخفی رہنا محال ہے ۔ بعض معاصرین نے تو یہ بھی لکھ دیا ہے ؂ "چونکہ شیعوں پر ہر زمانہ میں ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے رہے اس لئے انھوں نے اپنے سکون نفس کیلئے ایک ایسے امام غائب کی ذہنی تخلیق کرلی جو ان کو نجات دلائے گا اور وہ اس مہدیؑ کے قائل ہو گئے جو آکر دنیا کو عدل وانصاف سے اس طرح پُر کردیں گے جس طرح وہ پہلے ظلم وجور سے بھری ہو گی اور وہ مہدیؑ شیعوں کے دشمنوں سے انتقام لیں گے"

ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد سے ان چند سالوں کے اندر مہدیؑ کے بارے میں گفتگو زیادہ ہونے لگی ہے کیونکہ انقلاب اسلامی کے نگہبانوں نے اپنی دعاؤں کا ایک جز یہ بھی بنا لیا ہے : خدایا خدایا تا انقلاب مہدیؑ خمینیؒ را نگہدار ۔ اس لئے تمام مسلمان خصوصاً مہذب واپ ٹو ڈیٹ نوجوان ہر جگہ حقیقت مہدیؑ کے بارے میں سوالات کرنے لگے ہیں کیا یہ واقعہ ہے ؟ اور اسلامی عقائد میں کسی مہدیؑ کا وجود ہے ؟ یا یہ صرف شیعوں کی من گڑھت ہے ؟

اور باوجود اس کے کہ قدیماً و جدیداً علمائے شیعہ نے حضرت مہدیؑ کے سلسلہ میں بڑی کتابیں لکھی ہیں بڑے بڑے مباحثے کئے ہیں اور بہت سی کانفرنسوں میں بہت سے سینوں

؂ مثلاً شہید صدرؒ نے اپنی کتاب "بحث حول المہدی" میں لکھا ہے ۔

نے شیعوں سے ملاقات کی ہے اور مختلف عقائدی موضوعات پر گفتگو کی ہے پھر بھی مہدیؑ کا موضوع بہت سے لوگوں کے نزدیک اب بھی پہیلی کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے اس قسم کی روایات کو سنا ہی نہیں تھا۔

اس لئے عقائد اسلامیہ میں مہدیؑ کی کیا حقیقت ہے؟ اس پر ہم دو عنوان سے بحث کریں گے۔

(۱) کتاب و سنت کے اندر کیا وجود مہدیؑ کا ذکر ہے (۲) ان کی زندگی۔ غیبت ظہور سے بحث! ۔ (۱) جہاں تک وجود مہدیؑ کا معاملہ ہے تو سنی و شیعہ سب ہی اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرتؐ نے مہدیؑ کی بشارت دی ہے اور اپنے اصحاب کو بتایا ہے کہ خدا آخری زمانہ میں مہدیؑ کو ظاہر کرے گا۔ مہدیؑ کے متعلق روایات کو شیعوں اور سنیوں نے اپنی اپنی صحاح و مسانید میں تحریر کیا ہے۔ لیکن میں اپنی حسب عادت اور معاہدہ کے مطابق صرف انھیں حدیثوں سے استدلال کرونگا جو اہل سنت کے یہاں ثابت و مسلم ہونگی۔

(۱) رسولخداؐ نے فرمایا: اگر دنیا کے ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی رہ جائیگا تو خدا اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ اسمیں میرے اہل بیت سے ایک ایسا شخص ظاہر ہو جس کا نام میرا نام ہوگا اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا ؏

؏ اس حدیث میں ترمیم کی گئی ہے اصل حدیث یہ ہے اس کے باپ کا نام میرے بیٹے کا نام ہوگا یعنی حسن چونکہ خط کوفی میں ابنی و ابی میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا اس لئے یا تو یہ اشتباہ ہے اور یا جان بوجھ کر یہ تحریف کی گئی ہے کیونکہ سادات میں ایک صاحب محمد بن عبد اللہ گزرے ہیں انھوں نے حکومت وقت کے خلاف قیام کیا تھا اور ان کا دعویٰ تھا کہ مہدی امت میں ہوں۔ امام جعفر صادقؑ نے ان کے باپ سے قسم کھا کر فرمایا تھا کہ تمہارا بیٹا مہدی امت نہیں ہے تفصیل کے لئے کتابوں کو دیکھئے۔ مترجم۔

وہ دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح پُر کر دیگا جسطرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی [1]

(۲) ابن ماجہ [2] میں ہے: آنحضرت نے فرمایا: ہمارے اہل بیت کے لئے خدا نے آخرت کو دنیا پر اختیار کیا ہے بعد میرے اہل بیت شدید بلاؤں سے دوچار ہوں گے۔ ان کو اپنے وطن سے بھگایا جائے گا یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے ایک قوم نمایاں ہوگی جن کے جھنڈے سیاہ ہونگے وہ خیر کا سوال کریں گے مگر ان کو خیر نہیں دیا جائیگا تب وہ جنگ کریں گے اور اس میں کامیاب ہوں گے اس وقت ان کے سوال کو پورا کیا جائیگا مگر وہ قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ وہ لوگ حکومت کو ایسے شخص کے حوالہ کریں گے جو میرے اہل بیت سے ہوگا وہ زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دیگا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

(۳) سنن ابن ماجہ [3] میں ہے: آنحضرتؐ نے فرمایا: مہدیؑ ہمارے اہل بیت میں سے ہوں گے مہدیؑ اولاد فاطمہؑ سے ہوں گے یہ بھی فرمایا: میری امت میں ایک مہدی ہوگا اگر پستہ قد ہوں گے تو سات ہاتھ کے ورنہ نو ہاتھ کے ہوں گے، ان کے سبب سے میری امت کو ایسی نعمت ملیگی جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ہوگی۔ اس کا پھل دائمی ہوگا اس میں سے کچھ ذخیرہ بھی نہیں کیا جائیگا مال کی اس وقت کثرت ہوگی جو بھی شخص کھڑے ہو کر سوال کرے گا کہ اے مہدی مجھے کچھ دو تو وہ فوراً کہیں گے لو۔

(۴) ترمذی [4] میں ہے: آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص جس کا نام میرا نام ہوگا وہ اس دنیا پر حکومت کرے گا۔ اگر دنیا کے ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی

---

[1] سنن ابو داؤد جلد ۲ صـ۴۲۲ ● [2] سنن ابن ماجہ جلد ۲ حدیث نمبر ۴۰۸۲ اور ۴۰۸۷

[3] سنن ابن ماجہ جلد ۲ حدیث نمبر ۴۰۸۶ ● [4] ترمذی جلد ۹ صـ۷۴ اور صـ۷۵

نہ جائے گا تو خدا اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ وہ حکومت کر سکے ۔

(۵) آنحضرتؐ نے فرمایا : دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتی جب تک عربوں پر ایک ایسا شخص نہ حکومت کرلے جو میرے اہل بیت سے ہوگا اور وہ میرا ہمنام ہوگا ۔ [1]

(۶) بخاری میں ہے [2] : (بحذف الاسناد) ابو ہریرہ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا : تمھارا اس وقت کیا حال ہوگا جب ابن مریم تمھارے پاس آئیں گے اور تمھارا امام تم میں سے ہوگا

(۷) فتح الباری میں حافظ فرماتے ہیں متواتر روایات ہیں کہ مہدیؑ اسی امت سے ہونگے اور حضرت عیسیٰ (آسمان چہارم سے) اتریں گے اور مہدیؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے ملاحظہ ہو (فتح الباری جلد ۵ ص ۳۶۲)

(۸) ابن حجر ہیثمی صواعق محرقہ میں تحریر کرتے ہیں : ان حدیثوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں ظہور مہدی کا ذکر ہے اور وہ سب متواتر ہیں [3]

(۹) صاحب غایۃ المامول فرماتے ہیں : علماء کے درمیان سلفاً عن خلفٍ مشہور ہے کہ آخری زمانہ میں اہل بیتؑ سے ایک ایسے آدمی کا ظہور ضروری ہے جس کا نام مہدیؑ ہے ۔ خیار صحابہ کی ایک جماعت نے مہدیؑ کے بارے میں روایت کی ہے اور اکابر محدثین مثلاً ابو داؤد ، ترمذی ابن ماجہ ، طبرانی ، ابو یعلیٰ ، بزاز ، احمد بن حنبل ، حاکم وغیرہ نے اس کی تخریج کی ہے اس لئے جس شخص نے مہدیؑ والی حدیثوں کو ضعیف بتایا ہے اس نے غلطی کی ہے ۔

(۱۰) معاصرین میں سے اخوان المسلمین کے مفتی سید سابق نے اپنی کتاب (العقائد الاسلامیہ) میں مہدیؑ والی حدیثوں کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ مہدیؑ کا تصور اسلامی عقائد میں مسلم ہے

---

[1] حوالہ سابق [2] بخاری جلد ۴ ص ۱۴۳ (باب نزول عیسیٰؑ) [3] صواعق محرقہ جلد ۲ ص ۲۱۱

اس کی تصدیق واجب ہے۔

شیعوں کے یہاں مہدیؑ کے بارے میں اتنی حدیثیں ہیں کہ کہا گیا ہے کہ رسولخدا سے جتنی حدیثیں مہدیؑ کے موضوع پر منقول ہیں کسی اور موضوع پر منقول نہیں ہیں۔ محقق لطف اللہ الصافی نے اپنی کتاب (منتخب الاثر) میں اہل سنت کی ۶۰ رسے زیادہ کتابوں سے احادیث مہدیؑ کا ذکر کیا ہے ان کتابوں میں صحاح الستۃ اور ۹۰ رسے زیادہ شیعہ کتابوں کا حوالہ ہے شیعہ کتابوں میں کتب اربعہ کا بھی حوالہ ہے

(۲) اب آیئے دوسرا عنوان جو مہدیؑ کی ولادت، ان کی زندگی، ان کی غیبت، ان کی عدم موت کے بارے میں ہے تو اس میں بھی علماء اہل سنت کے اتنے افراد ہیں جنکو معتد بہ کہا جا سکتا ہے انھوں نے اس کا انکار نہیں کیا۔

جو علمائے اہل سنت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مہدیؑ یعنی محمدؑ ابن الحسن العسکری ائمہ اہل بیتؑ کے بارہویں امام پیدا ہو چکے ہیں اور اس وقت بھی زندہ ہیں اور آخری زمانہ میں ظاہر ہو کر زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح پُر کر دینگے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی اور اس طرح وہ شیعوں کے موافق ہیں ان کی بھی تعداد اچھی خاصی ہے انہیں سے چند کا ذکر کرتا ہوں

۱ محی الدین ابن العربی — اپنی کتاب فتوحات مکیۃ میں"
۲ سبط ابن الجوزی ——— " " "تذکرۃ الخواص میں"
۳ عبدالوہاب شعرانی ——— " " "عقائد الاکابر میں"
۴ ابن الخشاب ——— " " "تواریخ موالید الائمہ و وفاتہم میں
۵ محمد البخاری الحنفی ——— " " "فصل الخطاب" میں
۶ احمد بن البلاذری ——— " " "الحدیث المتسلسل" میں

٧ ابن صباغ مالکی ، اپنی کتاب "الفصول المہمہ" میں

٨ العارف عبدالرحمان ، " " "مرآۃ الاسرار" میں

٩ کمال الدین ابن طلحہ ، " " "مطالب السؤل فی مناقب الرسولؐ" میں

١٠ القندوزی الحنفی " " "ینابیع المودۃ" میں

اس کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں نے اس کو قبول کیا ہے ، اگر کوئی شخص تحقیق کرے تو علمائے اہل سنت کی کئی گنا زیادہ ایسے علماء کی تعداد ملے گی جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور جو مہدیؑ کے پیدا ہونے اور اب تک زندہ ہونے کے قائل ہیں

بس اب ہمارا اختلاف صرف ان سنی علماء سے رہ گیا جو ولادت مہدیؑ اور ان کے اب تک زندہ رہنے کے منکر ہیں حالانکہ یہ منکرین بھی احادیث مہدیؑ کی صحت کے قائل ہیں اور یہ منکرین ! قائلین وجود مہدیؑ کے صرف تعصب و دشمنی کی بنا پر مخالف ہیں ورنہ ان کے پاس اپنے انکار پر کوئی دلیل نہیں ہے ۔

قرآن مجید بھی اس کا منکر نہیں ہے نہ جانے خداوند عالم نے جامد عقل والوں کے لئے کتنی مثالیں بیان کی ہیں تاکہ ان کا جمود ٹوٹے اور یہ لوگ اپنے افکار کی عنان کو آزاد کریں تاکہ ان کی سمجھ میں یہ بات آجائے کہ خدا نے اپنے رسولوں کے ہاتھوں سے کتنے معجزات ظاہر کرائے ہیں ۔ اور یہ معجزات اس لئے ظاہر کرائے ہیں تاکہ دشمن صرف اپنی عقلوں کو معیار بنا کر محض ممکن الوقوع چیزوں پر محدود نہ رہیں بلکہ خلاف عادت چیزوں کا بھی اقرار کریں ۔

جس مسلمان کا دل ایمان سے پُر ہے وہ کبھی اس بات کو عجیب و غریب نہیں سمجھے گا کہ خداوند عالم نے حضرت عزیر کو سو سال مردہ رکھنے کے بعد کس طرح زندہ کر دیا اور ایسا کہ نہ ان کا کھانا سڑا تھا نہ پانی خراب ہوا تھا اور ان کے سامنے ان کا گدھا زندہ ہوا تھا

اوران سب چیزوں کو دیکھ کر جناب عزیزؑ نے کہا تھا : میں جانتا ہوں خدا ہر چیز پر قادر ہے ۔ کتنا بابرکت ہے وہ خدا جس نے اتنی جلدی انقلاب پیدا کر دیا کیوں کہ یہی عزیر جب اس قریہ کی طرف سے گزرے تھے تو ان کو بہت تعجب ہوا تھا کہ خدا ان کو مرنے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا؟

اسی طرح جس مسلمان کا عقیدہ قرآن پر ہوگا اس کو اس پر کبھی تعجب نہ ہوگا کہ جناب ابراہیمؑ نے کس طرح طائروں کو ذبح کر کے پہاڑوں پر ان کی بوٹیاں تقسیم کر دی تھیں اور پھر جب ہر طائر کے منقار کو ہاتھ میں لیکر پکارا تو اس کے سارے اجزا آکر مل گئے اور طائر زندہ ہو گیا ۔

اسی طرح سچے مسلمان کو اس پر بھی تعجب نہ ہوگا کہ حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ گل و گلزار بن گئی اس نے صرف "یانار کونی برداً وسلاما" کے حکم پر ابراہیمؑ کو نہیں جلایا ، اور نہ کسی قسم کی اذیت دی ۔

سچے مسلمان کو اس پر بھی تعجب نہ ہوگا کہ حضرت عیسٰیؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں اور وہ ابھی تک زندہ ہیں اور پھر دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور نہ اس پر تعجب ہوگا کہ حضرت عیسٰیؑ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے اندھے ، مجزوم و مبروص کو اچھا کر دیتے تھے اور نہ اس پر تعجب ہوگا کہ پروردگار عالم نے حضرت موسٰیؑ اور بنی اسرائیل کیلئے سمندر کو شگافتہ کر دیا تھا اور بنی اسرائیل سمندر سے گزر گئے مگر ان کے پیر تک نہیں بھیگے ۔ اور نہ اس پر تعجب ہوگا کہ موسٰیؑ کا عصا اژدہا بن جاتا تھا ۔ اور نہ اس پر تعجب ہوگا کہ دریائے نیل کا پانی خون ہو گیا تھا ۔ اور نہ اس پر تعجب ہوگا کہ حضرت سلیمانؑ طائروں سے ، جنات سے ، چیونٹی سے گفتگو فرمایا کرتے تھے ان کے تخت کو ہوا اپنے دوش پر اٹھاتی تھی اور سکنڈوں میں تخت بلقیس کو منگوا لیا تھا ۔

خدا پر ایمان رکھنے والا مسلمان اصحاب کہف کے تین سو نو سال مردہ رہنے کے بعد زندہ

ہو جانے پر تعجب نہیں کرے گا ۔ جبکہ پوتے کا پوتا اپنے دادا سے سن میں بزرگ ہو گیا تھا ۔ نہ وہ اس پر تعجب کرے گا کہ حضرت خضرؑ اب تک زندہ ہیں ان کو موت نہیں آئی حالانکہ خضرؑ جناب موسیٰ سے بھی ملاقات کر چکے ہیں بلکہ وہ اس پر بھی تعجب نہیں کرے گا کہ ابلیس ملعون ابتک زندہ ہے حالانکہ اس کی پیدائش حضرت آدم سے پہلے ہوئی ہے اور وہ بشر کے ابتدائے آفرینش سے ابتک اس کے پیچھے مسلسل لگا ہوا ہے ۔ اور ابتک مخفی ہے نہ کسی نے اسکو دیکھا ہے نہ دیکھ پائے گا حالانکہ اس کے اعمال بہت ہی برے ہیں ۔ وہ تو تمام لوگوں کو دیکھتا ہے بلکہ اس کے خاندان والے بھی تمام لوگوں کو دیکھتے ہیں مگر لوگ نہ اس کو دیکھ پاتے ہیں نہ اس کے خاندان والوں کو ۔ پس جو مسلمان ان تمام چیزوں کو مانتا ہے اور ان کو عجیب و غریب نہیں سمجھتا کیونکہ خدا ہر بات پر قادر ہے تو کیا وہ وجود مہدیؑ اور ان کی غیبت کو ـــــ جو صرف ایک مدت کے لئے ہے ـــــ عجیب و غریب سمجھے گا ؟ جب کہ اس غیبت میں خدا کی مصلحت کو بھی دخل ہے ۔

ہم نے اپنی اس کتاب میں جتنی مثالیں ذکر کی ہیں ان کی کئی گنا زیادہ مثال قرآن نے ذکر کی ہیں اور وہ ساری چیزیں خلاف عادت ہیں اور لوگوں میں معہود بھی نہیں ہیں اور نہ لوگ اس پر قادر ہیں چاہے سب کے سب اکٹھا ہو جائیں ۔ بلکہ یہ ساری چیزیں قدرت کا کرشمہ ہیں ۔ زمین و آسمان کی کوئی شی خدا کو عاجز نہیں بنا سکتی اور مسلمان ان تمام چیزوں کو تسلیم کرتے ہیں کیونکہ وہ مافی القرآن جمیعًا پر ایمان لائے ہیں اسمیں کوئی اشتباہ نہیں ہے

ان تمام باتوں کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ شیعہ امام مہدیؑ کے بارے میں زیادہ جانتے ہیں کیونکہ وہ ان کے امام ہیں اور شیعوں نے ان کے اور ان کے آبا و اجداد کے ساتھ زندگی بسر کی ہے لھذا وہ زیادہ جانتے ہیں جیسے کہ اہل مکہ دوسروں کی بہ نسبت مکہ کی گھاٹیوں کو زیادہ جانتے ہیں ۔

شیعہ حضرات اپنے ائمہ کی تعظیم اوران کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں ۔ اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ انھوں نے اپنے ائمہ کی قبریں کتنی شاندار بنوائی ہیں اور یہ لوگ اپنی جگہ ان قبروں کی زیارت اور حصول برکت کو ضروری سمجھتے ہیں ۔ اگر ان کا بارھواں امام حضرت مہدیؑ سلام اللہ علیہ مرچکا ہوتا تو اس کی بھی قبر بہت ہی مشہور ہوتی اور ممکن تھا شیعہ کہتے خدا ان کو مرنے کے بعد مبعوث کرے گا ۔ کیونکہ جب قرآن میں ذکر کئے گئے واقعات ممکن ہیں تو یہ بھی ممکن ہے خصوصاً یہ لوگ جب رجعت کے قائل ہیں تو اس کے بھی قائل ہو سکتے تھے ۔

لیکن امام مہدیؑ کی زندگی میں نہ تو ان میں کوئی اختلاف ہے اور نہ اس سلسلہ میں ان کا عقیدہ سست ہے اور نہ وہم و خیال کے شکار ہیں ـــــ جیسا کہ ان کے مخالفین کہتے ہیں ـــــ بلکہ ان کو یقین ہے اسی لئے وہ اصرار کرتے ہیں کہ امام مہدیؑ زندہ ہیں البتہ مصلحتِ الٰہی کے پیش نظر لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور اس مصلحت کو راسخون فی العلم اور ان کے اولیاء بھی جانتے ہیں ، اور یہ لوگ اپنی نمازوں میں برابر تعجیل ظہور کی دعا کرتے ہیں کیونکہ ان کے ظاہر ہونے پر مسلمانوں کو عزت و سعادت حاصل ہوگی اور اس طرح خدا اپنے نور کو تمام کرکے رہے گا خواہ کفار کو کتنا ہی ناپسند ہو ۔

اس کے علاوہ شیعہ سنی میں امام مہدیؑ کے بارے میں اختلاف کوئی جوہری اختلاف اس وقت تک نہیں ہے جب تک اہل سنت آخری زمانہ میں ان کے ظہور ، اور حضرت عیسیٰؑ کے ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح پر کردیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی ان کے زمانہ میں مسلمان پوری دنیا کے مالک ہوں گے ۔ ارزانی اتنی ہوگی کہ کوئی فقیر نہیں رہے گا ۔

بس اتنا اختلاف ہے کہ شیعہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ پیدا ہو چکے اور سنیوں کا عقیدہ

ہے وہ پیدا ہونگے ۔ اور آخری زمانہ میں ظہور کا کوئی بھی منکر نہیں ہے سب ہی متفق ہیں ۔ تو پھر مسلمانوں کو چاہیئے کہ (کلمہ حق) پر سب متحد ہو جائیں اور بکھری ہوئی امت کو متحد کر دیں، زخموں پر مرہم رکھیں، ایک دوسرے کا خون نہ بہائیں اور تمام مسلمان ملکر خلوص کے ساتھ مہدیؑ کے ۔ تعجیل ظہور کی دعا کریں ہر نماز کے بعد دعا کریں کیونکہ ان کے ظہور کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو عزت و سر بلندی حاصل ہوگی اور امت محمدیؐ کو نہیں پوری بشریت کو سعادت حاصل ہوگی زمین عدل و انصاف سے پُر ہو جائیگی ۔

اور جب تمام مسلمان مہدیؑ کے آنے کے قائل ہیں " خواہ پیدا ہونگے پھر ظہور کریں یا پیدا ہو چکے ہیں اور غیبت کے بعد ظہور کریں گے" تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ظہور مہدی کوئی خرافاتی عقیدہ نہیں ہے اور نہ افسانوی چیز ہے جیسا کہ بعض بے عقل اسی بات کو باور کرانا چاہتے ہیں ۔ بلکہ مہدیؑ ایک حقیقی شخصیت کا نام ہے جس کے ظہور کی بشارت خود رسول مقبول نے دی ہے ، اور پوری دنیائے اسلام بلکہ یہود و نصاریٰ بھی ایک " نجات دہندہ" کے قائل ہیں — بلکہ اہل ہنود بھی مترجم — جو زمین کی اصلاح کرے گا اور پوری دنیا بڑے صبر و سکون سے اس کے ظہور کا انتظار کر رہی ہے اسی لئے ہمارے رسولؐ نے اس کا نام " المہدی المنتظر" رکھا ہے ۔

پروردگارا مسلمانوں کو خیر و تقویٰ پر جمع کر دے ، ان کی صفوں میں اتحاد پیدا کر دے، ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دے ان کے فساد کو دور کر دے ان کو اُن کے دشمنوں پر غلبہ عطا کر دے —

اَللّٰھُمَّ کُنْ لِوَلِیِّکَ الحجۃ ابن الحسن صلواتک علیہ وعلیٰ اٰبائِہٖ فی ھٰذِہِ الساعۃ وَفی کلّ ساعۃ وَلیاً وحافظا و قائدًا

وَنَاصِراً وَدَلِيلاً وَعَيناً حَتَّى تُسكِنَهُ اَرضَكَ طَوعاً
وَتُمَتِّعَهُ فِيهَا طَوِيلاً

اَللّٰهُمَّ وَآلَ مُحَمَّدٍ عَجِّل فَرَجَهُم وَاجعَلنَا مِن اَتبَاعِهِم وَاَعوَانِهِم
وَآخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمین۔ والصلوٰۃ و
والسلام علیٰ اشرف الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا
محمد وآلہ الطیبین الطَّاهِرِينَ۔

تمّت

تاریخ ۲۶ / شعبان المعظم سنہ ۱۴۱۱ھ م
" ۲۲ / اسفند سنہ ۱۳۶۹ ش م م
" ۱۳ / مارچ سنہ ۱۹۹۱ع

روز چہارشنبہ بوقت ۳ بجکر دس منٹ بعد از ظہر بمقام قم المقدسہ

العاصی روشن علی

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
١	دیباچہ		١٥	آیت بلاغ (کا تعلق ولایتِ علیؑ سے)	
٢	مقدمہ مولف		١٦	حاشیۃ	
٣	مقدمہ مترجم		١٧	آیت اکمال دین (کا تعلق ولایت علیؑ سے)	
٤	قرآن! شیعوں اور سنیوں کی نظر میں		١٨	قولِ مولف	
٥	سنت نبوی شیعوں اور سنیوں کی نظر میں		١٩	شان نزول عرفہ کا دن	
٦	عقائد! شیعہ و سنی کی نظر میں		٢٠	قول مولف	
٧	وحدانیت! دونوں کی نظر میں		٢١	بحث کا اصلی پہلو	
٨	نبوت! دونوں کی نظر میں		٢٢	حسرت و افسوس	
٩	امامت! فریقین کی نظر میں		٢٣	ولایت علیؑ پر دیگر شواہد	
١٠	حقیقت کہاں ؟		٢٤	شوریٰ پر حاشیہ	
١١	امامت! قرآن کی نظر میں		٢٥	قضا و قدر (اہل سنت کی نظر میں)	
١٢	امامت! سنت نبوی کی نظر میں		٢٦	قضا و قدر (شیعوں کی نظر میں	
١٣	خلافت! اہل سنت کی نظر میں اور اس پر تبصرہ		٢٧	قضا و قدر کے ضمن میں خلافت پر حاشیہ،	
١٤	حضرت علیؑ کی ولایت قرآن میں				

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۸	رسولؐ کے ترکہ میں اختلاف	
۲۹	حدیث کتاب اللہ وسنتی کا بطلان	
۳۰	پہلی دلیل	
۳۱	دوسری دلیل	
۳۲	تیسری دلیل	
۳۳	چوتھی دلیل	
۳۴	پانچویں دلیل	
۳۵	چھٹی دلیل	
۳۶	ساتویں دلیل	
۳۷	حدیث کے سچی اور جھوٹی ہونے میں صحابہ میں اختلاف	
۳۸	ابو ہریرہ کا اپنے سے تناقض	
۳۹	عائشہ وابن عمر کا اختلاف	
۴۰	عائشہ کا ازواج رسولؐ سے اختلاف	
۴۱	سنت نبوی میں اختلاف مذاہب	
۴۲	سنت نبوی میں شیعہ سنی کا اختلاف	
۴۳	خمس	
۴۴	تقلید	
۴۵	وہ عقائد جنکی بنا پر سنی شیعوں کا مذاق اڑاتے ہیں	
۴۶	عصمت	
۴۷	ائمہ کی تعداد	
۴۸	علم ائمہ	
۴۹	البداء	
۵۰	تقیہ	
۵۱	متعہ (یا وقتی شادی)	
۵۲	شیعوں کی دلیلیں	
۵۳	سنیوں کی دلیلیں	
۵۴	تحریف قرآن	
۵۵	طبرانی اور بیہقی	
۵۶	جمع بین الصلاتین	
۵۷	خاک شفا پر سجدہ	
۵۸	رجعت	
۵۹	غلو	
۶۰	مہدی منتظر	

کتابیات

کتب تفسیر

۱ قرآن
۲ تفسیر طبری
۳ تفسیر ابن کثیر
۴ " قرطبی
۵ تفسیر جلالین
۶ تفسیر کبیر (رازی)
۷ تفسیر المنار (محمد عبدہ)
۸ تفسیر نسفی
۹ تفسیر الخازن
۱۰ تفسیر کشاف
۱۱ تفسیر الحاکم
۱۲ تفسیر نیشاپوری
۱۳ تفسیر درمنثور
۱۴ تفسیر زاد المسیر
۱۵ تفسیر شواہد التنزیل
۱۶ تفسیر فتح القدیر
۱۷ تفسیر التسہیل لعلوم التنزیل
۱۸ تفسیر اسباب النزول
۱۹ تفسیر احکام القرآن
۲۰ تفسیر کبیر (ثعلبی)
۲۱ تفسیر نزول القرآن
۲۲ ما نزل من القرآن فی علیؑ
۲۳ مقدمہ اصول تفسیر (ابن تیمیہ
۲۴ تفسیر المیزان
۲۵ التحریر والتنویر

کتب حدیث

۱ صحیح بخاری
۲ " ترمذی
۳ سنن ابی داؤد

۴	مسند ابن حنبل
۵	مستدرک الحاکم
۶	سنن الدارمی
۷	الجمع بین الصحاح الستة
۸	جمع الجوامع
۹	مجمع الزوائد
۱۰	جامع الاصول
۱۱	صحیح مسلم
۱۲	" ابن ماجة
۱۳	سنن النسائی
۱۴	موطأ الامام مالک
۱۵	کنز العمال
۱۶	سنن البیہقی
۱۷	" دارقطنی
۱۸	منہاج السنة
۱۹	کنوز الحقائق
۲۰	فتح الباری فی شرح البخاری
	کتب سیرت
۱	سیرت ابن ہشام ۔
۲	السیرة الحلبیة
۳	السیرة الدحلانیة
۴	استیعاب
۵	المعارف
۶	حلیة الاولیاء
۷	الاصابة فی تمیز الصحابة
۸	اسد الغابة فی معرفة الصحابة
۹	الریاض النضرة
۱۰	حیات محمدؐ ۔ ہیکل ۔
۱۱	انساب الاشراف
۱۲	الفتنة الکبریٰ
	کتب تاریخ
۱	تاریخ الامم والملوک
۲	تاریخ کامل
۳	تاریخ مسعودی (مروج الذہب)
۴	تاریخ الخلفاء
۵	تاریخ ابن کثیر
۶	الامامة والسیاسة
۷	تاریخ ابی الفداء

٨ الطبقات الکبریٰ

٩ شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید)

١٠ تاریخ دمشق (ابن عساکر)

١١ تاریخ یعقوبی

١٢ تاریخ بغداد

١٣ تاریخ ابن الشحنۃ

١٤ تاریخ کبیر (محمد بخاری)

١٥ عقد فرید

١٦ تاریخ ابن خلدون

مختلف کتابیں

١ صواعق محرقہ

٢ الصلۃ بین النصوص والتشیع

٣ خصائص امیر المومنین ع

٤ الملل والنحل

٥ دلائل الامامہ

٦ بلاغات النساء

٧ اعلام النساء

٨ کفایۃ الطالب

٩ الازدھار

١٠ الولایۃ لابن جدیر طبری

١١ تذکرۃ الخواص

١٢ تذکرۃ السبط

١٣ ارشاد الساری

١٤ نور الابصار

١٥ ربیع الابرار

١٦ الفصول المہمہ

١٧ شرح نہج البلاغہ (محمد عبدہ)

١٨ التلخیص

١٩ المعجم الصغیر والمعجم الکبیر

٢٠ الجامع الصغیر والجامع الکبیر

٢١ البدایۃ والنہایۃ

٢٢ سیر اعلام النبلاء

٢٣ اسعاف الراغبین

٢٤ مناقب علی ابن ابی طالب ع

٢٥ الفتوحات المکیۃ

٢٦ عقائد الاکابر

٢٧ تواریخ موالید الائمہ

٢٨ فصل الخطاب (محمد بخاری)

۲۹	الحدیث متسلسل		
۳۰	مرأة الاسرار		
۳۱	احقاق الحق		
۳۲	سر العالمین		
۳۳	احیاء العلوم		
۳۴	مطالب السؤل		
۳۵	ینابیع المودة		
۳۶	فضائل الخمسة من الصحاح الستة		
۳۷	مجله رسالة الاسلام العدد الرابع من سنة حادیة عشر۔		
۳۸	شرح المواہب		

انصاریان پبلیکیشنـــز
پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷
قم — جمہوری اسلامی ایران
ٹیلی فون نمبر ۷۷۴۱۷۴۴-۲۵۱-۰۰۹۸ فاکس ۷۷۴۲۶۴۷
Email:ansarian@noornet.net
www.ansariyan.org & www.ansariyan.net